کاروانِ زندگی

حصّہ ششم ۶

مصنف کی سرگزشت حیات جس میں ۱۹۹۴ء سے ۱۹۹۶ء تک
پیش آنے والے قومی ملّی اہم واقعات اور حالات پر تأثرات اور ان سے
اخذ کردہ نتائج، ایک داعی دین اور ملل وادیان کی تاریخ کے طالب علم کی
حیثیت سے مخلصانہ مشورے اور تبصرے، اندرون اور بیرون ملک کے
طویل سفر، خاندان اور ملّت کی اہم شخصیات کا انتقال، علمی، دینی، اصلاحی
کانفرنسوں اور سیمناروں میں شرکت کی روداد، ایک تاریخی مرقع کے علاوہ دعوت
فکر و عمل بھی ہے۔

سیّد ابوالحسن علی حسنی ندوی

مکتبہ اسلام ۲/۷۴۵ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

بار دوم

رجب ۱۴۲۱ھ ــــــ اکتوبر ۲۰۰۰ء

کتابت ــــــــــ حفیظ الرحمٰن حامد بستوی

طباعت ــــــــــ کاکوری آفسٹ پریس لکھنؤ

صفحات ــــــــــ ۳۷۹

قیمت ــــــــــ

طابع وناشر

مکتبہ اسلام ۲/۵۴، ۷ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست عناوین

صفحہ نمبر		نمبر شمار
۸	پیش لفظ	۱
۱۲	دار العلوم ندوۃ العلماء کے اہتمام کے لیے نیا انتخاب	۲
۱۳	نزہۃ الخواطر مصنفہ مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب کی نئے نام سے طباعت و اشاعت	۳
۱۷	دو اہم وفیات	۴
۱۹	ملّی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ	۵
۲۰	رابطہ ادب اسلامی کا اجلاس جامعہ سلفیہ بنارس میں	۶
۲۱	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایک اہم خطاب	۷
۲۴	غازی پور کا دورہ اور اہم اجلاس	۸
۲۶	ایک خاندانی حادثہ	۹
۲۷	مکمل مسلمان اور مکمّل اسلام	۱۰
۲۸	ایک دینی تعلیمی کارکن اور دوست کی وفات	۱۱
۲۹	زندگی کا ایک طویل سفر اور مختلف ملّی و علمی تقریبات میں شرکت	۱۲
۳۱	رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کا ایک اہم اجلاس اور اس میں اظہار خیال	۱۳
۳۵	جدہ کا سفر اور مدینہ طیبہ کی حاضری	۱۴
۳۷	سورت کا عظیم طاعون	۱۵

www.abulhasanalinadwi.org

۱۶	پیام انسانیت کا ایک جلسہ اور پیام	۳۹
۱۷	میرٹھ میں عظیم اصلاح معاشرہ کانفرنس	۴۱
۱۸	دارالعلوم ندوۃ العلماء پر پولیس چھاپہ	۴۲
۱۹	حادثہ کا ردعمل اور محتاط احتجاج	۴۶
۲۰	تشکر و اعتراف	۴۹
۲۱	ہندوستان، عرب، اور بیرونی ممالک میں واقعہ کا ردعمل	۵۰
۲۲	اہلِ علم اور وطن دوستوں کو واقعہ کی سنگینی سے واقف کرانے کی کوشش	۵۱
۲۳	جنوبی ہند کے دو سفر	۵۲
۲۴	ایک عزیز معاون اور کارگزار ندوی کی وفات	۵۶
۲۵	سوڈان کی ایک اسلامی کانفرنس، اس میں نمائندگی اور مقالہ	۵۸
۲۶	ایک چشم کشا اور فکر انگیز حقیقت	۶۰
۲۷	اصلاح معاشرہ کانفرنس بستی	۶۳
۲۸	رابطہ ادب اسلامی کا گیارہواں مذاکرۂ علمی منعقدہ اورنگ آباد	۶۵
۲۹	دوحہ (قطر) کا ایک اہم اور مفید سفر	۷۰
۳۰	عمومی خطاب اور امت کی اصل قدر و قیمت اور اس کے فریضہ و کردار پر تقریر	۷۵
۳۱	اُردو والوں سے خطاب	۸۰
۳۲	خواتین اور مستورات سے خطاب	۸۲
۳۳	ایک لطیفہ	۸۳
۳۴	یونیورسٹی میں تقریر	۸۳

۳۵	ایک رفیق قدیم کا حادثۂ ارتحال	۸۶
۳۶	رابطۃ الجامعات الاسلامیہ کے اجلاس قاہرہ میں راقم کی نمائندگی، مقالہ اور قاہرہ کے اہل فکر و اسلامی دعوت سے ملاقاتیں و تأثرات	۸۷
۳۷	ناگپور اور بمبئی کا سفر اور ایک عظیم حادثۂ ارتحال کی خبر	۱۰۲
۳۸	ایک اندوہناک حادثہ اور لرزہ خیز خبر	۱۰۵
۳۹	مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں چند سطریں	۱۰۸
۴۰	صوبجات متحدہ (یوپی) میں حکومت کی تبدیلی اور سیاست و انتظامیہ کا نیا رخ	۱۱۱
۴۱	دہلی کا سفر مسلم پرسنل لا بورڈ کا جلسہ اور ادائے فریضۂ تعزیت	۱۱۵
۴۲	مدارس اور علماء کو اپنا تاریخی فریضہ انجام دینا ہوگا	۱۲۶
۴۳	انگلستان کے سفر کا التواء	۱۳۰
۴۴	ایک عزیز ترین دوست اور پرزور خطیب داعی اسلام کی وفات	۱۳۲
۴۵	سنگین ریلوے حادثہ اور شرمناک مالی استحصال	۱۳۹
۴۶	ملک کی موجودہ صورت حال اور چند تشویشناک اور قابل توجہ پہلو	۱۴۲
۴۷	ہندوستانی مسلمانوں کا ایک حقیقت پسندانہ اور محتاطانہ جائزہ	۱۴۹
۴۸	یوپی کی حکومت کی اونچی ذات کی مخالفت کی پالیسی اور حکومت کی برخاستگی	۱۵۸
۴۹	احمد آباد میں آل انڈیا پرسنل لا بورڈ کا عظیم اجلاس	۱۵۹
۵۰	احمد آباد کا اجلاس پرسنل لا بورڈ	۱۶۳
۵۱	ایک عزیز رفیق و محب مولانا مرتضیٰ صاحب کی وفات	۱۹۸
۵۲	اسلام ہر دور میں قیادت و رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے	۲۰۱

www.abulhasanalinadwi.org

۵۳	رابطہ ادب اسلامی کا جلسہ منعقدہ دار المصنفین اعظم گڑھ	۲۰۸
۵۴	ایک عزیز رفیق اور اہم کارکن مولوی عبد السمیع صاحب ندوی کی وفات	۲۱۱
۵۵	ایک فاضل عزیز دوست کا انتقال	۲۱۲
۵۶	سفر حجاز اور رابطہ کی ایک اہم تقریر	۲۱۲
۵۷	آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی عاملہ کا جلسہ	۲۲۲
۵۸	ماہ مبارک اور دو عظیم حادثے	۲۲۳
۵۹	دو اہم حادثۂ وفات	۲۲۴
۶۰	ایک داعی الی اللہ و خادم دین کی وفات	۲۲۷
۶۱	مولانا مفتی ابوالسعود صاحب کی وفات	۲۲۸
۶۲	عالم اسلام اور عالم عربی کے دو جلیل القدر فضلاء اور حامیانِ دین کا انتقال	۲۲۸
۶۳	دار العلوم ندوۃ العلماء میں رواقِ عبد الحی کا افتتاح	۲۳۱
۶۴	ہندوستان کے پیمانہ پر نئے انتخابات	۲۳۶
۶۵	جنوبی ہند کا چند روزہ قیام اور دورہ	۲۴۳
۶۶	نئے وزیر اعظم صاحب مسٹر دیو گوڑا کی ملاقات کے لیے دار العلوم میں آمد	۲۵۰
۶۷	وزیر اعظم صاحب کے نام راقم کا خط	۲۵۴
۶۸	مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس ۷ر جولائی ۱۹۹۶ء دہلی	۲۵۸
۶۹	ندوۃ العلماء کا جلسہ انتظامی اور اس میں ایک اہم خطاب	۲۶۱
۷۰	وقت کے زبردست چیلنج اور ملت اسلامیہ کے لیے خطرہ کا فہم اور مقابلہ	۲۶۱
۷۱	چند وفیات	۲۶۶
۷۲	راؤ عطاء الرحمٰن خاں صاحب رائے پوری مرحوم	۲۷۲

www.abulhasanalinadwi.org

۷۳	قاضی محمد جلیل عباسی صاحب کا انتقال پر ملال	۲۷۳
۷۴	سید غلام محی الدین صاحب مرحوم	۲۷۴
۷۵	استنبول، لندن اور حجاز مقدس کا ایک طویل اور داعیانہ سفر	۲۷۷
۷۶	رابطہ ادب اسلامی اور حفلۃ تکریم کا ترکی میں انعقاد	۲۸۰
۷۷	زندگی کا ایک طویل ترین سفر	۲۸۱
۷۸	دہلی سے دبئی اور استنبول تک	۲۸۲
۷۹	استنبول کے خاص احباب ورفقاء	۲۹۵
۸۰	وزیر اعظم ترکی کے نام خط	۲۹۶
۸۱	لندن کا سفر	۲۹۹
۸۲	ایک سانحہ اور محرومی	۳۱۳
۸۳	ہندوستان واپسی اور بمبئی و دہلی کا سفر	۳۱۴
۸۴	اندور کا ایک سفر	۳۱۶
۸۵	علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی آمد دار العلوم ندوۃ العلماء اور انکے فکر انگیز اور داعیانہ خطابات	۳۱۷
۸۶	حیدرآباد میں رابطہ ادب اسلامی کا ایک تاریخی سیمینار اور دوسرے پروگرام	۳۲۲
۸۷	افتتاحی اجلاس	۳۲۵
۸۸	اختتامی نشست	۳۲۶
۸۹	علامہ سید سلیمان ندوی پر ایک مجلس مذاکرہ (سیمینار)	۳۲۸
۹۰	سفر سعادت	۳۳۳
۹۱	مدینہ طیبہ میں	۳۳۹
۹۲	جدہ کا مختصر قیام اور ہندوستان واپسی	۳۴۱

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

راقم سطور مصنّف کتاب کو "کاروانِ زندگی" کے حصّۂ ششم کو قارئین کے سامنے پیش کرتے ہوئے مسرّت بھی ہے اور حیرت بھی، مسرّت اس بات کی کہ جس کتاب کو اپنے سنّ شعور کے کچھ ہی عرصہ بعد کے شخصی، خاندانی، تعلیمی و تربیتی اور اس کے ساتھ اپنے ماحول، شہر و ملک کے اہم واقعات، رجحانات، تحریکات اور اہم شخصیتوں سے تعلّقات اور تأثرات کے ذکر سے شروع کیا گیا تھا، اور ابتدائی اور متوسّط تصنیفات کی تصنیف کے محرّکات اور اُن سے ملک اور بیرونِ ملک کے تأثر اور ردّ عمل کا ذکر کیا گیا تھا، اسی کے ساتھ حجاز مقدس کے اوّلین سفر، پھر مصر و مشرق وسطیٰ کے دورے یورپ کے پہلے سفر اور اُندلس (اسپین) کی زیارت تک کا حال، اسی کے ساتھ ہندوستان کی چند اہم دینی شخصیتوں اور قائدینِ فکر و

عمل سے روابط اور استفادہ کا تذکرہ تھا، پھر ہندوستان میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کا بھی ذکر آگیا تھا اور یہ جلد (نسبی و نسبتی پس منظر کو چھوڑ کر جس کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے) ۱۹۲۳ء سے شروع ہو کر ۱۹۶۵ء پر جا کر ختم ہوئی تھی، آج اس سلسلہ کی چھٹی جلد پیش کرنے کی مسرت و سعادت حاصل ہو رہی ہے، جس کا دائرہ ۱۹۹۴ء سے شروع ہو کر ۱۹۹۶ء کے آخر تک جاتا ہے، یہ محض توفیق الٰہی کی کرشمہ سازی ہے کہ مصنف کو اس سلسلہ کی چھ ضخیم جلدوں کے لکھنے لکھانے کی توفیق ملی، اس سلسلہ کی کسی انکشافی، اجتہادی، ادبی و تحقیقی قدر و قیمت اور امتیاز ہونے کا دعویٰ مصنف کو نہیں، لیکن اس کی انفرادیت و افادیت وہ ہے جس پر پہلی جلد کے مقدمہ میں شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، اور وہ ایک حساس، صاحبِ ضمیر، صاحبِ عقیدہ و مسلک اور ایک حد تک صاحبِ فکر و نظر مصنف کے لیے اس موضوع پر لکھنے کے لیے وجہ جواز فراہم کرتی ہے، مصنف نے جلد اوّل کے مقدمہ میں لکھا تھا:۔

"بہت سے موضوع، واقعات و حوادث، ادارے و تحریکات، اشخاص و جماعتیں ہیں جن کو صرف اپنی سوانح اور سرگزشت میں سمیٹا جا سکتا ہے، اگر ان پر مستقلاً روشنی ڈالی جائے تو ہر ایک کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہے، پھر اس کی مؤرخانہ ذمہ داریاں اور تصنیفی آداب ایسے ہیں جو ایسے بہت سے حقائق اور مغز کی بات کو سامنے آنے نہیں دیتے جو "آپ بیتی" اور خود نوشت سوانح میں بے تکلف آ سکتے ہیں، اس طرح ایک فرد کی سوانح (اگر وہ کسی خیالی دنیا میں نہیں رہتا اور خدا نے اس کو حالات و ماحول کا شعور بھی عطا فرمایا ہے اور اس سے متاثر ہونے کی صلاحیت بھی اور اس کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی لیاقت بھی) اس

www.abulhasanalinadwi.org

عہد کا مرقع اور اس کی بولتی ہوئی تصویر بن جاتی ہے، اور اس میں ایک مؤرخ کو مصنف کو بعض اوقات وہ کام کی باتیں بھی مل جاتی ہیں جو عرفی تاریخوں اور پُر جلال سوانح عمریوں میں نہیں ملتیں[1]

"اس تصنیف کا محرک یہ خیال بھی تھا کہ اپنے فکری شعور، ذہنی ارتقاء، تحریر و تصنیف کی تاریخ، اور اپنے زمانہ کے اہم واقعات و حوادث اور دعوتوں اور تحریکوں کا ذکر کرنے کے سلسلہ میں اپنے ان خیالات و افکار، مشاہدات و تأثرات اور دعوت و تحریک کو (اجمالاً و اختصاراً ہی) اور اپنی تحریروں اور کتابوں کے مرکزی نقطۂ خیال اور ان کے اہم اقتباسات کو پیش کرنے کا بھی موقع ملے گا، جو کثیر التعداد مضامین اور ان کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں (جن کی تعداد اب دو سو سے اوپر ہو چکی ہے) اور جن پر یک وقت ہر صاحبِ ذوق کی نظر پڑنی مشکل ہے[2]"

گرد و پیش کی زندگی اور خاص طور پر ممالک اسلامیہ و عربیہ و ملتِ اسلامیہ کے رجحانات و تأثرات، واقعات اور واقعات کا ردّ عمل برابر جاری ہے اور رہے گا، اور اس کے اثر سے نئی نئی اصلاحی، دعوتی، فکری اور عملی ضرورتوں کا احساس پیدا ہوتا رہے گا، اس لیے یہ سلسلہ عہد ماضی کی کسی تاریخ یا کسی سلطنت و تہذیب کی روداد کی طرح اختتام پذیر اور "حرف آخر" نہیں کہا جا سکتا۔

ان تأثرات و تجربات اور واقعات و حقائق کی روشنی میں ایک طرف حمد و شکر کے اظہار کے ساتھ کہ ربّ حکیم و رحیم نے اس کام کو جاری رکھنے کی اتنی مہلت

---

[1] کاروانِ زندگی، حصہ اوّل ص ۱۰-۱۱

[2] کاروانِ زندگی، حصہ اوّل ص ۱۲

www.abulhasanalinadwi.org

عطا فرمائی، دوسری طرف اپنے نقائص و تقصیرات، محدود علم و واقفیت اور داخلی و خارجی مؤثرات و محرکات سے کلی طور پر محفوظ نہ رہنے کے اعتراف کے ساتھ سلسلۂ "کاروان زندگی" کا یہ چھٹا حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ابوالحسن علی ندوی

۱۰ر شوال المکرم ۱۴۱۷ھ

۱۴ر فروری ۱۹۹۷ء

دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار العلوم ندوۃ العلماء کے اہتمام کے لئے نیا انتخاب

"کاروانِ زندگی" حصۂ پنجم کے آخری صفحات میں مولانا محب اللہ لاری ندوی ایم۔ اے علیگ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء کی وفات کا ذکر آچکا ہے جو ۱۴ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۴ھ (۲۹ر نومبر ۱۹۹۳ء) کا واقعہ ہے،[1] ان کی وفات سے جو جگہ خالی ہوئی اس کا پُر کرنا ضروری تھا، دار العلوم کی مجلس نظامت منعقدہ ۵ر رجب ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹ر دسمبر ۱۹۹۳ء مولانا معین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء کی پُرزور تحریک اور ڈاکٹر مولوی عبد اللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دار العلوم، اور پروفیسر محمد وصی صدیقی نائب معتمد مال[2] کی پُرزور تائید اور شرکائے مجلس کے اتفاق سے دار العلوم کے منصبِ اہتمام کے لئے مولوی سید محمد رابع ندوی کا اس منصبِ اہتمام کے لئے انتخاب کیا، اور اس کو عام طور پر پسند کیا گیا۔

عزیز موصوف کامیاب استاد، عربی زبان کے ایک ممتاز ادیب، باحث ونقاد، صاحب قلم اور مصنف ہیں، جن کی کئی تصنیف شدہ کتابیں دار العلوم کے نصاب میں داخل ہیں، عالمی رابطۂ ادب اسلامی کے نائب

---

[1] "کاروانِ زندگی" حصۂ پنجم ص ۳۱۴-۳۱۷ [2] حال معتمد مال

www.abulhasanalinadwi.org

صدر اور عجمی ممالک کے لئے ذمہ دار اور سکریٹری (ناظم) اور اس کے اہم و فعال رُکن اور مشیر و معتمد ہیں، اس کے ساتھ وہ اسلامک اسٹڈیز سنٹر آکسفورڈ یونیورسٹی کی عاملہ کے ممتاز رکن بھی ہیں، جو ہر سال اس کے سالانہ انتظامی جلسہ میں راقم کی رفاقت میں شرکت کے لئے انگلستان جاتے ہیں، چاٹگام، استنبول اور سعودی عرب کے ادب اسلامی کے جلسوں میں انھوں نے ذمہ دارانہ اور منتظمانہ کردار ادا کیا ہے، رابطہ کے ہندوستان میں ترجمان، سہ ماہی رسالہ "کاروانِ ادب" کے وہی مدیر مسئول اور روحِ رواں ہیں، ندوۃ العلماء کے عربی رسالہ "الرائد" اور ماہانہ مؤقر رسالہ "البعث الاسلامی" کے بھی اہم مضمون نگاروں میں ہیں، ندوۃ العلماء کے فکر، خصوصیات و امتیازات، اور اس کے علمی، ذہنی اور دینی مزاج کے نہ صرف حامل بلکہ اس کے داعی، ترجمان اور عملی پیکر بھی ہیں، یہ انتخاب عام طور پر پسند کیا گیا، اور دارالعلوم کے عملہ، اساتذہ، اور ذمہ داران نے اپنے اتفاق اور تعاون کا ثبوت دیا۔

"نزہۃ الخواطر" مصنفہ مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ کی نئے نام سے طباعت و اشاعت

اکثر قارئین واقف ہوں گے کہ راقم کے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی گرانقدر تصنیف "نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر" کے نام سے عرصہ ہوا دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کی طرف سے آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، یہ کتاب اپنے رقبۂ زمانی و مکانی کی وسعت و جامعیت، شخصیتوں کے امتیازات، دائرۂ عمل اور موضوع

واختصاص کی عمومیت واطلاق کے لحاظ سے ایک منفرد تصنیفی کارنامہ اور ہندوستان کے اہل کمال کا مبصرانہ ومنصفانہ تعارف ہے جو ایک فاضل اور محقق کی انفرادی کوشش کا مشکل سے نتیجہ اور کارنامہ معلوم ہوتا ہے، لیکن بقول ایک صاحبِ علم ونظر دوست[1] کے "جو کام یورپ میں "اکیڈمی" کرتی ہے وہ ایشیا اور مشرق میں کبھی "ایک آدمی" کر لیتا ہے"۔ ایسے جامع وحاوی تذکرہ وتعارف کی نظیر ترکی ومراکش سے لے کر انڈونیشیا تک (اسلامی اور عرب ممالک کی عمومیت کے ساتھ) کسی ملک میں نہیں پائی جاتی ہے، عام طور پر یا تو ایک صدی پر محیط تذکرے اور تراجم کی کتابیں لکھی گئی ہیں جیسے الدُّرر الکامنة فی أعیان المائة الثامنة، لابن حجر (آٹھویں صدی کے لئے) الضَّوءُ اللّامع فی رجال القرن التاسع للسخاوی (نویں صدی کے لئے) النور السافر فی رجال القرن العاشر للحضرمی (دسویں صدی کے اعیان وشخصیتوں کے لئے) خلاصة الاثر فی رجال القرن الحادی عشر للمُحِبّی (گیارہویں صدی سے مخصوص) سلک الدرر فی رجال القرن الثانی عشر للمرادی (بارہویں صدی سے مخصوص) ایک ایک صدی سے متعلّق ان کتابوں کے علاوہ ایک کتاب ایسی بھی ہے جو ساتویں صدی ہجری سے تیرہویں صدی ہجری کے نصف اوّل تک کے علماء واعیان کے مختصر تراجم پر مشتمل ہے، وہ علّامہ محمد بن علی الشّوکانی الیمانی (م ۱۲۵۰ھ) کی کتاب "البدر الطالع لمحاسن من بعد القرن السابع" ہے۔

یا پھر موضوع اور فن کے لحاظ سے، یا مذہب فقہی کے دائرہ میں کتابیں لکھی گئی، جیسے ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفة أعیان مذهب مالک

---

[1] مصنّف کے پُرانے رفیق درس اور دوست مولانا سید صبغة اللہ بختیاری مرحوم مراد ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

طبقات الشافعیۃ الکبری، طبقات الحنابلۃ، الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ، مذاہب، مالکیت، شافعیت، حنبلیت اور حنفیت سے انتساب اور اس میں امتیاز رکھنے والے علماء کبار کے حالات میں، یا کسی علمی میدان واختصاص کی رعایت کی نسبت سے مثلاً ادباء، شعراء، اطباء، نحویین وغیرہ کے تراجم کا مجموعہ، لیکن ایسی کتاب جو پہلی صدی ہجری سے لے کر مصنفؒ کے عہد تک اور بلا تخصیص موضوع، میدان عمل، اور جغرافی و میدانی اختصاص کے، ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک مشاہیر اور قابلِ ذکر شخصیتوں کے تراجم اور تذکروں پر محیط ہو نہیں ملتی[1]۔ کتاب میں ساڑھے[۴۵۰۰] چار ہزار شخصیتوں کے تراجم اور تذکرے ہیں۔ لیکن ایک طرف دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کے تعطّل کی بنا پر (جو ایک بڑا علمی اور اشاعتی حادثہ اور ہندوستان کی علمی قدردانی معارف پروری، اور فکری آزادی پر ایک بڑا داغ اور دھبا ہے) اس کتاب کی تازہ اشاعت مشکوک بلکہ مایوس کن ہو گئی تھی، دوسری طرف ممالک اسلامیہ وعربیہ کے مکتبات، تاریخ و تذکرۂ مشاہیر کے شائقین اور بحث و تحقیق کے میدان میں کام کرنے والوں، نیز تجارتی مکتبات کو عرصہ سے کتاب کی فراہمی کے بارہ میں شکایات تھیں اس بناء پر یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کو ندوۃ العلماء کے مطبع سے دوبارہ اپنے نام سے شائع ہونا چاہیئے جس سے ہر شائق علم اور بحث و تحقیق اور تذکرہ و تاریخ کے میدان میں کام کرنے والوں کو اس کے موضوع اور مندرجات

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "نزہۃ الخواطر" کی جلد اوّل کا مقدمہ اور تعارف اور کتاب کی خصوصیات کا بیان، یا "حیات عبدالحیؒ" میں "نزہۃ الخواطر" کا تعارف از راقم

کا بلا تکلّف اندازہ اور علم ہو جائے، چنانچہ "الإعلام بمن فی تاریخ الهند من الأعلام" کے نام سے آٹھ جلدوں میں بہتر طباعت اور اہتمام کے ساتھ اس کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا گیا،[1] اور ہندوستان کے تمام معروف کتب خانوں اور لائبریریوں کو ایک تعارفی رسالہ کے ذریعہ اس کی اطلاع دے دی گئی، یہ بھی معلوم ہوا کہ بیروت میں بھی حجاز کے ایک ناشر اس کی طباعت کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ بلادِ عربیہ کے مکتبات کو وہ آسانی سے فراہم کی جا سکے، خدا کرے جلد اس منصوبہ کی بھی تکمیل ہو جائے اور عالمِ عربی اور دنیائے اسلام کو ہندوستان کے اس شرف و امتیاز کا علم ہو اور اہل بحث و تحقیق کو اس کے ذریعہ مستند معلومات اور ہندوستان کے اہل کمال، مصلحین، مجدّدینِ دیں، علماءِ ربانیین اور محققین و مصنّفین کے ناموں اور کاموں سے واقفیت ہو۔[2]

---

[1] کتاب "دارِ عرفات" واقع رائے بریلی کی طرف سے (جو مصنّف کا وطن و مدفن ہونے کا بھی شرف رکھتا ہے) رجب ۱۴۱۳ھ (دسمبر ۱۹۹۲ء) میں چھپ کر مکمّل ہوئی، وہ مکتبۂ ندوۃ العلماء اور مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

[2] بے موقع نہ ہوگا اگر اس کا ذکر کر دیا جائے کہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب مرحوم (سابق صدر جمہوریۂ ہند) نے خود راقم سے اس کا تذکرہ کیا کہ جب وہ سرکاری دورہ پر مصر گئے تو اپنے ساتھ صرف یہ کتاب (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر ۱-۸) لیتے گئے، جب کوئی صاحبِ علم اور جویائے تحقیق ان کے پاس آتا اور ہندوستان کے علمی و دینی کردار اور علم دین کے تعلق کے بارہ میں سوال کرتا تو وہ اس کتاب کی طرف اشارہ کرتے کہ یہ کتاب دیکھ لیجیے، اس میں در پردہ یہ بھی اشارہ ہوتا کہ مصر بھی اپنے امتیاز اور علمی عظمت و شہرت کے باوجود اپنے ملک کے اہلِ کمال و مشاہیر کے تذکرہ و تعارف میں کوئی ایسی مکمّل و جامع کتاب نہیں پیش کر سکتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

دو اہم وفیات

رجب ۱۴۱۴ھ، جنوری ۱۹۹۴ء کے پہلے ہی ہفتہ میں دو ممتاز دینی شخصیتوں کی وفات کا حادثہ پیش آیا، ایک مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب مجددی کا جن کا ۲۲ رجب ۱۴۱۴ھ ۵ جنوری ۱۹۹۴ء کو بمبئی میں انتقال ہوا، دوسرے مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری صاحب کا جنھوں نے ۲۳ رجب ۱۴۱۴ھ ۶ جنوری ۱۹۹۴ء کو اپنے وطن مبارک پور میں انتقال فرمایا رحمہا اللہ تعالیٰ ورفع درجاتہما۔

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب مجددی جن کی جے پور (راجستھان) میں سکونت تھی سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک مقبول اور محترم شیخ تھے، جن کی طرف خاص طور پر گجرات (احمد آباد اور اس کے اطراف) میں رجوع اور ان سے دینی نفع تھا، مرحوم نے اپنے جد امجد مولانا شاہ ہدایت علی صاحب کے نام نامی پر جے پور میں جامعۂ ہدایت کے نام سے ایک دینی مدرسہ اور دارالعلوم قائم کیا تھا، جس کے افتتاح کی تقریب ۲۲ شوال المکرم ۱۳۹۲ھ کو منعقد ہوئی۔

شاہ صاحب مرحوم کو اس حقیر کی ذات اور دارالعلوم ندوۃ العلماء اور اس کے ذمہ داروں منتسبین سے خصوصی قرب و مناسبت تھی، اسی بنا پر انھوں نے دونوں صاحبزادوں مولوی فضل الرحیم اور مولوی ضیاء الرحیم کو دارالعلوم میں داخل کیا دونوں نے وہاں سے فراغت حاصل کی، مولوی ضیاء الرحیم نے دارالعلوم سے فراغت کے بعد جامع ازہر سے بھی فراغت کی سند حاصل کی۔

شاہ صاحب نے ایک دن فرمایا کہ مجھے کسی وقت یہ خیال ہوتا تھا کہ باوجود وطنیت، خاندان، تعلیم اور سلوک میں مشارکت واتحاد نہ ہونے کے

www.abulhasanalinadwi.org

آپ سے اتنی مناسبت اور تعلق کیوں ہے؟ لیکن اس کا یہ سن کر جواب مل گیا اور وجہ معلوم ہو گئی، کہ میرے نانا صاحب نے جن کی سکونت رامپور میں تھی اور جو بہت معمر اور ضعیف تھے، ایک دن اپنے معتقدین سے فرمایا کہ مجھے گھوڑے پر بٹھاؤ اور پکڑے رہو کہ گر نہ جاؤں، اور میرے ہاتھ میں تلوار دے دو، لوگوں نے ارشاد کی تعمیل کی، حضرت نے تلوار ہاتھ میں لے کر اس کو کئی مرتبہ ہلایا اور فرمایا کہ الحمد للہ اندازہ ہے کہ اگر سید صاحب (حضرت سید احمد شہیدؒ) تشریف لائے[1] تو میں جہاد میں ان کے ساتھ شرکت کر سکوں گا، اس سے اس مناسبت اور اتحاد کی وجہ معلوم ہو گئی، جو غیر شعوری طریقہ پر آپ کے ساتھ ہے۔

شاہ صاحب عرصہ تک بمبئی میں اسپتال میں داخل رہے، بمبئی کے قیام میں دو مرتبہ عیادت کا شرف بھی حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ مغفرت اور رفعِ درجات فرمائے، اور ان کی یادگار اور خدمت و افادہ کے اثرات کو باقی رکھے۔

دوسرا حادثہ ایک ممتاز عالمِ دین اور حدیث شریف کے استاد اور محقق و مصنف مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری کے انتقال کا ہے جو "مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح" کے مصنف مولانا عبدالرحمٰن صاحب اعظمی کے ممتاز شاگرد، تحقیق و تصنیف میں ان کے معاون اور ان کی شہرۂ آفاق کتاب "تحفۃ الاحوذی" کی تکمیل میں شریک تھے، اس روز افزوں علمی انحطاط اور خاص طور پر حدیث و

---

[1] حضرت سید صاحبؒ کے معتقدین کے ایک گروہ میں عرصہ تک یہ خیال رہا کہ حضرت کی شہادت نہیں ہوئی، آپ دوبارہ تشریف لائیں گے اور اپنے کام (جہاد فی سبیل اللہ اور اصلاحی جدوجہد) کی تکمیل فرمائیں گے، کچھ عرصہ تک صادقپور پٹنہ میں بھی یہ خیال رہا، پھر یہ خیال جاتا رہا اور حضرت کی شہادت و وفات کا یقین ہو گیا۔

سُنّت کی خدمت اور تحقیق میں تنزل کے دور میں ایک ایسے صاحب نظر و امتیاز عالم حدیث کا اٹھ جانا ایک علمی خسارہ اور حادثہ ہے رحمہ اللہ تعالیٰ وغفرلہٗ۔

مِلّی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ

صوبائی دینی تعلیمی کونسل (جس کی صدارت کا شرف ۱۹۶۱ء سے خاکسار راقم کو حاصل ہے) کے سالانہ جلسے صوبہ کے مختلف مقامات پر سال بہ سال ہوتے رہے، اور ان کا ذکر "کاروانِ زندگی" کے مختلف حصّوں میں آتا رہا ہے، اس مرتبہ ۲۸ ر اپریل ۱۹۹۴ء کو اس کا سالانہ اجلاس نجیب آباد میں ہوا جو اتر پردیش کا ایک بعید مغربی شہر ہے، جہاں اس سے پہلے شاید جانا بھی نہیں ہوا، راقم نے اپنا مطبوعہ خطبۂ صدارت "ملّی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ" کے عنوان سے پڑھا[1]، اس خطبہ کا صرف ایک پیراگراف یہاں نقل کیا جاتا ہے جو اپنے اندر ایک پیغام اور دعوتِ عمل رکھتا ہے۔

"اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کے بعد (جو اصل طاقت ہے) دُنیاوی لحاظ سے سب سے بڑی طاقت جو زندگی کے پہیے کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے، جو مختلف وقتوں میں دنیا میں تبدیلیاں لاتی رہتی ہے، پہاڑوں کو اپنی جگہ سے کھسکا دیتی ہے، دریاؤں کے رُخ کو موڑ دیتی ہے، سلطنتوں کے چراغ گُل کر دیتی ہے ایسے واقعات جن کا تصوّر بھی مشکل ہوتا ہے وجود میں لے آتی ہے، وہ انسانی فیصلہ

---

[1] یہ خطبہ "تعمیر حیات" کے شمارہ ۱۰ رمئی ۱۹۹۴ء میں مکمل طریقہ پر شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، اس فیصلہ نے بارہا افراد اور خاندانوں کی نہیں، قوموں اور انسانیت کی تقدیر بدل دی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا موقع دیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کا اظہار اور زندگی کا استحقاق ثابت کردے، باآبرو زندگی گزارنے کی مہلت لے لے، اور اس کے برعکس اپنی نااہلی، کفرانِ نعمت اور ظلم و فساد کا مظاہرہ کرکے زندگی کے حق اور اللہ کی نعمتوں سے محرومی کا فیصلہ کرالے اسی کا نام ہے تقدیر کا بدل جانا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (سورۃ الرعد-۱۱)

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا، جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتے۔

اس کے بعد ہندوستان کی ملتِ اسلامی کو، اپنے ملی تشخص کو برقرار رکھنے اور اعتقادی، و عملی دینی تعلیمی تسلسل کو ہر جگہ اور ہر زمانہ میں ممکن اور قابل عمل بنانے کی دعوت دی گئی، اور اس کے لئے ملی عزیمت اور اجتماعی فیصلہ کی ضرورت ثابت کرتے ہوئے اقبالؔ کے حسب ذیل اشعار پر خطبہ کو ختم کیا گیا۔

خودی سے مردِ خود آگاہ کا جمال و جلال
کہ یہ کتاب ہے باقی تمام تفسیریں
حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں

رابطۂ ادب اسلامی کا اجلاس جامعہ سلفیہ بنارس میں

رابطۂ ادب اسلامی کے اجلاس مختلف دینی، ادبی اور تحقیقی موضوعات کے

www.abulhasanalinadwi.org

ما تحت مختلف مقامات پر ہوتے رہے، جن میں حیدرآباد، اورنگ آباد، بھوپال چاٹگام، رائے بریلی، لکھنؤ وغیرہ شامل ہیں، جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس کے ذمہ داروں بالخصوص مولانا مختار احمد صاحب ندوی کی خواہش اور فرمائش پر ۱۰-۱۱ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۲-۲۳ اپریل ۱۹۹۴ء کو جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم بنارس میں "حدیث نبوی کے ادبی مقام وامتیازات" پر مذاکرۂ علمی (سیمینار) منعقد ہوا، جس میں دور اور قریب کے اضلاع اور علمی مرکزوں کے فضلاء و اہل علم نے شرکت کی، حاضرین کی تعداد اچھی تھی، مقالہ نگاروں میں مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی ناظم دارالمصنفین بھی شامل تھے، جنھوں نے ایک اچھا تعارفی، تجزیاتی مقالہ بلاغت نبوی اور حدیث کے ادبی پہلو پر پڑھا، جامعہ سلفیہ اور مولانا مختار احمد صاحب ندوی کی طرف سے شہر بنارس میں ایک وسیع دعوت کا بھی انتظام کیا گیا، جس میں فکر انگیز دینی تقریریں بھی ہوئیں۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ایک اہم خطاب

راقم سطور کا عرصے سے علی گڑھ جانا اور وہاں اساتذہ اور طلباء سے خطاب کرنا نہیں ہوا تھا، کبھی جانا ہوا تو اپنے کرم فرما اور مخلص دوست ڈاکٹر ابرار مصطفی خاں صاحب کے یہاں ایک دو روز قیام رہا اور کسی محدود مقصد سفر کو پورا کر کے یا کسی تقریب میں شرکت کر کے واپسی ہو گئی، لیکن اس مرتبہ نواب مولوی عبیدالرحمٰن خاں صاحب شروانی مرحوم کے نام سے جو ہاسٹل تعمیر ہوا تھا اس کے افتتاح کی تقریب سے یونیورسٹی کے ذمہ داروں (خصوصاً وائس چانسلر

نسیم فاروقی صاحب اور پرو وائس چانسلر ابوالحسن صدیقی صاحب) کی طرف سے خاکسار کو دعوت دی گئی۔ نواب صاحب مرحوم اور (اس سے زائد) ان کے والدِ ماجد فخرِ ہندوستان نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی کی نسبت اور تعلق سے (جو والد ماجد مولانا حکیم سیّد عبدالحیؒ کے مخلص دوست، پیر بھائیؒ اور ندوۃ العلماء کی تحریک اور ادارہ کے سرپرستوں میں تھے) اس دعوت سے معذرت نہ کی جا سکی۔

اس افتتاحی تقریب کے علاوہ جس میں خطاب بھی کیا گیا یونیورسٹی کی طرف سے ایک اعزازی جلسہ اور عام خطاب کا بھی انتظام کیا گیا، جس میں یونیورسٹی کے اساتذہ، پروفیسر صاحبان اور طلبہ کی بھی ایک بڑی جماعت شریک ہوئی، ۵ مارچ ۱۹۹۴ء کو سرسیّد ہاؤس میں جو تقریر ہوئی اور جس میں یونیورسٹی کی وسیع نمائندگی تھی، اس کا ایک اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے:۔

"آپ کو معلوم ہے کہ سرسیّد احمد خاں مرحوم کے خاندان کو سیّد احمد شہیدؒ سے عقیدت اور محبّت کا تعلق تھا، علاوہ سیادت کے رشتہ کے میری معلومات یہ ہیں کہ ان کی والدہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے بیعت تھیں، اور یہ سید احمد نام انھیں نے اپنے پیر کے نام پر رکھا، ان کے والد شاہ غلام علی صاحب کے مرید تھے، میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نظر اور ان کی توقعات اس میں ہرگز محدود نہ تھیں کہ اس تعلیم گاہ سے وہ لوگ نکالے جائیں جو اسامیوں کے قابل ثابت ہوں، ان کو عہدے دیئے جائیں، وہ اپنے محدود

خاندانوں کی پرورش کریں، اور اچھی طرح کھائیں پئیں، اور زندگی گزاریں، وہ ایسی نسل پیدا کرنا چاہتے تھے جو قیادت کرے، یہی وجہ تھی کہ آپ کی یونیورسٹی نے ملّتِ اسلامیہ ہندیہ کو بلکہ برِصغیر ہند کو وہ افراد دیئے جن کی مثال نہیں ملتی، مولانا محمد علی جوہر اور ان کی قربانیاں، مولانا ظفر علی خاں کی ذکاوت اور ان کی شاعری، اور وہ لوگ جنھوں نے بعض سیاسی انقلابی کام کیئے ہیں، ان لوگوں نے وہ کام کیۓ جو اس وقت ناممکن سمجھے جاتے تھے، اس کے علاوہ مفکّرین مصنّفین اور انگریزی پر قدرت رکھنے والے اور دانش گاہوں کے چلانے والے نکلے۔

میں یہ عرض کروں گا کہ اب آپ ایسے طبقہ کو پیدا کریں جس کی طرف نگاہیں اٹھیں، یہ بات میں نے انگلستان میں بھی رہنے والے تعلیم یافتہ مسلمانوں سے کہی کہ آپ کو یہاں اس طرح رہنا چاہیئے کہ انگلیاں اٹھیں کہ یہ کون جا رہا ہے، یہ ہم سے مختلف معلوم ہوتا ہے اس کی نگاہیں پاک ہیں، اس کے خیالات پاک ہیں یہ انسانیت کا ہمدرد ہے، یہ ملک کے لئے باعثِ زینت ہے، آپ ایسے فضلاء نکالیں جو نہ صرف علمی طور پر بلکہ اخلاقی و ذہنی طور پر بھی ممتاز ہوں، یہ سمجھا جائے کہ علی گڑھ کا گریجویٹ اور علی گڑھ کا تعلیم یافتہ رشوت نہیں لیتا، وہ ناانصافی نہیں کرتا، وہ کسی خاندان اور خاندان اور قوم اور قوم کے درمیان کوئی امتیاز نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

برتتا، اسی طریقہ سے ذہنی طور پر بھی اپنا سکّہ جمائیں کوئی قوم خاص کر اس عہدِ ترقی میں، عہدِ علم وفن میں، عہدِ صحافت میں، ادبیات اور عہدِ تحقیقات میں عزت حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اپنا ذہنی سکّہ نہ جمادے، اپنا علمی تفوّق، اپنی محنت وکاوش، قوّتِ مطالعہ، اور اپنی وسیع النظری اور اخلاقی بلندی وہ دوسروں سے نہ منوالے، یہاں سے ایسے لوگ نکلیں جو علمی تحقیقی صلاحیت ہی نہیں، اخلاقی و دینی طور پر بھی ایک امتیاز رکھتے ہوں، فرائض کے پابند ہوں، لوگ کہیں کہ علی گڑھ کا بچّہ بیٹھا ہوا ہے جب نماز کا وقت آئے گا تو وہ نماز پڑھے گا، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ وہ غلط فیصلہ نہیں کرے گا، رشوت کا نام بھی نہ لینا ورنہ پھر وہاں تمہارا ٹھہرنا مشکل ہو جائے گا، یہ بات علی گڑھ کے فضلاء کے لیے تمغۂ امتیاز ہو، جیسے آگے آگے ایک جلوس چلتا ہے، اسی طرح سے نیک نامی، بلند نگاہی، اور پاکدامنی کا گویا ایک جلوس آگے آگے چلے، یہ جلوس انسانی شکل میں نہیں ہوگا، ان روایات اور تجربات کی شکل میں ہوگا جو اس کے بارہ میں کیے جا چکے ہیں[1]"۔

غازیپور کا دورہ اور اہم اجلاس

غازی پور ایک طویل اور وسیع، دینی، اصلاحی اور علمی تاریخ رکھتا ہے

---

[1] پوری تقریر "تعمیر حیات" اشاعت ۲۵ مئی ۱۹۹۴ء میں آگئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس کا تعلق حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی تحریک جہاد و اصلاح سے مستحکم اور
طویل طریقہ پر رہا ہے، اور خود حضرت سید صاحب نے وہاں کا دورہ بھی فرمایا
ہے اور اس ضلع و شہر نے آپ کی تحریک کے سلسلہ میں قربانیاں بھی دی ہیں۔

اس شہر کی طرف سے راقم اور اس کے رفقاء کو وہاں کے ایک بڑے عربی
مدرسہ کے روحِ رواں اور ذمہ دار مولانا عزیز الحسن صاحب قاسمی کی طرف سے
دعوت موصول ہوئی کہ یہ عاجز ۲۴ر اپریل ۱۹۹۴ء کو منعقد ہونے والے جلسہ میں
شرکت کرے، مدرسہ گنگا کے کنارہ واقع ہے، اور اس جگہ سے بہت قریب ہے
جہاں حضرت سید صاحب کا قافلہ اترا تھا۔

اس جلسہ میں شرکت کے علاوہ مولانا عزیز الحسن صاحب نے اس موقع
سے فائدہ اٹھاتے ہوئے "پیام انسانیت" کا بھی ایک جلسہ رکھا تھا، اس کے
لئے پہلے سے فضا ہموار کرنے کی پوری جد وجہد کی تھی، جلسہ میں شہر کے حلقۂ فکر
کے لوگ موجود تھے، اور برادرانِ وطن کے پڑھے لکھے اہم لوگوں کی بھی معتدبہ
تعداد موجود تھی، رات میں عام جلسہ تھا، جس میں حاضرین کی اتنی بڑی تعداد
تھی کہ لوگوں نے بتایا کہ عرصہ کے بعد کسی جلسہ میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوئے

غازی پور کے پروگرام سے فراغت کے بعد واپسی میں نواب فرزند علی صاحب
کے گاؤں بھڑتی میں حاضری دی، جو غازی پور اور بنارس کے درمیان سید پور
تحصیل کا ایک مردم خیز قصبہ ہے اور شیخ فرزند علی صاحب کا مولد و مسکن ہے،
نواب فرزند علی صاحب نے رائے بریلی میں حاضر ہو کر ان الفاظ کے ساتھ اپنے
جگر پارہ کو سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا تھا کہ "میری تمنا ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

اسماعیل ذبیح اللہ کی طرح راہِ خدا میں اس کی گردن پر چھری چلے"۔ اللہ تعالیٰ نے نواب صاحب کی تمنا پوری کی، اور نواب زادہ امجد علی نے سید صاحب کے ساتھ جام شہادت نوش کیا، نواب صاحب کے اعزہ سے ملتے ہوئے ہم لوگ لکھنؤ واپس ہوئے۔

ایک خاندانی حادثہ

۳۰ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ (۱۱ جون ۱۹۹۴ء) کو برادر مرحوم معظم اور جانشین پدر محترم، ڈاکٹر حکیم مولوی سید عبد العلی صاحب مرحوم (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی بڑی صاحبزادی سیدہ حمیرا (زوجہ عزیز القدر سید محمد مسلم حسنی) کا لکھنؤ میں جہاں وہ علاج کے لئے مقیم تھیں، ایک مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا اور یکم محرم الحرام ۱۴۱۵ھ (۱۲ جون ۱۹۹۴ء) کو دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، غفر اللہ لها ورفع درجاتها۔

عزیزہ مرحومہ اپنے والد ماجد ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ کی وہ خوش نصیب دختر تھیں جن کو راقم کے والد بزرگوار اور ان کے جد نامدار، فخر ہندوستان وفخر عہد مولانا حکیم سید عبد الحی صاحبؒ نے دیکھنے کی مسرت حاصل کی، ان کی زندگی میں مرحومہ کی ولادت ہوئی اور انھوں نے ان کی شفقتیں اور دعائیں پائیں، اور ان کی برکتیں حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تین فرزند عطا فرمائے سید حسن حسنی، سید حسین حسنی اور ڈاکٹر سید احمد حسنی سلمہم اللہ تعالیٰ اور دو صاحبزادیاں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مکمل مسلمان اور مکمل اسلام

مسلم پرسنل لا بورڈ اور بعض دوسری تنظیموں نے اصلاح معاشرہ کی تحریک شروع کی جو وقت کی ایک اہم ضرورت اور دینی و اصلاحی دعوت و جدوجہد ہے۔ خود ہندوستان کے مسلم معاشرہ میں (غیر مسلم اکثریت کے پڑوس اور اثر سے) علماء کے تدریس و وعظ کے محدود دائرہ اور دوسرے اہم مقاصد میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے مسلم معاشرہ میں (خاص طور پر شادی بیاہ کے موقعوں پر) اسراف، نمائش، زیادہ سے زیادہ جہیز کے مطالبہ و توقع، نام و نمود، مظاہروں اور رسموں کی ایسی بدعات داخل ہو گئی تھیں جنھوں نے نکاح کے فریضہ کی تکمیل کو ایک "ہفت خواں" سر کرنے اور ایک نمود و نمائش کے مظاہرہ کے مرادف بنا دیا تھا، ضرورت تھی کہ ہندگیر پیمانہ پر اس کے خلاف ایک مہم شروع کی جائے اور نکاح و ازدواج کے اسلامی فریضہ اور ضرورت کو اسلامی و شرعی اور مسنون طریقہ پر ہی ادا کرنے کی پُرزور دعوت دی جائے۔

ندوۃ العلماء کے مقاصد میں اصلاح رسوم اور اصلاح معاشرہ کی تحریک بھی شروع سے شامل تھی، دار العلوم کے ذمہ داروں بالخصوص مہتمم دار العلوم مولوی سید محمد رابع حسنی ندوی کی تحریک و دعوت پر ۲۰؍ جولائی ۱۹۹۴ء کو دار العلوم کے اندر بھی "اصلاحِ معاشرہ کانفرنس" کا انتظام کیا گیا، اس میں بڑی تعداد میں طلباء اور بیرونِ لکھنؤ اور لکھنؤ کے عوام و خواص شریک ہوئے۔

راقم نے اس اجلاس میں ایک واضح اور طاقتور تقریر کی جس کا عنوان تھا

www.abulhasanalinadwi.org

مکمل مسلمان اور مکمل اسلام"، جس میں دعوت دی گئی کہ سو فیصدی مسلمانوں کو سو فیصدی اسلام پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت اور قرآنی دعوت و تاکید ہے، اور یہی جاہلیت اور اسلام کا فرق ہے، اس میں عقائد بھی داخل ہیں، فرائض دینی بھی اور فرائض زندگی بھی، اور تمدن و معاشرہ بھی، نہ دین میں استثناء ہے نہ مسلمانوں میں استثناء اور نہ زمانہ و ملک میں استثناء، اس کے لئے سورہ بقرہ کی آیت پڑھی۔

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا — اے ایمان والو اسلام میں سارے کے
فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا — سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے
خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ إِنَّهُ لَکُمْ — قدموں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا
عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (البقرۃ: ۲۰۸) — صریح دشمن ہے۔

زندگی پر اس کی تطبیق کی، جو عام فہم اور ناقابلِ انکار قرآنی دعوت اور دینی تفہیم و تشریح ہے، اور الحمدللہ اس کے اچھے اثرات ہوئے۔[1]

ایک دینی تعلیمی کارکن اور دوست کی وفات

بھٹکل شمالی کنارہ (کاروار ڈسٹرکٹ) کے عربی النسل، شافعی المذہب، مسلمان شرفاء اور اہلِ دین کا اہم علاقہ ہے اور جس کا دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تعلیمی و تبلیغی تعلق عرصے سے چلا آرہا ہے، ایک خط سے اچانک یہ معلوم کرکے بڑا افسوس اور ایک تعلیمی و دینی حادثہ کا احساس ہوا کہ ہمارے قدیم دوست اور دینی کارکن الحاج محی الدین منیری صاحب کا ۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ، ۳۰ اگست ۱۹۹۳ء کو

[1] یہ تقریر "تعمیر حیات" کے شمارہ ۱۰ اگست ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی، اور الگ رسالے کی شکل میں بھی طبع ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

انتقال ہوگیا، وہ جنوبی ہند کے ایک بڑے مستعد، فرض شناس اور متوازن ذہن کے کارکن تھے، جامعہ اسلامیہ بھٹکل اور جامعۃ الصالحات کے ناظم تھے اور ان کی تاسیس میں بنیادی حصہ تھا، وہ عرصہ تک انجمن خدام النبی ممبئی کے ایک اہم کارکن اور محب محترم خادمِ ملت الحاج احمد غریب صاحب مرحوم کے معاون و رفیق کار تھے، اور اسی وقت سے ان سے تعارف و تعلق تھا، اسی زمانہ میں وہ لکھنؤ بھی آگئے اور کچھ دن ادارہ تعلیمات اسلام میں ٹھہرے اور استفادہ کیا، پھر راقم کی معیت میں نظام الدین کے مرکز تبلیغ بھی گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہنی توازن، حقیقت پسندی اور انتظامی صلاحیت کا جوہر عطا فرمایا تھا، اور ان کی وجہ سے جامعہ اسلامیہ بھٹکل ترقی کر رہا تھا، ان کے خسر خواجہ بہاء الدین اکرمی ندوی بھٹکل کے ممتاز صاحب علم و مطالعہ شخصیت، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل اور راقم کے رفیق درس تھے، ان کی کتاب "عرب و دیار ہند" ایک اچھی تاریخی و تحقیقی کتاب ہے۔

زندگی کا ایک طویل سفر اور مختلف ملی و علمی تقریبات میں شرکت

۲۲ر اگست ۱۹۹۴ء کو راقم مولوی محمد رابع ندوی کی معیت میں آکسفورڈ کے اسلامک اسٹڈیز سنٹر کے سالانہ جلسہ انتظامی میں شرکت کے لئے لندن روانہ ہوا، وہاں سنٹر کے مشاورتی جلسہ کے علاوہ جس میں اس کے اہم ارکان شریک تھے اور جس میں سنٹر کی کارگزاری سنائی گئی اور آئندہ کام کے منصوبوں اور نقشوں پر غور کیا گیا۔ آکسفورڈ ہی میں واقع بروکس یونیورسٹی (BROOKS UNIVERSITY) کے ہال میں ۲۹ر اگست ۱۹۹۴ء کو رابطہ ادب اسلامی عالمی کا بھی ایک جلسہ تھا جس میں

www.abulhasanalinadwi.org

سعودی عرب میں رابطۂ ادب کے ذمہ داران اور اہم ارکان بھی شریک تھے اور انگلستان کے بھی متعدد عرب فضلاء اور تحقیقی کام کرنے والوں نے بھی شرکت کی۔

راقم نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ اگر آج سے پچاس برس پہلے کوئی پیشین گوئی کرتا کہ لندن یا اس کے جوار کے کسی تعلیمی مرکز اور یونیورسٹی میں ادب اسلامی پر جلسہ ہوگا جس میں مسلمان ادباء، عرب فضلاء اور مقامی پروفیسران شرکت کریں گے اور عربی میں تقریریں ہوں گی، اور دنیا کے ادب کو اسلامی، اخلاقی اور دعوتی رخ دینے اور بامقصد اور طاقتور اسلامی ادب پیدا کرنے اور اس کو فروغ دینے کی گفتگو کی جائے گی، تو لوگ ایسا کہنے والے کے چہرہ کو دیکھتے کہ وہ ہوش میں ہے یا نہیں؟ کہاں یورپ لندن، آکسفورڈ اور کیمبرج اور کہاں ادب اسلامی اور ادب اخلاقی وروحانی کی بات چیت اور اس کے مشورے اور منصوبے لیکن اللہ کی قدرت ہے، موضوع کی افادیت واہمیت اور زمانہ کا انقلاب کہ یہ ناقابل قیاس بات وجود میں آئی اور یہ بظاہر ناممکن کام ایک واقعہ بن کر سامنے آیا، ولِلّٰہ الأمر من قبل ومن بعد۔

اس نشست کے علاوہ جس میں ادب اسلامی اور اخلاق آموز اور خادم انسانیت ادب پر تقریریں کی گئیں ایک نشست مشاعرہ کی بھی ہوئی جس میں متعدد عرب فضلاء نے اپنا کلام سنایا۔

پہلی نشست کے اختتام پر جب یہ راقم باہر جانے کے لئے دروازہ سے نکلا تو وہاں تین چار عرب نوجوان کھڑے تھے جو غالباً انگلستان کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پاتے تھے یا تحقیقی کام کر رہے تھے، ان میں سے ہر ایک نے مصافحہ کرتے

www.abulhasanalinadwi.org

وقت کہا "نحن من تلامیذ "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" ہم ماذا خسر العالم کے مستفیدین میں سے ہیں، قدرتاً اس پر خوشی ہوئی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ کتاب پڑھی گئی اور اس سے فائدہ اٹھایا گیا۔

رابطۂ عالم اسلامی مکۂ مکرّمہ کا ایک اہم اجلاس اور اس میں اظہارِ خیال

اسلامک اسٹڈیز سنٹر کے اجلاس سے فارغ ہو کر سلطنت مغربی مراکش کے اقصائے مشرق میں واقع شہر وجدہ کے سفر کا پروگرام تھا، جہاں رابطہ ادب اسلامی کا ایک جلسہ ہونا تھا، جس میں شرکت کے لئے وجدہ یونیورسٹی کے ادب کے پروفیسر ڈاکٹر حسن امرانی وعدہ لے چکے تھے، وہ عرصہ سے وجدہ میں آنے اور ادب اسلامی پر تقریر و اظہار خیال کرنے کے لئے اصرار کر رہے تھے، ان کے اصرار سے مجبور ہو کر راقم اور اس کے رفیق عزیز مولوی محمد رابع ندوی نے وعدہ کر لیا تھا اور اس کی تاریخیں بھی مقرر ہو گئی تھیں۔

لیکن اچانک رابطہ عالم اسلامی مکۂ مکرّمہ کی طرف سے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا جو قاہرہ میں آبادی اور انسانی ترقی کے عنوان سے ہونے والی کانفرنس میں پاس کی ہوئی ان تجاویز کے بارہ میں (جن کے متعلق خطرہ تھا کہ وہ اسلامی روح، دینی تعلیمات اور مسلمانوں کے ملی تشخص کے لئے خطرناک ہوں، اور امریکا اور اسرائیل کی اس خطرناک مہم کے لئے راستہ ہموار کریں، جو "بنیاد پرستی"[1] کے خلاف

---

[1] یہ اصطلاح امریکا ہی کی چلائی ہوئی ہے جو "FUNDAMENTALISM" کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور اس کا مقصد مسلم ممالک کو اسلامی تعلیمات اور دینی حمیت سے دور کرنے اور اسلام کے غلبہ کی کوشش سے دست بردار ہونے کی ایک خطرناک سازش ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

وہ چلا رہے ہیں) رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے جو عالم اسلام کا ایک باثر اور وسیع نمائندہ ہے اپنا طرزِ عمل متعین کرے اور ان تجاویز و اقدامات کے بارے میں، مرکزِ تعلیماتِ اسلام اور حمیّتِ اسلامی ممالک کے ردِّ عمل اور تاثر کا اظہار کرے۔

راقم اور اس کے رفیق مولوی محمد رابع وجدہ جانے کے لئے تیار بیٹھے ہوئے تھے کہ رابطہ کے سکریٹریٹ کی طرف سے اس اجلاس کے لئے پرزور دعوت آئی، راقم نے عملی شرکت سے معذرت کی اور ایک مضمون تیار کر دیا جو اس اجلاس میں پڑھا جائے، لیکن رابطہ کے ذمہ دار اس پر تیار نہیں ہوئے اور انھوں نے بار بار ٹیلیفون کے ذریعہ عملی شرکت کی دعوت دی، خاص طور پر رابطہ کے سکریٹری اور محبِّ قدیم شیخ محمد ناصر العبودی نے اصرار جاری رکھا، ان سے یہ عذر بھی کیا گیا کہ سعودی ایرویز میں اس تاریخ کو سفر کرنے کے لئے کوئی نشست خالی نہیں، انھوں نے وہاں سے پیغام بھیج کر ہم تینوں (راقم، عزیزی محمد رابع، اور رفیق مکرم عثمان صاحب) کی نشستیں محفوظ کرا دیں، اب کوئی عذر باقی نہیں رہا، مکہ مکرمہ کے سفر کا عزم اور فیصلہ کر لیا گیا، یہ طے کر لیا گیا کہ صرف دو روز مکہ مکرمہ میں قیام کیا جائے پھر وہیں سے وجدہ کے لئے روانگی ہو، وجدہ سے حجاز کے لئے رختِ سفر باندھا جائے، وہاں سے پہلے مدینہ طیبہ حاضری ہو اور مکہ معظمہ میں عمرہ کر کے ہندوستان واپسی ہو۔

اس نظامِ سفر کے مطابق ۲ر ستمبر کو احرام باندھ کر مکہ معظمہ کو روانگی ہوئی ۳ر ستمبر کو رابطہ کے جلسہ میں شرکت کی، وہاں رابطہ کے اہم ارکان بالخصوص صدر

رابطہ عالم جلیل شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، شیخ عبداللہ ترکی اور دوسرے ارکان رابطہ کے علاوہ مصر کے عظیم عالم دین اور سابق وزیر اوقاف شیخ متولی شعراوی بھی موجود تھے، ان کے علاوہ مختلف ممالک کے آئے ہوئے متعدد اہم ارکان بھی تھے، راقم نے اپنا مضمون پڑھا، چونکہ وہ اس سازش کے پس منظر میں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چل رہی ہے اہم حقائق پر مشتمل تھا اس لئے کا خلاصہ درج کیا جارہا ہے:۔

"یہودیوں نے پہلے سے طے کردہ منصوبہ کے تحت ایک سازشی تحریک کا جو نظام عمل پروٹوکول (PROTOCOL) تیار کیا جو صہیونیوں کے دستاویزات میں ملتا ہے) اس میں صاف صاف یہ کہا گیا ہے کہ انسانی نسل کو اخلاقی و معنوی طور پر اتنا بگاڑ دینا ہے کہ نسل انسانی کی معنوی طاقت جواب دے جائے اور یہود کو اپنی برتری قائم رکھنے کا آزادانہ موقع ملے۔

دنیا شطرنج کی ایک ایسی بساط بن جائے جہاں یہود کو ایک مہرے کو ہٹا دینے اور اپنے مفاد کے مطابق دوسرے مہرے کو بٹھا دینے کا آزادانہ موقع ملے، یہ بات ان کی کتابوں میں واضح طریقہ پر موجود ہے[1]، اس سازشی منصوبہ کا سب سے بڑا نشانہ مسلمان ہیں۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہودی مذہب اور عیسائی مذہب دونوں ایک دوسرے سے متضاد ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ کو

---

[1] ملاحظہ ہو مثلاً تلمود کے صحیفے اور "پروٹوکولات حکماء صہیون"۔

www.abulhasanalinadwi.org

الوہیت تک پہنچاتے ہیں، اور یہودی ان کے اخلاق، کردار اور شرافتِ نسبی کو مجروح کرتے ہیں، لیکن مسلم دشمنی میں دونوں مذاہب کے ماننے والوں کے سیاسی قائدین اس وقت متحد ہوکر ایک ہو گئے ہیں، اس وقت یہودیوں کا شاطر دماغ اور عیسائیوں کا سیاسی وعسکری تفوق دونوں ایک ساتھ ہوکر مسلمانوں بلکہ پوری نسلِ انسانی کے دشمن بن گئے ہیں اور یہ عیسائی یہودی مشترکہ سازش ہے۔

مسلمانوں کی گزشتہ تاریخ میں ایک بڑا فتنہ صلیبی حملوں کا تھا لیکن اس کے پاس کوئی انقلابی یا اعتقادی وفکری منصوبہ نہ تھا، اس کو مخلص مسلمان قائدین نے (جن کے سرگروہ السلطان المظفر صلاح الدین ایوبی تھے) شکست دی، دوسرا جب تاتاریوں نے عالم اسلامی پر حملہ کرکے مسلم ممالک کو تاراج کر دیا تھا، وہ بھی صرف ایک عسکری ونسلی طاقت تھی نہ وہ کوئی بنیادی تمدن وتہذیب رکھتے تھے نہ زندگی کا کوئی نیا نقشہ اور منصوبہ ان کے پاس تھا، قدرتِ خداوندی کہ تاتاری اسلام سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اسلام اور مسلمانوں کے پاسبان بن گئے۔

لیکن موجودہ مغربی طاقتوں نے یہ سمجھ کر کہ طاقت کے بل بوتے پر اس اُمت کو ختم نہیں کیا جا سکتا اب دینی، معنوی، واخلاقی طاقت کو ختم کرکے اس اُمت کی طاقت کو توڑنے کا منصوبہ بنایا

www.abulhasanalinadwi.org

رابطہ عالم جلیل شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، شیخ عبداللہ ترکی اور دوسرے ارکان رابطہ کے علاوہ مصر کے عظیم عالم دین اور سابق وزیر اوقاف شیخ متولی شعراوی بھی موجود تھے، ان کے علاوہ مختلف ممالک کے آئے ہوئے متعدّد اہم ارکان بھی تھے، راقم نے اپنا مضمون پڑھا، چونکہ وہ اس سازش کے پس منظر میں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چل رہی ہے اہم حقائق پر مشتمل تھا اس لئے کا خلاصہ درج کیا جارہا ہے:۔

"یہودیوں نے پہلے سے طے کردہ منصوبہ کے تحت ایک سازشی تحریک کا جو نظام عمل پروٹوکول (PROTOCOL) تیار کیا جو (صہیونیوں کے دستاویزات میں ملتا ہے) اس میں صاف صاف یہ کہا گیا ہے کہ انسانی نسل کو اخلاقی ومعنوی طور پر اتنا بگاڑ دینا ہے کہ نسل انسانی کی معنوی طاقت جواب دے جائے اور یہود کو اپنی برتری قائم رکھنے کا آزادانہ موقع ملے۔

دنیا شطرنج کی ایک ایسی بساط بن جائے جہاں یہود کو ایک مہرے کو ہٹادینے اور اپنے مفاد کے مطابق دوسرے مہرے کو بٹھا دینے کا آزادانہ موقع ملے، یہ بات ان کی کتابوں میں واضح طریقہ پر موجود ہے[۱]، اس سازشی منصوبہ کا سب سے بڑا نشانہ مسلمان ہیں۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہودی مذہب اور عیسائی مذہب دونوں ایک دوسرے سے متضاد ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ کو

---

[۱] ملاحظہ ہو مثلاً "تلمود کے صحیفے اور "بروتوکولات حکماء صہیون"

گیا، اور امریکہ کے اثرات مؤتمرات و ذرائع ابلاغ اور متحدہ اقوام کے ذریعہ سے یہ کام کرایا جارہا ہے"

اجلاس کے اختتام پر تجاویز پاس کی گئیں جن میں مسلمان ممالک کی حکومتوں کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اس سازش کو ناکام بنانے کی تدبیریں کریں اور ان منصوبوں اور سازشوں کو، جو اخلاق و مذہب کو ختم کرنے والی ہیں، رد کریں، اور اجلاس اتفاق عام اور خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

وجدہ کا سفر اور مدینہ طیبہ کی حاضری

اس اجلاس میں شرکت اور عمرہ ادا کرنے کے بعد دو روز مکہ معظمہ میں قیام کر کے جدہ سے ۴ ستمبر کو کاسابلانکا (الدار البیضاء) کی طرف (اس نیت کے ساتھ کہ وہاں سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کا مستقل سفر کیا جائے گا اور حاضری دی جائے گی) اپنے دونوں رفیقوں کے ساتھ روانگی ہوئی، کاسابلانکا ایک رات قیام کر کے وجدہ کی طرف پرواز کی جہاں تین روز (۲۹ ربیع الاول تا ۲ ربیع الثانی ۷۔ ۹ ستمبر ۱۹۹۴ء) قیام رہا، ادب کے سیمینار میں شرکت اور تقریر کی، جس میں یونیورسٹی کے پروفیسران اور شائقین علم و ادب شریک تھے، شہر کی دو ممتاز مسجدوں میں بھی راقم کا دینی خطاب رہا۔

وجدہ میں وہاں کے رہنے والوں نے ایسے تعلق، عقیدت و محبت اور اپنائیت کا ثبوت دیا جس کا تجربہ کم مقامات پر ہوا ہے، شاید اس میں اس کو بھی دخل تھا کہ مراکش اور مغرب اقصیٰ کے اس قطعہ اور نواح میں حسنی خاندان اور حسنی نسبت کا

www.abulhasanalinadwi.org

بڑا اثر رہا ہے اب بھی حکمراں خاندان حسنی نسبت رکھتا ہے۔

لوگ اپنے گھروں میں برکت و دعا کے لئے لے جانا چاہتے تھے، جب ایسا ممکن نہیں ہوتا تھا تو خواتین اپنے بچوں کو لے کر قیام گاہ پر آجاتی تھیں اور دعا کراتی تھیں۔

وجدہ سے کاسابلانکا کو ۱۰ ستمبر کو روانگی ہوئی، وہاں ایرپورٹ ہی پر ایک گھنٹہ قیام کرکے ریاض روانگی ہو گئی، رات عثمان بھائی کے گھر میں جو ایرپورٹ کے قریب ہی تھا قیام کرکے ۱۱ ستمبر کو صبح مدینہ طیبہ روانگی ہوئی، جہاں چھ روز قیام رہا، مدینہ منورہ کی "النادی الأدبی" کے ایک جلسہ میں جو ۱۲ ستمبر کی شام میں منعقد ہوا اور جس میں خلاف توقع ادباء و اساتذہ و مقررین شہر کی اچھی تعداد تھی جلسہ گاہ بھی وسیع اور پرفضا تھا، شرکت کی، جہاں ادب اسلامی پر تقریریں ہوئیں راقم نے اقبال پر تقریر کی جس میں بتایا کہ ادب انسانی معاشروں کو صحیح رخ دینے میں کیا کردار ادا کرسکتا ہے، پھر اس تقریب سے واضح کیا کہ علامہ اقبال نے ہندوستانی مسلمانوں میں خود شناسی، خود اعتمادی اور اسلام سے وابستگی و افتخار کے سلسلہ میں کیا کردار ادا کیا، اس سلسلہ میں کہا گیا کہ ہندوستان کی سرزمین أکالة الأمم سمجھی اور کہلاتی تھیں، جو مذاہب، تمدّنوں، تہذیبوں، اور فلسفیوں کو تحلیل کرکے اپنے اندر جذب کرلیتی تھی، لیکن تنہا جو دین، تہذیب و معاشرہ اس تحلیلی عمل سے (بڑی حد تک) محفوظ رہا وہ اسلام ہے، جس نے اپنی خصوصیات اور انفرادیت صدیاں گزر جانے کے بعد بھی قائم رکھی،، اس میں ان مجدّدین، مصلحین اور داعیوں کا بڑا حصّہ ہے جو یہاں پیدا ہوئے آخر میں جدید تعلیم یافتہ

www.abulhasanalinadwi.org

طبقہ میں جس نے اس تشخص اور اسلام پر افتخار کے جذبہ کے باقی رہنے میں مدد کی وہ علامہ اقبالؔ کی شاعری اور ان کا فکر وادب ہے۔

مدینہ طیبہ میں اپنے جدّہ کے عزیز میزبان الحاج محمد نور ولی کے فرزند ارجمند کی اس منزل میں قیام رہا جس میں ان کی دوکان ہے، نمازوں کے اوقات میں مسجد نبوی کی حاضری اور سلام پیش کرنے کا شرف حاصل ہوتا رہا اور کوئی دوسری مصروفیات نہیں رہیں۔

مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ روانگی ہوئی جہاں چار روز قیام رہا، عمرہ کیا اور وہاں سے ۱۱؍ستمبر کو بمبئی روانگی ہوئی اور وہاں چند روز آرام کیا۔

سورت کا عظیم طاعون

تقدیری بات ہے کہ ستمبر ۱۹۹۴ء کی ان تاریخوں میں بمبئی ہی میں اپنے مخلص میزبان غلام محمد صاحب (محمد بھائی) کے یہاں قیام تھا کہ سورت میں جو مہاراشٹر ہی کا ایک قدیم تاریخی شہر اور تجارتی مرکز ہے اور جس کی ایک شاندار اسلامی تاریخ بھی ہے اور وہ کسی زمانہ میں حال کے بمبئی کی طرح مسافرین حرم اور قاصدین حج کے بحری سفر کی بندرگاہ بھی تھی[1] ایک عظیم اور مہیب طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی، جس کی قربِ مکانی اور وہاں کے بعض خاندانوں کی بمبئی

---

[1] سورت کے اسلامی عہد کی تاریخ اور اس کی خصوصیات کے لئے ملاحظہ ہو حقیقۃ السورت (عربی) اور گلدستہ صلحائے سورت" تصنیف شیخ بہادر عرف شیخو میاں اور "رہنما و ایام" (تاریخ گجرات) از مولانا حکیم سید عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں رہائش کی وجہ سے تفصیلی اطلاع روزانہ ملتی تھی، سورت فرقہ وارانہ فساد اور مسلم آزاری بلکہ مسلم دشمنی اور شرمناک دست درازیوں اور تعدیوں کا ایک بڑا مرکز رہا ہے، بابری مسجد کی شہادت میں بھی اس کالاتور کی طرح (جس کے زلزلہ کی تفصیل گزر چکی ہے) بڑا حصہ رہا ہے، سورت ہی کے ایک صاحب علم شخصیت کے مکتوب کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو ۳۰ ستمبر ۱۹۹۴ء کو لکھا گیا ہے۔

"طاعونی شکل میں بیماریاں انھیں علاقوں میں ہیں اور انھیں لوگوں کا صفایا ہو رہا ہے جنھوں نے بابری مسجد کو شہید کروایا، یا سورت کے فساد میں جن جن لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ ظلم و زیادتی اور بہیمانہ سلوک کر کے ماں بہنوں کو بے پردہ کیا اور بے عزتیاں کیں، لاکھوں آدمی سورت شہر چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں، شہر میں عجیب سماں ہے جو زندگی میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، علاقے کے علاقے سنسان و وحشت ناک بنے ہوئے ہیں، مسلمان الحمد للہ محفوظ ہیں" [1]

بعض تحریروں میں یہاں تک آیا ہے کہ "غیر مسلم لگ بھگ پانچ ہزار سے اوپر مرے ہیں اور تقریباً سات، آٹھ لاکھ آدمی سورت چھوڑ کر جا چکے ہیں، کام دھندہ لگ بھگ بالکل ٹھپ ہے۔۔ سرکاری اسپتال کی بھی بری حالت ہے، دو ایک مسجدیں ویران ہو گئیں تھیں، اب اس جگہ کے غیر مسلم آکر ہاتھ جوڑتے ہیں

---

[1] مکتوب مولوی مجیب اللہ صاحب بستوی جامعہ حسینیہ راندیر سورت، رسالہ "الرشاد"، اعظم گڈھ نومبر ۱۹۹۴ء۔

www.abulhasanalinadwi.org

کہ آکر مسجد میں اذان نماز قائم کرو۔"[1]

بعض بیانات میں تو یہاں تک آیا ہے کہ "طاعون سے متأثرہ علاقوں سے لوگوں کے ٹولہ کے ٹولہ قبرستان میں آکر قبروں کے پاس کھڑے ہو کر معافی مانگتے ہیں اور راندیر میں عالموں کے پاس قرآن مجید کی آیتوں کا تعویذ لینے کے لئے ٹوٹے پڑتے ہیں"[2]

سورت کے اس طاعون کی خبر اور اس کی عالمگیر اشاعت کی بنا پر ہندوستان اور دوسرے ممالک کے درمیان ہوائی پروازوں پر بھی پابندی عائد کر دی گئی، اس کی عالمگیر شہرت ہوئی، لیکن اس سے جو سبق اور عبرت حاصل کرنی چاہیئے تھی وہ حاصل نہیں کی گئی اور قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر ظاہر ہوئی۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ	اور کتنی نشانیاں زمین وآسمان
وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ	میں ہیں جن کے پاس سے لوگ
عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ٥ (یوسف: ۱۰۵)	منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

پیام انسانیت کا ایک جلسہ اور پیام

۹؍اکتوبر ۱۹۹۴ء کو لکھنؤ میں ایک اہم جلسہ وسیع ہال سہکارتا بھون میں ہوا، جس میں ہندو مسلمانوں کا ایک وسیع اور منتخب مجمع جمع ہوا اور وہاں "پیام انسانیت" کے موضوع پر تقریریں کی گئیں، پورا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور باہر

---

[1] مکتوب نور الہدیٰ صاحب سورت "الرشاد"، ۲؍نومبر ۱۹۹۴ء

[2] رسالہ "الرشاد"، ۲؍نومبر ۱۹۹۴ء

www.abulhasanalinadwi.org

بھی بڑی تعداد میں لوگ تھے، سامعین اور مقررین میں یوپی کے گورنر مسٹر موتی لال وورہ صاحب، اور مرکزی وزیر راجیش پائلٹ صاحب موجود تھے۔[1] راقم کی تقریر کا عنوان و پیام تھا کہ اس وقت ملک کو بربادی سے بچانے کے لئے دیوانوں کی ضرورت ہے، اس نے اپنی تقریر کا آغاز قرآن مجید کی اس آیت سے کیا جو ایک چونکا دینے والی بلکہ انسانیت کو جھنجھوڑ دینے والی آیت ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ
مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوْا بَقِيَّةٍ
يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ
فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ
أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا
أُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا
مُجْرِمِيْنَ ۝
(ہود: ۱۱۶)

جو اُمتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں
ان میں سے ایسے باشعور انسان کیوں
نہ ہوئے جو ملک میں خرابی پھیلانے
سے روکتے، ہاں ایسے تھوڑے سے
تھے جن کو ہم نے ان میں سے مخلصی
بخشی، اور جو ظالم تھے انھیں باتوں
کے پیچھے لگے رہے جن میں عیش و آرام
تھا اور وہ گناہوں میں ڈوبے
ہوئے تھے۔

تقریر کے عنوانات[2] سے تقریر کا خلاصہ اور اس کی روح سمجھ میں آسکتی ہے، جب انسانی نسل خودکشی پر آمادہ تھی، انسانیت کے محسن، جغرافیائی نقشہ کے بجائے

[1] جلسہ عزیز گرامی پروفیسر محمد یونس نگرامی کی دعوت و انتظام میں منعقد ہوا، انھیں نے خطبۂ استقبالیہ پڑھ کر سنایا جس کا عنوان تھا "بیواؤں کی آہ و کراہ اور یتیموں کی ڈبڈبائی آنکھیں سوالی ہیں"

[2] پوری تقریر رسالہ "تعمیر حیات" ۲۵ر اکتوبر ۱۹۹۳ء میں آئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اخلاقی نقشہ اور اس ملک کو دیوانوں کی ضرورت ہے، ملک ہے تو سب کچھ ہے، انسانیت کی محبت، ایثار و قربانی اور استغناء کی دولت، اس ملک کو ڈوبنے سے بچائیے، اصل ہے انسانی ضمیر اور اخلاقی اصول، زمانہ آپ کا منتظر ہے، مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

اخلاقی نقشہ کے عنوان کے تحت عرض کیا گیا کہ اگر ممکن ہوتا تو ہندوستان کے جغرافیائی نقشہ کے بجائے جس میں یہاں دریا اور پہاڑ دکھائے گئے ہیں ایسا نقشہ پیش کیا جاتا جس میں دولت پرستی، نفس پرستی انسان آزاری انسان کشی کو بجائے بلند پہاڑوں کے اور وسیع دریاؤں کے دکھایا جاتا اور جس سے معلوم ہوتا کہ یہ بیماریاں اور عیب کس بلندی اور وسعت تک پہنچ چکے ہیں۔

میرٹھ میں عظیم اصلاحِ معاشرہ کانفرنس

۱۳ر نومبر ۱۹۹۴ء کو میرٹھ میں اصلاح معاشرہ کی عظیم کانفرنس منعقد ہوئی اس کے اہم داعی اور منتظم مولانا محمد عبد اللہ مغیثی سہارنپوری مہتمم جامعہ اسلامیہ عربیہ گلزار حسینیہ اجراڑہ تھے، کانفرنس میں بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے، مندوبین کا اجلاس بھی بڑا کامیاب رہا اور ساڑھے تین گھنٹے پوری یکسوئی کے ساتھ علماء و قائدینِ ملت کے خطابات و بیانات سُنے گئے اور ان کا اثر لیا گیا، مولانا محمد عبد اللہ مغیثی نے اس اہم کانفرنس کو بامقصد اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے تجویز رکھی کہ قصبات اور دیہاتوں کی سطح پر چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں قائم کی جائیں اور بذات خود اپنی شادی بیاہ میں اسراف و فضول خرچی سے مکمل اجتناب کیا جائے، جمعہ کے دن مساجد میں خلاف شرع امور پر بیان کا اہتمام کیا جائے، اور ضلعی سطح پر اصلاح معاشرہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

جلسے منعقد کیے جائیں، عصر کے بعد پریس کانفرنس رکھی گئی جس میں مسلم اور غیر مسلم بڑی تعداد میں شریک ہوئے، راقم نے وہاں "پیام انسانیت" کا پیغام دیا، اور مطلوبہ جہیز نہ لانے پر دلہن کو جلا دینے پر سخت استعجاب اور ملامت کا اظہار کیا، اور صحافیوں سے کہا کہ اس ملک کے معاشرہ کا سب سے بڑا مرض پیسہ کی بڑھی ہوئی محبت ہے اور وہی یہ سب کراتی ہے۔

عرصہ سے مغربی یو۔پی۔ میں اتنی بڑی وسیع اور مؤثر کانفرنس غالباً نہیں ہوئی، اہلِ میرٹھ نے کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے مالی تعاون اور مستعدی و سرگرمی اور علماء کے احترام کا ثبوت دیا۔

دار العلوم ندوۃ العلماء پر پولیس چھاپہ

اب دل پر ہاتھ رکھ کر ملّتِ اسلامیہ اور ہندوستان کے مسلمانوں اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے تعلیمی و تربیتی، اصلاحی و فکری مراکز کے لئے ایک افسوسناک اور ہندوستان جیسے ایک آزاد، مختلف الاقوام مختلف المذاہب، جمہوری و سیکولر ملک کے لئے ایک شرمناک واقعہ کے طور پر اس حادثہ کا ذکر کیا جاتا ہے، جو پولیس چھاپا اور رائفل فائرنگ کی شکل میں ۲۱-۲۲ نومبر ۱۹۹۴ء کی درمیانی شب میں پیش آیا، پہلے اس کی اخباری رپورٹ جو ایک ذمہ دار صحافی اور رپورٹر حسین امین صاحب نامہ نگار اور خبر رساں اخبار "قومی آواز" لکھنؤ اور پریس، کے قلم سے ہے، اختصاراً درج کی جاتی ہے، پھر اس کے ردّ عمل اور تاثرات اور وضاحتوں کا خلاصہ پیش کیا جائے گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

"عالمی شہرت کے حامل لکھنؤ کے تعلیمی ادارہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے تین طلبہ اس وقت زخمی ہو گئے جب انٹلی جنس بیورو اور دہلی پولیس نے مقامی پولیس اور پی۔اے۔سی، کی مدد سے عملاً یلغار کر دی، اور محو خواب لڑکوں کو دہشت زدہ کرنے کے لئے کسی اشتعال کے بغیر بے تحاشہ فائرنگ کر دی اور پورے کیمپس کو گھیر کر اطہر ہاسٹل کے کمرہ ۲۰ سے سات طلباء کو پکڑ لے گئے، جن کو بعد میں مبینہ طور پر یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ ہمارا منصوبہ غلط ہو گیا، وہ ملا ہی نہیں جس کی تلاش تھی، اس واقعہ نے اگرچہ نہ صرف ندوہ بلکہ سارے شہر میں سراسیمگی پیدا کر دی، لیکن پورے صبر وسکون اور ضبط وتحمل کا ایک مثالی مظاہرہ کیا گیا، سرکاری طور پر دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس واقعہ کے ذمّہ دار دو افسروں کو ہٹا دیا گیا ہے۔

یو۔پی محکمہ داخلہ کے ایک پریس نوٹ کے بموجب دہلی پولیس اور انٹلی جنس بیورو کے افسران نے اس اطلاع پر ندوہ کے اطہر ہاسٹل پر چھاپا مارا تھا کہ وہاں نام نہاد دہشت گرد چھپے ہوئے ہیں' چھاپے کے دوران پولیس نے طاقت کے بل پر کمرہ کا دروازہ کھلوا کر سات طلبا کو گرفتار کیا، اس دوران ہاسٹل میں بڑی تعداد میں طلبہ کے جمع ہو جانے کے سبب پولیس والے گھر گئے اور پولیس نے فائرنگ کرنا شروع کیا جس میں تین طلبہ زخمی ہو گئے۔

ریاستی انتظامیہ نے اس واقعہ کو سنجیدگی سے لیا ہے، ہاسٹل پر

www.abulhasanalinadwi.org

چھاپے کی معلومات دہلی پولیس اور انٹلی جنس بیورو کے افسران نے نہ تو سرکار کو دی اور نہ ہی رسمی اجازت لی تھی، انٹلی جنس بیورو کے افسر کل شام محکمۂ داخلہ میں گئے تھے لیکن اس بارہ میں انھوں نے محکمۂ داخلہ کو نہ تو کوئی تفصیل دستیاب کرائی اور نہ ہی رسمی اجازت لینا مناسب سمجھا، تعلیمی اداروں اور طلبہ کے ہاسٹل میں داخل ہونے سے قبل عام طور پر پولیس کی متعلقہ ادارہ کے پرنسپل یا پراکٹر سے اجازت لینے یا ان کو ساتھ لینے کی روایت رہی ہے، اس معاملہ میں پولیس پارٹی نے صرف ہاسٹل کے چوکیدار کو ساتھ لے جانا مناسب سمجھا۔

سرکاری بیان کے بموجب بین الاقوامی شہرت کے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے منتظمین نے ہمیشہ ریاستی انتظامیہ سے تعاون کیا ہے ادارہ کے ناظم نے یہ بھی یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ اس نوعیت کے معاملوں میں ہمیشہ تعاون دینے کے لئے تیار ہیں، ریاستی حکومت نے نوڈل افسر کی حیثیت سے دہلی اور مرکزی پولیس پارٹی کے ساتھ جانے والے سپرنٹنڈنٹ پولیس (گومتی پار) مسٹر ایس ایس نیگی اور حسن گنج تھانہ کے اسٹیشن افسر (انسپکٹر) کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا ہے۔

ریاستی حکومت نے ہاسٹل میں بھگدڑ ہونے کی وجہ سے ہونے والے نقصان کو بھرنے کے لئے ایک لاکھ روپے اور زخمیوں کو پورا معاوضہ دینے کا اعلان کیا ہے[1] (حاشیہ ۱ ص۴۵ پر ملاحظہ ہو)

www.abulhasanalinadwi.org

ریاستی حکومت نے حکومت ہند سے بھی درخواست کی ہے کہ وہ مستقبل میں اپنے افسروں کو یہ ہدایت دے کہ وہ اپنی ریاستی حکومت کو مطلع کرنے اور اس کی پہلے سے اجازت لینے کے بعد ہی اس قسم کے حساس معاملوں میں کارروائی کرے۔

مولانا محمد رابع نے واقعہ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ کیمپس میں دو بجے رات کو پولیس کی ایک بھاری فورس پرنسپل یا وارڈن کو مطلع کئے بغیر داخل ہوئی، ایک ہاسٹل کو گھیر لیا، طلبہ کے کمروں کی کنڈیاں باہر سے بند کر دیں اور دوسرے ہاسٹلوں سے اگر کوئی طالب علم آنا چاہتا تو اس کو ڈانٹتے اور مارتے، بعض ٹیچروں کو بھی دھمکایا، کیمپس میں دو ہزار طلبہ رہتے ہیں جو ملک کے ہر صوبہ کے ہیں، کچھ باہر کے بھی ہیں، اطہر ہاسٹل کے ایک کمرہ پر جس کا نمبر ۲۰ ہے دروازہ کھولنے کے لئے سختی کی گئی اور کھڑکی کو توڑ دیا، دروازہ طاقت کے زور سے کھولا، اندر سے چھ طلبہ کو پکڑ لیا، دو ہاسٹلوں کے طلبہ بھی آگئے اور اپنے ساتھی طلبہ کی گرفتاری پر احتجاج کیا، جس پر پولیس نے ایک درجن سے زائد راؤنڈ فائر کئے، جس کے نتیجہ میں تین طلبہ زخمی ہوگئے، گرفتار طلبہ کو کہیں لے جایا گیا، اس دوران تمام طلبہ پرنسپل کی قیام گاہ پر جمع ہوگئے اور بیتا

لہ واضح رہے کہ ایک لاکھ کی جو رقم دارالعلوم کو دی جا رہی تھی، انتظامیہ نے اس کے قبول کرنے سے (اپنی قدیم روایت اور اصول کے مطابق) معذرت کر دی، زخمی طلبہ کو ہرجانہ کے طور پر جو رقم پیش کی گئی تھی وہ لے کر طلبہ اور ان کے سرپرستوں کو پیش کر دی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بیان کرنے لگے، ان میں غصہ تھا اور بے چینی تھی لیکن وہ بالکل پرسکون تھے، نہ تو ان کا کوئی مجرم تھا نہ کوئی مجرم وہاں چھپا ہوا تھا، مولانا نے بتایا کہ کسی اطلاع کے بغیر اور اجازت لئے بغیر فورس نے حملہ کیا، اگر کسی لڑکے کی تلاش تھی تو پرنسپل یا وارڈن سے کہنا چاہیئے تھا، لڑکے کو بلا لیا جاتا، یا ان کو ساتھ لے جاکر اس سے ملا دیا گیا ہوتا، جو پوچھنا تھا پوچھ لیتے، ایک ایسے ادارہ میں جس کی عالمی شہرت ہو، جہاں کوئی قانون کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو اور امن و امان ہو وہاں ایسی حرکت زیادتی کی بات ہے، پُر امن طلبہ پر اس طرح سے یورش کی گئی جس طرح چوروں اور ڈاکوؤں پر کی جاتی ہے۔"[1]

حادثہ کا ردّعمل اور محتاط احتجاج

راقم سطور کو عزیز گرامی مولوی محمد رابع ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء کے خط سے جو اگلے ہی دن لکھا گیا تھا، رائے بریلی میں دوسرے ہی دن اس کی اطلاع مل گئی اور وہ اپنی انتظامی ذمہ داری اور درس گاہ سے تعلیمی، فکری، دینی اور خاندانی و موروثی تعلّق کی بنا پر گہرے تأثر اور اندوہ گیں دل کے ساتھ لکھنؤ آیا، اور اس کی تفصیلات معلوم کیں اور اس سلسلہ میں آئینی اور جمہوری طریقہ پر جو کرنا چاہیئے اس پر غور و مشورہ کیا گیا، اس سلسلہ میں دو طرح کے اقدام پر غور کیا گیا، ایک پریس کانفرنس جس میں غیر مسلم آئین پسندوں اور صاحب ضمیر شہریوں اور سیاسی کارکنوں کو بلانے

---

[1] "تعمیر حیات" ۲۵؍ نومبر ۱۹۹۴ء۔

www.abulhasanalinadwi.org

کی تجویز تھی، دوسرے تحفظ مدارس کی ایک کانفرنس بلانے کا۔

اس سلسلہ میں پہلا قدم یہ اُٹھایا گیا کہ ۲۳ر نومبر ۱۹۹۴ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے احاطہ ہی میں ایک پریس کانفرنس بلائی گئی جس میں انگریزی، ہندی اور اردو اخبارات کے نمائندے اور متعدد حقیقت پسند ہندو معززین شہر بھی شریک ہوئے جن میں سماج وادی پارٹی کے لیڈر مسٹر بینی پرشاد ورما، قومی سطح کے سیاسی لیڈر مسٹر نرائن دت تیواری، جنتادل، مارکسی کمیونسٹ پارٹی، سماج وادی پارٹی، کانگریس آئی، اور ماینارٹیز کمیشن کے قائدین اور نمائندے شامل ہیں۔

راقم نے ان کے سامنے تقریر کی جس میں کہا کہ ندوۃ العلماء صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کا ایک بڑا دینی ادارہ ہے، اس کی خدماتِ دینی اور پیغام انسانی سے ہمارا یہ ملک اور ساری دنیا ناواقف نہیں ہے، اس ادارہ کی جو توہین کی گئی ہے وہ پوری ملت کی توہین ہے، اور مسلمانوں کے تمام دینی اداروں کے لیے خطرہ کی گھنٹی ہے، اگر اس بین الاقوامی شہرت کے دینی ادارہ پر اس طرح شب خون مارا جا سکتا ہے تو دوسرے اداروں کے متعلق کیسے اطمینان کیا جا سکتا ہے۔

حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ مرکزی اور ریاستی پولیس نے بے بنیاد اطلاعات کی بنا پر اتنا بڑا اقدام کیا اور اب ہر ذمہ دار کہہ رہا ہے کہ سب کچھ اس کے علم کے بغیر ہوا، ریاستی حکومت کے ذمہ داروں نے مجھے بتایا کہ یہ تمام کارروائی ان کی اطلاع کے بغیر کی گئی ہے، وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو نے اس مسئلہ میں ضرور ذاتی دلچسپی لی اور ان کی ہدایات پر مثبت انداز میں عمل درآمد بھی شروع ہوا، گرفتار طلبہ رہا کر دیئے گئے، پولیس ان کے خلاف کوئی جرم بھی ثابت نہیں کر سکی، مجھے

www.abulhasanalinadwi.org

افسوس ہے کہ پریس اور سرکاری میڈیا کو پورے حالات سے واقف کرانے کے باوجود کچھ اخبارات نے اس واقعہ کو غلط طور پر پیش کیا، ایسے نازک موقعوں پر پریس کو ذمہ دارانہ کردار ادا کرنا چاہیئے، جن اخبارات نے صحیح اور سچی بات لکھی ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔

تحریکِ آزادی میں جس گروہ نے سب سے زیادہ قربانیاں دیں وہ علمائے ہند کا طبقہ تھا، لیکن افسوس ہے کہ آج انھیں مدارس دینیہ کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیئے جانے کا مفروضہ قائم کرکے پورے ہندوستان میں مدارس کو بدنام کرنے، ان کے وقار کو مجروح کرنے، اور ان کے حوصلوں کو پست کرنے کی مذموم سازش کی جارہی ہے، ندوہ کا یہ واقعہ بھی اسی پس منظر کا ترجمان ہے[1] شکر ہے کہ اس پریس کانفرنس کا اچھا اثر ہوا اور بعض دوسرے معزز شرکائے مجلس نے بھی اس پر اظہارِ افسوس اور ہمدردی کی۔

دوسرا اقدام تحفظ مدارس کمیٹی کا ایک اہم مشاورتی جلسہ تھا، جو ۵؍جنوری ۱۹۹۵ء کو کتب خانہ علامہ شبلی نعمانیؒ کے زیریں ہال میں ۱۰ بجے صبح منعقد ہوا، جس کے کنوینر عزیز القدر مولوی سید سلمان حسینی ندوی تھے، اس جلسہ میں متعدد نامور و ممتاز اور مرکزی مدارس عربیہ کے ذمہ دار شریک ہوئے، جن میں مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دارالعلوم دیوبند (وقف) کے ذمہ دار، مدرسہ شاہی مراد آباد کے مہتمم مولانا سید رشید الدین صاحب، دارالعلوم حیدرآباد کے جلیل القدر ذمہ دار اور دینی قائد مولانا حمید الدین عاقل حسامی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے عالم مولانا

---

[1] پوری تقریر "تعمیر حیات" اشاعت ۲۵؍نومبر ۱۹۹۴ء میں آئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حفظ الرحمٰن صاحب، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے ذاتی نمائندہ اور مدیر رسالہ "دارالعلوم" مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مولانا ریاض الحسن صاحب مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور، مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی، جامعہ سلفیہ بنارس، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان مرکزی شخصیتوں کے علاوہ اتر پردیش، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش کرناٹک، مہاراشٹر، گجرات اور بہار سے ساٹھ سے زائد نمائندے شریک جلسہ ہوئے۔

جلسہ میں سات احتجاجی و مشاورتی تجاویز پاس ہوئیں، جو تعمیری، اثباتی اور ملک و وطن اور تعلیمی مرکزوں کے مفاد میں تھیں۔[1]

تشکر واعتراف

اس موقع پر اخلاقی طور پر کسی قدر تشکر واعتراف کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے اس میں پہلا اعتراف عزیز القدر مولوی محمد رابع ندوی مہتمم دارالعلوم کی مستعدی، فرض شناسی اور ذہنی توازن اور حقیقت پسندی کا ہے، کہ انھوں نے عین واقعہ کے بعد وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو جی سے ملاقات کی اور ان کو واقعہ سے مطلع کیا اور اس سلسلہ میں آئینی اور مثبت طریقہ پر جو کارروائیاں کرنی چاہئیے تھیں ان میں تاخیر اور تساہل سے کام نہیں لیا، ان کے اس آئینی اور متوازن اقدامات سے مسئلہ فرقہ وارانہ اور جذباتی نہیں بن سکا، اور بالآخر سارے ملک، دینی اور عصری اداروں، تعلیم گاہوں اور حقیقت پسند شخصیتوں کی ہمدردی اور تائید اس مسئلہ میں حاصل ہوگئی۔

---

[1] جلسہ کی پوری کارروائی رسالہ "تعمیر حیات" شمارہ ۱۰ر جنوری ۱۹۹۵ء میں آئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس المیہ اور اس کے ردّ عمل کے سلسلہ میں ملائم سنگھ یادو جی وزیر اعلیٰ اتر پردیش بھی شکریہ و اعتراف کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اپنی فلائٹ مؤخر کر دی، جو آخری شب میں تھی اور فوری کارروائی کا حکم دیا، اس کے نتیجہ میں وہ محبوس طلبہ فوراً چھوٹ گئے اور ایک بجے دن میں دار العلوم آ گئے۔

اس کے ساتھ خصوصی طور پر محترم محمد اعظم خاں صاحب وزیر اوقاف اور احمد حسن صاحب انصاری چیرمین اقلیتی کمیشن بھی شکریہ و اعتراف کے مستحق ہیں جنھوں نے مسئلہ سے بڑی دلچسپی اور ہمدردی کا اظہار کیا اور آخر وقت تک وہ دار العلوم کے ذمہ داروں کے ساتھ تعاون کرتے رہے، شہر کے سرکردہ حضرات برابر تعاون کے لیے آتے رہے اور ان کی ہمدردی سے بھی مدد ملی، اس واقعہ کے سلسلہ میں مذمت، احتجاج اور اداروں سے ہمدردی اور اس کی اہمیت و مرتبہ کے اعتراف و اظہار کے سلسلہ میں ہندوستان اور بیرون ہند سے اتنے برقیے اور تار موصول ہوئے جو اس سے پہلے یاد نہیں کہ کبھی موصول ہوئے ہوں،

ہندوستان، عرب، اور بیرونی ممالک میں واقعہ کا ردّ عمل

جہاں تک ممالک عربیہ اسلامیہ کا تعلق ہے، ہمارے علم میں کسی واقعہ کا شاید اتنا شدید اور فوری ردّ عمل نہیں ہوا جتنا اس واقعہ کا، ذاتی احتجاجی و ہمدردانہ خطوط اور تاروں کے علاوہ جو ناظم ندوۃ العلماء اور ذمہ داروں کے نام بڑی تعداد میں آئے، عربی اخبارات میں اس پر نہایت شدید ناراضگی اور مذمت کا اظہار کیا گیا، شاید پہلی مرتبہ یہ پیش آیا کہ دنیائے اسلام کے سب سے بڑے نمائندہ اور بلند مرتبت مرکز و مجلس رابطۃ العالم الاسلامی نے یونیسکو (UNESCO) کو

www.abulhasanalinadwi.org

بھی اس مسئلہ کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اس تحقیق اور مذمت کرے اور حکومت ہند کو اس کی طرف توجہ دلائے، بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ حاکم شارجہ (جو خلیج عربی کی ایک معروف ریاست ہے) سلطان قاسمی نے ہندوستان کے سفیر سے بھی اس مسئلہ پر بات چیت کی اور اس اقدام کی مذمت کی، سعودی عرب اور خلیج کے اخبارات نے واقعہ کی اطلاع شائع کی اور اس کی مذمت اور احتجاج کے نوٹ لکھے۔

اہلِ علم اور وطن دوستوں کو واقعہ کی سنگینی سے واقف کرانے کی کوشش

ان وضاحتی، اشاعتی اور احتجاجی کوششوں کے ساتھ جو دارالعلوم کے اندر اور دوسرے مدارس عربیہ میں عمل میں آئیں، اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ملک کے اہلِ فکر، قائدین اور محبانِ وطن کو دینی عربی مدارس کی ضرورت و افادیت اور ان کی تدریسی، تربیتی خصوصیات اور ان کے وطنی اور تاریخی کردار سے واقف ہونے کا بھی ایک ذریعہ فراہم کیا جائے، کہ ان میں سے بہت سے لوگ ان دینی و عربی مدارس کی تاریخ، امتیازات اور جنگ آزادی میں ان کے قائدانہ کردار اور کارناموں سے ناواقف ہیں، اور خاص طور پر نئی نسل کے تعلیم یافتہ لوگ ان کو محض ایک جامد و محدود اور کہنہ و فرسودہ قسم کے دینی تعلیم کے مرکزوں سے زیادہ مقام و اہمیت نہیں دیتے۔

اس بنا پر راقم نے ایک تعارفی مقالہ یا رسالہ لکھنے کی ضرورت سمجھی جس کو اردو انگریزی اور ہندی میں بھی ملک کے ذمہ داروں، تعلیم یافتہ طبقے اور

www.abulhasanalinadwi.org

اخبار نویسوں تک پہنچایا جاسکے۔

چنانچہ اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ایک رسالہ لکھنے کی توفیق ہوئی جس کا نام "دینی عربی مدارس کا تعلیمی، تربیتی اور وطنی کردار، اور ہندوستان کے لئے ان کا باعث افتخار ہونا" رکھا گیا، اس کے ساتھ یہ تشریحی و تعارفی الفاظ بھی بڑھائے گئے۔

"ایک تاریخی جائزہ اور ان کے ساتھ سلوک و معاملہ کا ایک دیانتدارانہ محاسبہ" اس کے ذیلی عناوین سے کتاب کی ضرورت و افادیت کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ پورے رسالہ کو نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

فضلائے مدارس عربیہ کی چند امتیازی خصوصیات، مشہور و ممتاز دینی و علمی درس گاہیں، دارالعلوم دیوبند اور دوسرے مرکزی دینی مدارس، دارالعلوم ندوۃ العلماء، تحریک پیام انسانیت، ایک افسوسناک حادثہ اور ملک کے لئے باعث شرمندگی واقعہ[1]

جنوبی ہند کے دو سفر

جنوری ۱۹۹۵ء میں جنوبی ہند کے دو طویل سفر کرنے پڑے، ۱۱ر جنوری ۱۹۹۵ء کو بمبئی سے بنگلور روانگی ہوئی، مولانا معین اللہ صاحب ندوی نائب

---

[1] رسالہ کا انگریزی اور ہندی میں بھی ترجمہ ہوچکا ہے۔ محبی شارق علوی صاحب نے بھی کچھ عرصے کے بعد انگریزی میں ایک مقالہ لکھا جس میں اس واقعہ کا جائزہ لیا گیا تھا، اور اس پر تنقید کی گئی تھی، (FIASCO IN NADWA) By Shariq Alwi

www.abulhasanalinadwi.org

بھی اس مسئلہ کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اس تحقیق اور مذمت کرے اور حکومت ہند کو اس کی طرف توجہ دلائے، بعض معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ حاکم شارقہ (جو خلیج عربی کی ایک معروف ریاست ہے) سلطان قاسمی نے ہندوستان کے سفیر سے بھی اس مسئلہ پر بات چیت کی اور اس اقدام کی مذمت کی، سعودی عرب اور خلیج کے اخبارات نے واقعہ کی اطلاع شائع کی اور اس کی مذمت اور احتجاج کے نوٹ لکھے۔

اہلِ علم اور وطن دوستوں کو واقعہ کی سنگینی سے واقف کرانے کی کوشش

ان وضاحتی، اشاعتی اور احتجاجی کوششوں کے ساتھ جو دارالعلوم کے اندر اور دوسرے مدارس عربیہ میں عمل میں آئیں، اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ملک کے اہلِ فکر، قائدین اور محبانِ وطن کو دینی عربی مدارس کی ضرورت و افادیت اور ان کی تدریسی، تربیتی خصوصیات اور ان کے وطنی اور تاریخی کردار سے واقف ہونے کا بھی ایک ذریعہ فراہم کیا جائے، کہ ان میں سے بہت سے لوگ ان دینی و عربی مدارس کی تاریخ، امتیازات اور جنگ آزادی میں ان کے قائدانہ کردار اور کارناموں سے ناواقف ہیں، اور خاص طور پر نئی نسل کے تعلیم یافتہ لوگ ان کو محض ایک جامد و محدود اور کہنہ و فرسودہ قسم کے دینی تعلیم کے مرکزوں سے زیادہ مقام و اہمیت نہیں دیتے۔

اس بنا پر راقم نے ایک تعارفی مقالہ یا رسالہ لکھنے کی ضرورت سمجھی جس کو اردو انگریزی اور ہندی میں بھی ملک کے ذمہ داروں، تعلیم یافتہ طبقے اور

www.abulhasanalinadwi.org

ناظم ندوۃ العلماء، مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ اور شاہد حسین صاحب انچارج دفتر ندوۃ العلماء اور رفیقِ سفر حاجی عبدالرزاق ساتھ تھے، سفر کا بڑا مقصد مولوی محیؒ الدین منیری صاحب کی تعزیت کرنا تھی، جن کی کچھ عرصہ پہلے وفات ہوئی (اور سطور بالا میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے) اس کے ساتھ جامعہ اسلامیہ کا دیکھنا، اس کے ذمہ داروں اور اساتذہ سے ملنا بھی تھا اور اس کا اطمینان کرنا تھا کہ ان کی وفات کے بعد جامعہ میں مستعدی اور باہمی تعاون کے ساتھ کام ہو رہا ہے، بمبئی سے منگلور تک ہوائی جہاز سے سفر ہوا، وہاں سے کار کے ذریعہ بھٹکل پہنچے، جہاں کے احباب اور ذمہ داروں نے وفد کا پُرزور استقبال کیا اور اس کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار، سب سے پہلے تو منیری صاحب کے گھر پر حاضر ہو کر تعزیت کا فرض انجام دیا گیا، پھر جامعہ کے ذمہ داروں، اساتذہ، اور طلبہ اور اہلِ قصبہ سے ملاقاتیں اور اجتماعات رہے، ۱۸ر جنوری کو قصبہ میں بعد مغرب ایک جلسہ عام بھی ہوا جس میں وہاں کے بعض ذمہ داروں کے بیان کے مطابق قصبہ اور اطراف و نواح سے آنے والوں کا اتنا مجمع تھا جو اس سے پہلے کم دیکھنے میں آیا ہے، راقم نے اور مولانا پاریکھ نے جلسہ میں خطاب کیا اور اس کا اچھا اثر ہوا، دو دن تین راتیں بھٹکل میں قیام رہا، ۱۹ر جنوری کو بمبئی کے لئے روانگی ہوئی، بھٹکل کے ذمہ داران و معززین بڑے اخلاق اور گرم جوشی سے ملے، بالخصوص محترم جناب ڈاکٹر علی ملپا صاحب اور بعض حضرات منگلور تک پہنچانے آئے۔

دوسرا سفر ۲۵ر جنوری ۱۹۹۵ء کو کوچین کا ہوا، یہاں مشہور عرب

www.abulhasanalinadwi.org

مصنف وادیب اور دینی قائد و داعی استاد سید قطب شہیدؒ کی کتاب "فی ظلال القرآن" (جس کی چھ جلدیں ہیں اور کتاب کی ضخامت ۴۳۴۰ صفحات ہے) کے ملیالم ترجمہ کی رسم اجراء کے جلسہ میں شرکت کرلی تھی، استاذ محی الدین الوائی (جو عربی کے ایک اچھے لکھنے بولنے والے فاضل اور جنوبی ہند کے ممتاز عربی داں اور صاحب زبان وقلم ہیں اور عرصہ تک آل انڈیا ریڈیو دہلی کے شعبہ عربی میں کام کرتے رہے ہیں) نے خود لکھنو زحمت فرماکر اس جلسہ میں شرکت کی دعوت دی تھی۔

ان کے اس اہتمام اور زحمت کشی کے علاوہ سفر کا ایک محرک سید قطب شہیدؒ سے ایک فکری، دینی واخلاقی تعلق بھی تھا، ناظرین کو معلوم ہے کہ انھوں نے راقم کی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" پر ایسا پُر زور مخلصانہ اور داعیانہ مقدمہ لکھا جس نے کتاب کی قدر وقیمت اور شہرت میں بڑا اضافہ کیا اور مقدمات میں اس کی نظیر کم ملتی ہے، ایسے ہی انھوں نے راقم کی کتاب "قصص النبیین للأطفال" کے بارہ میں بڑا جرأت مندانہ اور منصفانہ اعتراف کیا، اور اس کو اس سلسلہ قصص الانبیاءؑ پر ترجیح دی، جو مصر کے محکمہ تعلیمات نے مصری فضلاء کے ذریعہ (جن میں خود سید قطب بھی تھے) مرتب کرایا تھا، پھر خود اپنی تفسیر "فی ظلال القرآن" میں میں راقم کی کتاب ماذا خسر العالم کے متعدد مقامات پر اقتباسات نقل کیے ہیں، ان جرأت مندانہ اور شریفانہ اقدامات کا حق اور تقاضا تھا کہ ان کی فاضلانہ کتاب کے ترجمہ کی رسم اجراء میں ضرور شرکت اور اظہار خیال

www.abulhasanalinadwi.org

واعتراف کیا جائے کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ۔

۲۵ر جنوری ۱۹۹۵ء کو تین رفقاء کی معیت میں جن میں ہر ایک کا نام عبدالرزاق تھا (جن میں مستقل رفیق سفر حاجی عبدالرزاق رائے بریلوی، مولوی عبدالرزاق ندوی، جو بمبئی میں مولانا مختار احمد صاحب ندوی کے ادارہ "الدار السلفیہ" میں کام کرتے ہیں اور عرصہ تک راقم کے ساتھ ایک تحریری معاون کی حیثیت سے رائے بریلی میں قیام کر چکے ہیں، اور تیسرے رفیق سفر عبدالرزاق نامی جو کوچین سے لینے کے لئے آئے تھے،) کوچین ہوائی جہاز سے روانگی ہوئی، ہوائی اڈہ پر داعیوں کے علاوہ محترمی ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب (ایم۔ پی) بھی جو ان دنوں اپنے حلقۂ انتخاب میں آئے ہوئے تھے استقبال کے لئے موجود تھے، الوائی صاحب نے ہم لوگوں کا ہوٹل میں قیام کرایا۔

اگلے دن ۲۶ر جنوری ۱۹۹۵ء کو ارنا کولم (ARANACULAM) کے ایک وسیع ہال میں جو معززین اور تعلیم یافتہ حضرات سے پُر تھا اور جن میں ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی صدر شعبۂ اسلامیات کالی کٹ یونیورسٹی، اور جنوبی ہند کے ایک فاضل عبدالصمد صمدانی ایم۔ پی بھی تھے (جنھوں نے ہماری متعدد عربی تصانیف کے ملیالم میں ترجمے کئے ہیں) جلسہ شروع ہوا، تقریریں ملیالم میں ہوئیں، راقم نے عربی میں اپنے خیالات کے اظہار کا ارادہ کیا تو منتظمین کی طرف سے کہا گیا کہ اردو ہی میں آپ تقریر کریں، ملیالم میں اس کا ترجمہ کر دیا جائے گا، راقم نے مصنف کتاب سید قطب شہید کے بارہ میں اپنی معلومات و تأثرات اور روابط کا ذکر کیا اور کتاب کی اہمیت، ضرورت اور نئی تعلیم یافتہ

نسل کے لئے اس کی افادیت اور اہمیت بیان کی، اس کا ترجمہ محمد حسین مولوی نے کیا اور کتاب کی رسم نقاب کشائی و اجراء ادا ہوئی اور جلسہ وقار و احترام کے ساتھ ختم ہوا۔

محترمی الوائی صاحب نے اپنے مستقر الوائے جاکر اپنا دفتر و مرکز بھی دکھایا جہاں سے دینی افکار اور اسلامی کتابوں کی اشاعت کی جاتی ہے، راقم نے بحر عرب کے اس حصّہ کو بھی دیکھا جہاں سے عربوں، مبلغین اسلام اور مسلمان تاجروں کے قافلے ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہوتے تھے، اور اپنی اسلامی زندگی اور مساوات و احترام انسانیت کا نمونہ پیش کرتے تھے اور بلاد عربیہ بالخصوص جنوبی عرب اور حضرموت وغیرہ کا سامان تجارت بھی لاتے تھے۔

دو دن کوچین میں ٹھہر کر بمبئی واپسی ہوئی اور یہاں چند دن قیام کرکے لکھنؤ واپسی ہوئی۔

ایک عزیز معاون اور کارگزار ندوی کی وفات

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ ۲ مارچ ۱۹۹۵ء کو مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کے سرگرم اور مخلص کارکن مولوی محمد غیاث الدین ندوی کا حرکت قلب بند ہونے سے اپنے وطن بارا عیدگاہ (پورنیہ) میں انتقال ہوگیا، "انا للہ وانا الیہ راجعون"، مرحوم بارا عیدگاہ میں ۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر پر، پھر مدرسہ نور الاسلام واقع جلپا پور (نیپال) میں تعلیم حاصل کی، پھر تکمیل کے لئے دار العلوم ندوۃ العلماء آئے جہاں انھوں نے امتیاز کے ساتھ عالمیت و

www.abulhasanalinadwi.org

فضیلت کے مراحل طے کیے، پھر راقم کے ایماء سے وہ ۱۹۶۸ء میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام سے وابستہ ہو گئے، اور ۱۴ سال تک مسلسل اس ادارہ سے وابستہ رہے، انھوں نے "یک درگیر ومحکم گیر" پر عمل کیا، اس ذمہ داری کو قبول کرنے میں بڑے ایثار سے کام لیا، اور اخیر تک جاری رکھا، ان کے دور معتمدی وذمہ داری میں مجلس نے بڑی ترقی کی، عربی، اردو، انگریزی، اور ہندی میں کثیر تعداد میں ایسی موثر اور موقر کتابیں شائع ہوئیں جو ہندوستان سے لے کر بلادِ عربیہ، انڈونیشیا، ترکی، یورپ اور امریکا میں پھیلیں اور مقبول ہوئیں، کتابوں کی تصحیح، حسنِ طباعت کے اہتمام کے علاوہ عام طور پر وہی انڈکس بناتے تھے جس میں بڑی دیدہ ریزی سے کام لیتے تھے، مجلس سے ان کو ایک ذاتی اور جذباتی تعلق ہو گیا تھا اور اس کے فعال اور سرگرم کارکن تھے، مجلس انھیں کے زمانہ میں ایک تنگ کمرہ سے ایک شاندار دو منزلہ عمارت میں منتقل ہو گئی، ۱۹۸۲ء میں ریاض سعودی عرب میں منعقد کتابوں کی عالمی نمائش میں وہ مجلس کی طرف سے شریک ہوئے اور عمرہ وزیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی تفسیر کی مجلس کی طرف سے اشاعت میں بھی انھوں نے غیر معمولی دل چسپی لی اور اہتمام کیا، انتقال کے وقت مرحوم کی عمر ۴۸ سال تھی، پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین لڑکیاں اور پانچ لڑکے ہیں، نماز جنازہ ان کے رفیق وہمدم مولوی محمد ایوب نیپالی ندوی نے پڑھائی، لوگوں کا بیان ہے کہ عرصہ سے کسی کی نماز جنازہ میں اتنی بڑی تعداد دیکھنے میں نہیں آئی، اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوڈان کی ایک اسلامی کانفرنس اس میں نمائندگی اور مقالہ

شروع شوال ۱۴۱۵ھ (فروری ۱۹۹۵ء) میں سوڈانی سفیر للشؤن الاسلامیۃ نے مطلع کیا کہ "المؤتمر الشعبی العربی والاسلامی" جو دنیا کی دینی، اصلاحی، سیاسی وسماجی تحریکوں اور تنظیموں کا متحدہ پلیٹ فارم ہے اور جس کے قیام پر تین سال گزر چکے ہیں) کا تیسرا سالانہ اجلاس مارچ کے اواخر میں سوڈان میں ہوگا، انھوں نے خاکسار کو شرکت کی دعوت دی، پھر براہ راست ڈاکٹر حسن الترابی[1] کا (جو سوڈان کی حکومت کے ایک طرح سے سرپرست اور مشیر اعلیٰ ہیں) دعوت نامہ لے کر شیخ عثمان الفکی (مستشار السفیر السودانی للشؤن الاسلامیہ) بذات خود لکھنؤ آئے اور ڈاکٹر حسن الترابی کا شخصی دعوت نامہ پیش کیا، اس وقت کچھ صحت کی حالت اور کچھ سابقہ وعدوں اور قبول کردہ ذمہ داریوں کی بنا پر اپنا سفر دشوار معلوم ہوا، راقم نے عزیز گرامی قدر مولوی سید سلمان حسینی ندوی[2] کو جو عربی زبان میں خطابت اور اظہار خیال

---

[1] ڈاکٹر حسن الترابی ان ممتاز اہل علم واہل فکر میں ہیں جنھوں نے مغرب کی جامعات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور امتیاز پیدا کیا، راقم ستمبر ۱۹۶۳ء میں جب پہلی مرتبہ یورپ گیا تو وہ پیرس میں اپنی تعلیم مکمل کر رہے تھے، انھوں نے اپنی قیام گاہ پر مدعو کیا، دیکھا تو وہاں جدید اور اسلامی کتابوں کا بھی اچھا ذخیرہ تھا لیکن اس وقت وہ ایک ترقی پسند (progressive) نوجوان معلوم ہوتے تھے، جن کے خیالات میں کچھ "تجدد" اور آزاد خیالی نظر آتی تھی بعد میں حد سے بڑھی ہوئی ترقی پسند تحریکات اور امریکی و اسرائیلی سازش کے خلاف ان میں ردّعمل پیدا ہوا اور ان میں اسلامی فکر زیادہ نمایاں ہوگئی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

[2] عزیز موصوف راقم کے برادر اکبر و مربی ڈاکٹر مولوی سید عبد العلی صاحب مرحوم (باقی ص۵۹ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

پر امتیازی قدرت اور صلاحیت رکھتے ہیں اور جو چند افراد راقم کی صحیح اور موثر ترجمانی کر سکتے ہیں ان میں وہ امتیازی حیثیت رکھتے ہیں، اپنا نمائندہ و ترجمان بناکر سوڈان کی کانفرنس کے لئے انتخاب کیا، ان کی تحریری روداد کا خلاصہ یہ ہے:-

"کانفرنس جو الخرطوم (دار السلطنت سوڈان) کے وسیع ہال قاعة الصداقة الشعبية میں منعقد ہوئی، کا عنوان تھا "الهجوم الغربي على الإسلام" (مغرب کی اسلام پر یورش) ارسال کردہ مقالہ کا عنوان تھا "واقع العالم الإسلامي وكيف نواجهه"[1] جب مقالہ نگار کا نام مقام کی نسبت سے کانفرنس میں لیا گیا تو ہال میں تکبیر کی گونج ہوئی، مقالہ شوق سے سنا گیا اور اس کی فوٹو کاپیوں کا ہر طرف سے مطالبہ ہوا، اس کی نقلیں تقسیم کرانے کی ذمہ داری سکریٹریٹ کے حوالہ کر دی گئی، کانفرنس ۲۹ر شوال سے ۲ر ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۳۰ر مارچ تا ۲ر اپریل ۱۹۹۵ء تک جاری رہی"[2]

(بقیہ حاشیہ ص۵۸) سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے حقیقی نواسہ ہیں، انھوں نے دار العلوم ندوۃ العلماء سے فضیلت اور جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سے فراغت حاصل کی، اور عرصہ تک علامۂ عصر شیخ عبد الفتاح ابوغدہ کی نگرانی اور سرپرستی میں حدیث پر تحقیقی کام کیا۔

[1] یہ مقالہ راقم کے اس رسالہ میں شامل ہے جو واقع العالم الإسلامي وما هو الطريق السديد لمواجهته وإصلاحه کے نام سے دار عرفات کی طرف سے عزیز القدر مولوی سید محمد واضح ندوی کے قیمتی مقدمہ اور تعارف کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

[2] تحریر مولوی سید سلمان حسینی ندوی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک چشم کشا اور فکر انگیز حقیقت

۱۲؍مارچ ۱۹۹۵ء کو لکھنؤ کے جوار میں انسٹی ٹیوٹ آف انٹگرل ٹکنالوجی (INSTITUTP OF INTEGRAL TECHNOLOGY) کی نئی بلڈنگ میں کمپیوٹر سنٹر کے افتتاح کی تقریب کا جلسہ تھا، اس کے بانی اور ذمہ دار مجی محمد وسیم اختر بی، ایس سی نے راقم، دارالعلوم کے مہتمم، ممتاز اساتذہ اور شہر کے بعض ممتاز اہل علم اور فضلاء کو شرکت کی دعوت دی، راقم نے اس مفید اور با مقصد ادارہ کے افتتاح پر مبارکباد اور آئندہ کے لائحہ عمل کے سلسلہ میں جو تقریر کی اس کا ایک حصہ عہد حاضر کے بھی انصاف پسندوں، تاریخ دانوں بلکہ مغرب کے حقیقت پسندوں اور ذہنی، علمی اور تکنیکی و سیاسی رہنماؤں کے لئے چشم کشا اور غور طلب ہے، یہاں پر تقریر کا وہ حصہ (چند ترمیم و اضافہ کے ساتھ) نقل کیا جاتا ہے جو اسی پہلو سے متعلق ہے:۔

"حضرات! علوم کے پیدا ہونے، پھیلنے اور پھلنے پھولنے کے اس دور میں جس کی نظیر مشکل سے ملے گی، یہ ایک غور طلب بلکہ جواب طلب سوال ہے کہ اس علمی ترقی، تجرباتی، سائنسی اور تکنیکی عروج کے باوجود اس وقت ساری دنیا خطرہ سے کیوں دوچار ہے اور خطرہ بھی ایسا ہے جیسے سر پر تلوار لٹک رہی ہو، آج ساری علمی ترقیات اور جدید ترین انکشافات کے باوجود پوری انسانیت موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہے اور معلوم نہیں کس وقت اس کا دم

آخر آجائے۔

حضرات! اس کا راز یہ ہے کہ خدا نے "علم کو" "اسم" کے ساتھ جوڑا تھا، خدا نے اپنے نبیِ اُمّی پر جو خاتم النبیین اور سیّد المرسلین تھے اور جو قیامت تک انسانیت کی ہدایت و رہنمائی اور قیادت کے لئے بھیجے گئے تھے، اور جن کے دین کو قیامت تک پوری انسانیت کی رہنمائی اور اس کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سپرد کی گئی تھی جو پہلی آیت نازل فرمائی[1] وہ یہ تھی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝	(اے محمدؐ) اپنے پروردگار کا نام
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝	لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا
(سورۃ العلق) (۱-۲)	کیا، جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔

یہ پہلی آیت تھی جو "بلادِ اُمّیہ" (ناخواندہ ملک، جزیرۃ العرب) اور "اُمّتِ اُمّیہ" (ناخواندہ قوم[2]) کے فرد پر نازل ہوئی، اور اس کا اشارہ دیا گیا کہ آپ کی نبوت و رسالت کے فیض سے جو امت وجود میں آئے گی وہ "جہالت" والی نہیں قرأت"

---

[1] غار حرا (مکہ معظمہ) میں آپ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی تھی اس کی طرف اشارہ ہے، قرآن مجید میں سورۂ علق کے نام سے یہ سورہ موجود ہے۔

[2] معاصرین بالخصوص یہود بھی عربوں کو اُمّیّین (ناخواندہ قوم) کے لقب سے یاد کرتے تھے، قرآن شریف میں ان کا قول نقل کیا گیا ہے لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ (ان اَن پڑھوں کے بارہ میں ہم جو کچھ کریں ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور ہم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا)

www.abulhasanalinadwi.org

والی امت ہوگی اور اس کا رشتہ علم کے دامن سے باندھ دیا جائے گا اور وہ حامل قلم بھی ہوگی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی کی جارہی ہے کہ صرف پڑھنا کام نہیں آئے گا بلکہ وہ علم تخریبی بن جائے گا جس کا رابطہ اور رشتہ اسم الٰہی خالق کائنات کی معرفت و یقین، اس کی ہدایات پر عمل اور اس کی جزا و سزا اور مکافات عمل اور حساب کتاب کے خوف سے منقطع ہو جائے گا، ایسا علم تخریبی بن جائے گا، وہ انسانوں میں نفس پرستی، قوم پرستی، اقتدار پرستی، مادہ پرستی پیدا کرے گا۔

اگر تاریخ منصفانہ اور حقیقت پسندانہ طریقہ پر اور عمیق نظر سے لکھی جائے اور دیکھا جائے کہ دنیا میں انسانیت کا زوال کب سے شروع ہوا، تو یہ عنوان قرار دینا اور نتیجہ نکالنا ہوگا کہ جب سے "علم" اور "اسم" کا رشتہ ٹوٹا جب علم انسانی، اسم ربانی سے آزاد ہوا، اور انسان نے اسم کو بھلاتے ہوئے بلکہ اس حقیقت کا انکار کرتے یا فراموش کرتے ہوئے اپنا علمی، تجرباتی و ترقیاتی سفر شروع کیا کہ اس کائنات کا ایک خالق اور مدبر ہے اور وہی اس کا مالک اور منتظم بھی ہے اور محاسب و منتقم بھی، اسی کا کام پیدا کرنا بھی ہے اور نظام عالم کا چلانا بھی ہے۔

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ — یاد رکھو اسی کا کام پیدا کرنا ہے اور

وَالْأَمْرُ (الاعراف-۵۴) — اسی کا کام نظام عالم کو چلانا بھی ہے

اور اسی سے واسطہ پڑنا ہے اور اپنے عمل و کردار پر انعام یا سزا کا پانا ہے۔

هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ — وہی تمہارا پروردگار ہے اور اسی

تُرْجَعُونَ (هود-۳۴) — کے پاس زندہ ہو کر جانا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس وقت ضرورت تھی کہ ہمارے ہی نہیں بلکہ ترقی یافتہ دنیا کے سائنٹفک ادارے، ٹکنالوجی کے ادارے، ایجوکیشن کے ادارے، انجینئرنگ کے ادارے، بلکہ پولیٹیکل ادارے اور طاقتیں بھی "اسم الٰہی" کے ساتھ وابستہ ہوں، آج یورپ وامریکا کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہے اور وہ اس کی فکری قیادت بھی کر رہے ہیں اور علمی وسائنسی اور انتظامی قیادت بھی، انھوں نے علم کا رشتہ اسم سے توڑ دیا ہے اور بقول اقبالؔ:-

سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا　　چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی　　ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا　　بشیری ہے آئینہ دار نذیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی　　کہ ہوں اک جنیدی و اردشیری

اصلاح معاشرہ کانفرنس بستی

"مسلم پرسنل لا بورڈ" کے تحت اصلاح معاشرہ کانفرنس (منعقدہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے صوبہ یو۔پی میں تین۳ علاقائی اصلاح معاشرہ کانفرنسیں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا تھا، ان میں سے تیسری علاقائی کانفرنس مشرقی یو پی کی نمایاں دینی درس گاہ دارالعلوم الاسلامیہ بستی میں ۳۱/ مارچ ۱۹۹۵ء کو ہوئی اس کانفرنس کے نظم وانتظام کی ذمہ داری جناب مولانا محمد باقر حسین صاحب بانی دارالعلوم الاسلامیہ بستی نے قبول کی، موصوف نے اپنے رفقائے کار کے ساتھ مشرقی اضلاع کا دورہ کر کے اصلاح معاشرہ کانفرنس کے لئے زمین ہموار کی اور بڑی حوصلہ مندی اور خوش سلیقگی کے ساتھ اصلاح معاشرہ کانفرنس کا نظم کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اصلاح معاشرہ کی اس علاقائی کانفرنس میں دس سے زائد اضلاع کے نمائندوں نے شرکت کی، ۹ بجے دن میں مختلف اضلاع اور علاقوں سے آئے ہوئے مندوبین کا اجلاس ہوا، اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کنوینر مولوی محمد رابع ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے کانفرنس کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی مسلمانوں کے معاشرہ کو کھوکھلا کرنے والی سماجی برائیوں کی نشاندہی کی، اس کے بعد مولانا برہان الدّین صاحب سنبھلی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) مولانا مفتی شکیل احمد سیتاپوری، مولانا ڈاکٹر شمس تبریز صاحب (لکھنؤ یونیورسٹی) مشہور معالج اور سرجن ڈاکٹر عزیز احمد (گورکھپور) اور دوسرے مندوبین نے اصلاح معاشرہ کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور بعض عملی تجاویز پیش کیں، مولانا محمد مرتضیٰ صاحب نقوی (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کی دعا پر اجلاس مندوبین ختم ہوا۔

جمعہ کی نماز سے قبل مولانا قاری سید محمد صدیق احمد صاحب باندوی نے اصلاح معاشرہ کے موضوع پر بڑا مؤثر اور دل گداز خطاب کیا۔

جمعہ کی نماز کے بعد تین بجے سے خواص کا ایک اجلاس رکھا گیا جس میں بڑی تعداد میں وکلاء، ڈاکٹرس، کالجز اور مدارس کے اساتذہ اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے شرکت کی، تعلیم یافتہ غیر مسلم بھائیوں نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی، اس اجلاس میں ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی اور مولانا برہان الدّین صاحب سنبھلی (رکن مسلم پرسنل لا بورڈ) کے تمہیدی خطاب کے بعد راقم نے ایک دردمندانہ خطاب کیا سماج میں پھیلی ہوئی مادہ پرستی، دولت پرستی، رشوت واستحصال،

www.abulhasanalinadwi.org

اخلاقی اور انسانی گراوٹ کی طرف خواص کو متوجہ کیا۔

تیسرے دن میں خواتین کا بھی اجلاس تھا اس اجلاس کو مشہور مقرر مفتی شکیل احمد سیتاپوری اور مولانا نثار احمد صدر مدرس دار العلوم الاسلامیہ بستی نے خطاب کیا، اصلاح معاشرہ کانفرنس کا اجلاسِ عام مغرب کی نماز کے بعد شروع ہوا، عوام و خواص کا ایک ہجوم تھا، دار العلوم الاسلامیہ بستی کا وسیع میدان مجمع کی کثرت کی وجہ سے تنگ محسوس ہونے لگا، وقت گزرنے کے ساتھ مجمع بڑھتا ہی گیا۔

اجلاسِ عام میں راقم نے، مولانا قاری محمد صدیق صاحب باندوی، مولانا محمد سالم صاحب مہتمم دار العلوم وقف دیوبند، مولانا مفتی شکیل احمد سیتاپوری اور بعض دوسرے علماء نے اصلاحِ معاشرہ کے موضوع پر ایمان افروز تقریریں کیں، نکاح کو اسلامی طریقہ پر سادگی کے ساتھ انجام دینے اور طلاق کے اسلامی حدود و آداب کی تلقین کی گئی، ناجائز رسم و رواج کو مٹانے اور سماجی برائیوں کو ختم کرنے کی ترغیب دی گئی۔

اجلاس عام کے شروع میں جناب مولانا باقر حسین صاحب کا خطبۂ استقبالیہ مولانا ظہیر الانوار صاحب مہتمم دار العلوم الاسلامیہ نے پڑھ کر سنایا اور مہمانوں کا استقبال کیا دعا سے پہلے اصلاح معاشرہ کے موضوع پر اہم تجاویز منظور کی گئیں[1]

رابطۂ ادب اسلامی کا گیارہواں مذاکرۂ علمی منعقدہ اورنگ آباد

رابطۂ ادب اسلامی کا گیارہواں مذاکرۂ علمی "ادب میں سفرناموں کی اہمیت"

---

[1] ماخوذ از روداد اجلاس تحریر کردہ مولوی سید محمد مرتضیٰ صاحب نقوی بستوی، مہتمم کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

www.abulhasanalinadwi.org

کے موضوع پر اورنگ آباد کی مشہور اسلامی درس گاہ مدرسہ کاشف العلوم کے (جو دار العلوم ندوۃ العلماء کی اس علاقہ کی سب سے بڑی اور پرانی شاخ ہے) انتظام میں ۷-۸-۹ راپریل کو منعقد ہوا، جو اپنی معنویت، افادیت، ادبی قدر و قیمت اور شرکاء کی تعداد اور اہمیت و امتیاز، اور میزبان و داعی مرکز کے حسن انتظام اور اس کے ذمہ داروں کی مستعدی اور بیدار مغزی کے لحاظ سے رابطہ کے جلسوں میں ایک امتیاز رکھتا ہے۔

۶راپریل کی شام تک شرکائے اجلاس کی بڑی تعداد اورنگ آباد پہنچ چکی تھی، منتظمین نے مہمانوں کے قیام کے لئے اورنگ آباد کے صوبہ دارگسٹ ہاؤس میں معقول و آرام دہ نظم کیا تھا، راقم اور اس کے معاون و رفیق کا قیام اپنے بمبئی کے میزبان رکن مجلس انتظامی ندوۃ العلماء اور باسے آندھرا ٹرانسپورٹ کے مالک الحاج غلام محمد صاحب عرف محمد بھائی کی وسیع و شاندار کوٹھی میں تھا۔

اگلے دن، ۷راپریل صبح ۹½ بجے مذاکرۂ علمی کا افتتاحی جلسہ مہانگر پالیکا کے وسیع نہرو بھون میں منعقد ہوا، جہاں صدر مجلس استقبالیہ حاجی غلام محمد صاحب پٹنی کا خطبۂ استقبالیہ ناظم جامعہ مولوی محمد ریاض الدّین صاحب ندوی فاروقی نے پڑھ کر سنایا، راقم نے ایک بندۂ مومن کے نقطۂ نظر سے جس کا ہر کام انسانیت کو نفع پہنچانے کی غرض سے ہوتا ہے سفر کی اہمیّت و افادیت پر روشنی ڈالی اور قرآن کریم میں مذکور ذوالقرنین کے سفر سے استدلال کیا اور سفر کی ان نبوی دعاؤں کو یاد دلایا جو سفر کی افادیت اور اسلامی آداب پر روشنی ڈالتی ہیں، اجلاس کا اختتام مولوی سیّد محمد رابع ندوی کی رپورٹ پر ہوا۔

اجلاس اور اس کے مقاصد سے دلچسپی، مہمانوں کی آمد پر مسرت اور انتظام میں تعاون کا شہر کی طرف سے عام اظہار ہوا، راقم کو اس اجلاس کے بہانہ اور اورنگ آباد حاضری کی تقریب سے اپنے محسن ومکرم دوست اور کرم فرما ڈاکٹر سید قمر الدین صاحب سے (جو عرصہ سے اورنگ آباد ہی میں مقیم ہیں اور مطب کرتے ہیں) مل کر اور ان کی معیت و یکجائی سے خاص مسرت ہوئی۔

سفر اور اس کی افادیت اور اس کی رو داد کے انداز بیان اور سفر ناموں کے ادبی پہلو پر مختلف مقالہ نگاروں اور فاضل شرکاء نے روشنی ڈالی، جہاں تک راقم کا تعلق ہے اس کو سب سے زیادہ دلچسپی اور لطف عزیز القدر سید جعفر مسعود حسنی ندوی (فرزند مولوی سید محمد واضح ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء و مدیر "الرائد" عربی) کے مقالہ کی سماعت سے ہوئی، جو والد مرحوم مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب حسنیؒ کی کتاب "دہلی اور اس کے اطراف" سے متعلق تھا اور اس میں علم و ادب اور تاریخ کے حسن امتزاج پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

اجلاس کی دوسری نشستوں میں نامور سیاحانِ عالم کے سفر ناموں اور سفر نامہائے حج و زیارت اور سیاحات عالم پر روشنی ڈالی گئی، اختتامی اجلاس میں اہل قلم حضرات سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی نگارشات و تخلیقات میں اسلامی ادب کی روح کو سمونے پر توجہ دیں کہ ادب اسلامی کے فروغ اور صالح ادب کی اشاعت کا مقصد پورا ہو سکے۔

رابطۂ ادب اسلامی کے اس اجلاس کے علاوہ پیس ایسوسی ایشن (PEACE ASSOCIATION) کے زیر اہتمام "پیام انسانیت" کا جلسہ ہوا، جس میں بلا تفریق

مذہب وملت ہر طبقہ کے لوگوں نے شرکت کی، صدارت ممتاز مجاہد آزادی گوہند
بھائی کشٹروں نے کی جو ایک اچھے سماجی کارکن ہیں اور ضلع کمیٹی ذمہ دار رکھتے ہیں، جلسہ
میں حاضرین کی تعداد اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت زیادہ تھی، مولانا عبدالکریم
پاریکھ صاحب اور راقم نے تقریریں کیں، صدر جلسہ کی تقریر پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

ان جلسوں کے علاوہ مذاکرۂ علمی کے اختتام پر ملک عنبر کی تعمیر کردہ اورنگ آباد
کی وسیع اور تاریخی مسجد میں جس میں مدرسہ کاشف العلوم قائم ہے، اور جس کے حجروں
میں فتاویٰ عالمگیر کا خاکہ تیار ہوا تھا، مغرب بعد اصلاحِ معاشرہ کا جلسہ ہوا،
حاضرین کا ایسا ہجوم تھا کہ لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ اس سے قبل اتنا بڑا اجتماع
یہاں نہیں ہوا تھا، جلسہ سے اولاً مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے خطاب
فرمایا پھر راقم نے آیت کریمہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي	تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر
رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا سے
لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ	ملنے) اور روز قیامت (کے آنے)
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ	کی امید ہو، اور وہ خدا کا کثرت سے
كَثِيرًا (الاحزاب ۲۱)	ذکر کرتا ہو۔

کی روشنی میں موضوع پر روشنی ڈالی، اور مسلمانوں کو خوشی، غمی اور اپنے ہر کام کو سنت
کے مطابق کرنے کی دعوت دی اور صحابۂ کرامؓ کے واقعات کی روشنی میں اس کی
وضاحت کی۔

ان خطابات اور مصروفیتوں کے علاوہ درسِ بخاری کا افتتاح بھی ہوا، جس

www.abulhasanalinadwi.org

میں راقم نے بخاری شریف کی پہلی حدیث "إنما الأعمال بالنیات" کو موضوع بناکر ایک تربیتی واحتسابی تقریر کی اور بتایا کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے اپنی کتاب کا آغاز کر کے کیسے بلیغ اشارات اور اصلاحی واحتسابی فرض انجام دیا، اور اس سے ایک بلیغ وحکیمانہ مقدمۂ کتاب کا کام لیا ہے۔

طلبہ کی انجمن کی طرف سے عصرانہ بھی دیا گیا، جس میں طلبہ نے اردو عربی میں تقریریں کیں، جن سے اساتذہ کی محنت وتوجہ کا اچھا نمونہ سامنے آیا، اور یہ محسوس ہوا کہ یہ مدرسہ ندوۃ العلماء کے کام اور پیغام کا اس دیار میں اچھا نمائندہ ہے۔

اس سب کے علاوہ اور اس کے بعد خلد آباد بھی حاضری ہوئی، جہاں وہاں کے عالی مرتبت اولیاء مدفونین، اور حامل شرع متین، زاہد وغیور سلطانِ دیں، سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھی اور پھر اس شہر کو خیرباد کہا جس کو ہندوستان کا غرناطہ[1] کہا جانا چاہیے۔

رابطہ کے اس اجلاس کی کامیابی اور اس کے خوش اسلوبی کے ساتھ انجام کو پہنچنے میں عزیز مکرم مولوی ریاض الدین ندوی کا خصوصی، اور ان کے رفقاء اساتذہ بلکہ شعبۃ العلوم کا عمومی حصہ اور دخل تھا، جنھوں نے نظم وانتظام اور مہمانوں کی

---

[1] غرناطہ (اندلس۔ اسپین) کا وہ شہر ہے جہاں اسلامی اقتدار اور عربی واسلامی سلطنت کا آفتاب غروب ہوا اور مسلمانوں کے آخری قافلے وہاں سے روانہ ہو کر سمندر caspionsea پار کر کے مغرب اقصیٰ (مراکش) میں مہاجر وپناہ گزین ہو گئے، ہندوستان میں مسلم اقتدار کا آخری باجان دلیر دار سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ تھا، اس کی وفات کے بعد (جو اورنگ آباد میں ہوئی) ہندوستان میں اسلامی اقتدار کا زوال شروع ہو گیا اور بالآخر انگریز اس پر قابض ہو گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

رافت واحترام کا بڑا ثبوت دیا۔

دوحہ (قطر) کا ایک اہم اور مفید سفر

رابطۂ ادب اسلامی اورنگ آباد کے اجلاس سے فارغ ہوکر ۱۸؍اپریل کو اپنے محب و میزبان محترم الحاج غلام محمد (محمد بھائی) اور رفیق عزیز حاجی عبدالرزاق رائے بریلوی کی معیت میں ہوائی جہاز سے اورنگ آباد سے بمبئی کے لیے پرواز کی جہاں محب مخلص و مکرم الحاج محمد عثمان صاحب حیدرآبادی (انجینیر ایرپورٹ سعودی عرب) کی معیت میں (جو عرصہ سے اپنی محبت و خلوص کی بنا پر طویل ہوائی اور غیر ملکی سفروں میں باصرار رفاقت کی عنایت فرماتے ہیں) دوحہ (دارالحکومت قطر خلیج عربی) کا ہوائی سفر کرنا تھا۔

دوحہ کے وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ کے ادارۃ الشؤن الاسلامی کی طرف سے ہر سال الموسم الثقافی الاسلامی کے نام اور عنوان سے دینی خطبات کا انتظام کیا جاتا ہے جس میں عالم اسلام اور ممالک عربیہ کے نامور و ممتاز اہل فکر و دعوت کو خطاب کرنے یا مقالہ پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے، اس مرتبہ اس ناچیز پر نظر انتخاب پڑی۔

دوحہ و قطر سے راقم سطور کا دیرینہ تعلق اور دینی و علمی رابطہ تھا جس کے خاص باعث و محرک عالم صالح و فاضل جلیل الشیخ عبداللہ ابراہیم انصاری تھے جو قطر کی حکومت میں سلف کے آثار علمیہ اور مستند دینی کتابوں کی اشاعت کے شعبہ کے ذمہ دار اور ناظم اعلیٰ تھے اور جن کی کوشش سے فخر ہندوستان بلکہ فخر اسلام حضرت

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (م ۱۳۰۸ھ ۱۸۹۱ء) کی بے نظیر کتاب "اظہار الحق"
(جو رد نصرانیت اور صحف سابقہ میں تحریف کے ثبوت پر بے نظیر کتاب ہے)
ناچیز کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی، انہیں کے زیر اہتمام محرم ۱۴۰۰ھ نومبر
۱۹۷۹ء میں عالمی موتمر سیرت منعقد ہوئی، جس کی مثال اپنی وسیع نمائندگی اور
اثر و افادیت میں مشکل سے ملے گی، اور جس میں افتتاحی خطاب کا شرف اس عاجز
کو حاصل ہوا اور جس میں اس نے اقبال کے اس شعر کو بنیاد بنا کر کہ ؎

از دمِ سیرابِ آں اُمّی لقب
لالہ رُست از ریگِ صحرائے عرب

بعثتِ محمدی کے عالمگیر احسانات کی عمومیت کے ساتھ ممالک عربیہ
کو نئی زندگی دینے اور اس کو ایمانی، علمی و عملی، اخلاقی، اصلاحی و تربیتی و مقصدی
لحاظ سے خود "گلزار" بنے اور دنیا کو پیغامِ بہار دینے بلکہ حیات نو کی نعمت سے
آراستہ کرنے کے کارنامہ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا، تقریر فضل خداوندی سے
موثر ثابت ہوئی، شام کو جب راقم نے ٹیلی ویژن پر اس کے منظر کو دیکھا تو
بہت سی آنکھیں اشکبار نظر آئیں۔

اسی موقع پر شیخ عبداللہ بن ابراہیم انصاری مرحوم نے راقم کی کتاب "السیرۃ النبویۃ"
بھی چھپوا کر شرکائے اجلاس کو تقسیم کی جو خاصی ضخیم اور قیمتی کتاب ہے، اس کے
علاوہ بھی متعدد بار خلیج عربی کے سفر میں دوحہ جانے اور خطاب کرنے کی نوبت
آئی، مگر ادھر کئی سال سے دوحہ کا کوئی سفر پیش نہیں آیا۔

مارچ ۱۹۹۵ء میں وزارت اوقاف دوحہ کی طرف سے دعوت وصول ہوئی

www.abulhasanalinadwi.org

اور اصرار کیا گیا کہ دوحہ کے لئے وقت نکالا جائے اور وہاں راقم کے کچھ خطبات و
محاضرات (دیکھئے) ہوں، راقم کو اپنی صحت کی کمزوری، بعض مصروفیتوں اور ذمہ داریوں
کی کثرت کی وجہ سے اس دعوت کے قبول کرنے اور سفر میں پس و پیش تھا، لیکن وہاں
سے بار بار فیکس اور ٹیلی فونی پیغامات آتے رہے اور بار بار دعوت دی گئی اور سفر کے
جلد اصرار کیا گیا، اس زمانہ میں راقم کا زیادہ تر قیام رائے بریلی میں تھا، اس لئے
عزیزی محمد رابع سلمہٗ ان پیغامات کو وصول کرتے رہے اور سفر کی دشواریوں کا عذر
کرتے رہے، مگر وہاں کا اصرار جاری رہا، علالت کا عذر کیا گیا تو انھوں نے کہا
کہ سفر میں تاخیر ہو سکتی ہے مگر التواء نہیں، راقم نے اس مرتبہ اپنی رفاقت کے لئے
عزیز القدر مولوی بلال عبدالحی سلمہٗ کا انتخاب کیا، جن کو عربی پر اچھی قدرت بھی
ہے اور حدیث سے خاص مناسبت ہے اور ہمارے معمولات، ضروریات (دواؤں
وغیرہ) سے بھی واقف ہیں، لیکن ان کے پاس پاسپورٹ نہیں تھا، اس کے حصول
کی کوشش کی گئی جس میں خاصی تاخیر ہوئی، وزارت اوقاف کے ذمہ داروں نے
اس کی بھی مہلت دی، مگر اس میں تاخیر ہوتی چلی گئی، بالآخر رفیق قدیم حاجی عبدالرزاق
رائے بریلوی ہی کا انتخاب کیا گیا، جن سے سفر میں بڑی مدد اور راحت حاصل
ہوتی ہے، ادھر جب بھائی عثمان صاحب نے سنا کہ ہم دوحہ کا سفر کرنے
والے ہیں تو انھوں نے معیت و رفاقت کا ارادہ کر لیا، اور بمبئی آگئے، ان کے آجانے
سے ہوائی محکمہ سے خصوصی تعلق رکھنے کی بنا پر ذہن سفر کے انتظامات و مشکلات
سے آزاد و فارغ ہو گیا، وہ ہمارے بمبئی پہنچنے پر کچھ وقفہ سے بمبئی آگئے، انھوں نے

---

(۱) یعنی فرزند عزیز القدر و باعث فخر محمد الحسنی مرحوم (فرزند اکبر برادر مشفق ڈاکٹر حکیم مولوی سید عبدالعلی صاحبؒ)

www.abulhasanalinadwi.org

دوحہ کے سفر کے سب انتظامات کرئے اور رزرویشن کرالیا۔

۱۱؍ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ، ۱۲؍اپریل ۱۹۹۵ء کی شام کو خلیج کے جہاز سے دوحہ روانگی ہوئی جہاز بحرین ٹھہرتا ہوا (جہاں اس کو بمبئی کے لئے مسافر لینے تھے) قدرے تاخیر کے ساتھ تقریباً ۸ بجے رات کو دوحہ کے ایرپورٹ پر پہنچا، وزارت کی طرف سے استقبال کا پورا انتظام تھا موٹر ہوائی جہاز سے آکر لگ گئی، یہ دیکھکر بڑی مسرت ہوئی کہ استقبال کرنے والوں میں محب فاضل وقدیم علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی بھی ہیں، علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی عصر حاضر کے ممتاز ترین فضلاء محققین ومصنفین اور داعیان دین میں ہیں، ان کی کتاب "فقہ الزکاۃ" ایک بڑی تحقیقی وعلمی پیشکش ہے، ان کو گزشتہ سال علمی وتحقیقی فیصل ایوارڈ مل چکا ہے، راقم کے ان سے ۱۹۵۱ء سے (جب مصر کا سفر اور چند ماہ قیام رہا) دینی، دعوتی فکری اور برادرانہ روابط ہیں اس وقت وہ کلیۃ اصول الدین، جامع ازہر کے ممتاز طالب علم تھے اور اخوان کی تحریک سے وابستہ، وہ برابر راقم کے پاس آتے جاتے اور اس کو اپنی قیام گاہ پر بھی لے جاتے رہے، اس کے بعد بھی انھوں نے برابر علمی ودینی رابطہ قائم رکھا، ۱۹۷۵ء میں ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن میں وہ شریک ہوئے اور زوردار تقریر کی، اس کے علاوہ بھی وہ ایک دو بار دارالعلوم آئے اور اپنے علمی ودینی خطابات سے اساتذہ وطلبہ کو مستفید کیا۔ مصر چھوڑنے کے بعد سے وہ جامعہ دوحہ (دوحہ یونیورسٹی) میں شعبہ شریعت اسلامی ودینیات کے صدر مدرس وناظم ہیں، استقبال کرنے والوں میں ان ندوی فضلاء کی بھی ایک جماعت تھی جو قطر کے مختلف شعبوں میں کام کرتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

وزارت کے نمائندوں نے جو ایرپورٹ آئے تھے ہم تینوں کو دوحہ شہر لے جاکر (جو شاندار عمارتوں، پُر فضا مقامات، ترقی یافتہ وآراستہ بازاروں پر مشتمل ہے اور جس نے ہمارے پچھلے سفروں کے بعد بڑی ترقی کی ہے) شیرٹن (SHERA TON) ہوٹل میں ٹھہرایا اور ہم نے رات کو آرام کیا، ہوٹل کے اس قیام میں محبِ مکرم جناب مظفر کولا صاحب بھٹکلی سے بڑی مدد ملی اور راحت پہنچی، جو اس زمانہ میں دوحہ ہی میں مقیم تھے، اور وہاں ان کی ایک بڑی آراستہ دوکان اور تجارتی مرکز ہے، ندوی فضلاء کی وجہ سے بھی ایک مانوس فضا محسوس ہوئی اور انھوں نے پوری سعادت مندی اور خردانہ وعزیزانہ تعلق کا ثبوت دیا۔

اگلے دن ۱۳ اپریل کو جمعہ تھا، جمعہ کی نماز اس مسجد میں پڑھنا طے ہوا جس میں شیخ یوسف القرضاوی جمعہ کی نماز پڑھاتے ہیں، شیخ یوسف نے ایسا پرزور بلیغ اور موثر خطبہ دیا جس پر کم ہی خطیب قادر ہوتے ہیں، بعض مرتبہ ان کے زورِ بیان سے اندیشہ ہوتا تھا کہ دیواروں میں شگاف وسوراخ نہ ہو جائیں۔

خطبہ کے اثناء ہی میں انھوں نے اعلان کر دیا کہ نماز کے بعد شیخ ابوالحسن ندوی کچھ خطاب کریں گے، اس پرزور خطبہ کے بعد کسی تقریر کی گنجائش نہ تھی، راقم نے مختصراً سورۃ العصر کے مطالب اور تقاضوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ یہ سبق جو ہم نے آپ سے (اہل عرب سے) پڑھا تھا وہ ہم سناتے ہیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی جب کسی کا اپنے دوست کا ساتھ ہو جاتا تھا تو رخصت ہوتے وقت سبق کی طرح یہ سورہ دہرایا کرتے تھے۔

پھر عرض کیا کہ باختلاف زمان ومکان وطبقات انسانی جس چیز کی کراہت

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس سے خوف پر تمام انسانی نسلوں اور طبقات کا اتفاق رہا ہے وہ "خسر" (نقصان) ہے، ہر ایک اس سے ڈرتا ہے اور اس سے بچنا چاہتا ہے؛ اس لئے اس سورہ کی ابتداء ایسے چونکا دینے والے الفاظ سے کی گئی ہے، پھر اس سے بچنے اور محفوظ رہنے کا طریقہ وعلاج بتایا گیا اور وہ ایمان، عمل صالح اور تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہے، پھر ان صفات کی ضرورت اور ان کے نہ ہونے کے نقصانات پر مختصراً روشنی ڈالی گئی۔

عمومی خطاب اور امت کی اصل قدر وقیمت اور اسکے فریضہ وکردار پر تقریر

اسی دن جمعہ ۱۲؍ ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ ۱۳؍ اپریل ۱۹۹۵ء کو عمومی خطاب کا انتظام کیا گیا تھا، غالباً شہر میں کسی بڑے وسیع ہال کے نہ ہونے کی وجہ سے یا برکت واجتماع عام کے خیال سے شہر کی جامع مسجد کے وسیع صحن کا انتخاب کیا گیا، جس میں ہزاروں آدمیوں کی گنجائش تھی وہ بالکل پُر ہو گیا تھا، مسجد کے صدر دروازہ کے سامنے چند کرسیاں رکھ دی گئی تھیں جن پر مقرر اور چند ممتاز شخصیتوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا، جن میں شیخ یوسف القرضاوی بھی تھے۔

راقم اپنا عربی مقالہ جو پہلے سے تیار تھا اور جس کا عنوان تھا "قيمة الأمة الإسلامية بين الأمم ودورها في العالم"[1] (امت اسلامیہ کی اصل قدر وقیمت

---

[1] عربی مقالہ رسالہ کی شکل میں قطر کی وزارت اوقاف کی طرف سے شیخ یوسف القرضاوی کی تقدیم اور تعارفی کلمات کے ساتھ شائع ہوا، اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر مولوی عبداللہ عباس ندوی کے قلم سے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے اہتمام سے زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس کا میدانِ حیات اور اقوام و ملل کے دائرہ میں امتیازی کردار اور کارنامہ)
راقم نے جب اس مجمع عظیم پر نظر ڈالی جو ہمہ تن گوش تھا تو اس کو اندیشہ ہوا کہ اس مجمع عظیم میں جس میں خاصی تعداد میں عوام اور اہل حرفہ بھی ہیں مقالہ جو طویل بھی تھا اور علمی و تحلیلی اسلوب اس پر غالب تھا، یکساں توجہ اور یکسوئی کے ساتھ سنا نہ جا سکے گا، راقم کو اس کا کئی بار تجربہ بھی ہو چکا ہے اس لئے اصل مقالہ پڑھنے کے بجائے اس کو ذہن میں رکھ کر تقریر اور زبانی خطاب کو ترجیح دی۔

تقریر میں غزوہ بدر کو سامنے رکھ کر اس کا نقشہ کھینچ کر عرض کیا گیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت حال کا حقیقت پسندانہ اور غیر جانبدارانہ جائزہ لیا (اور ایسا کرنا منصب و شانِ نبوت کے خلاف نہیں) تو آپ کو نظر آیا کہ ایک طرف ایک ہزار مکمل طور پر مسلح اور جوش و حمیت سے بھرے ہوئے آزمودہ کار، مکہ کے قریشی ہیں اور دوسری طرف نیم مسلح تین سو تیرہ (۳۱۳) انصار و مہاجرین ہیں، اس وقت آپ پر یہ بات ایک بدیہی حقیقت کی طرح واضح ہو گئی کہ اگر کسی غیبی مدد اور نصرت الٰہی کے بغیر آزادانہ صف آرائی اور زور آزمائی ہوئی، تو نتیجہ ظاہر ہے جو دنیا میں ایسے موقعوں پر ہمیشہ پیش آتا رہا ہے کہ کثیر کو قلیل پر اور قوی کو ضعیف پر غلبہ حاصل ہوا ہے، اس وقت آپ نے ایک طرف نماز کی نیت باندھ لی اور تضرع و ابتہال کے ساتھ اس طرح دعا مانگنی شروع کی کہ حضرت ابوبکرؓ سے بھی نہ دیکھا گیا اور انھوں نے تسلی اور تسکین کے کلمات کہے۔

دوسری طرف آپ کی زبان مبارک سے ایسا جملہ نکلا جس کے سامنے اہل فہم و فکر کو نبی کی شانِ انابت و عبودیت، اور رضا بالقضاء اور اللہ کی شانِ

www.abulhasanalinadwi.org

بے نیازی اور صمدیت کا علم رکھنے کی وجہ سے ششدر اور حیران ہو کر کھڑا ہو جاتا اور سکتہ میں آجانا چاہیے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں، لیکن جو چیز سامنے سے گزرتی رہتی ہے یا سرسری طور پر دیکھنے یا پڑھنے میں آتی ہے وہ توجہ کو منعطف نہیں کرتی، ذہن میں استعجاب نہیں پیدا کرتی، اور غور و فکر اور عمیق و وسیع نتائج نکالنے پر آمادہ نہیں کرتی، کسی راستہ سے روزانہ گزرنے والوں سے پوچھا جائے کہ فلاں جانب کون سی چیز جاذب نظر تھی، یا دیوار پر فلاں جگہ کیا کتبہ لگا ہوا تھا تو وہ جواب دینے سے قاصر رہیں گے، اسی طرح سرعت و کثرت کے ساتھ تاریخ و سیر کا مطالعہ کرنے والے بہت سے ایسے مقامات سے گزر جاتے ہیں جہاں ان کو ششدر و حیران ہو کر کھڑا ہو جانا چاہیے مگر وہ تیزی سے گزر جاتے ہیں۔

ہماری مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ہے جو اس صورت حال کو دیکھ کر آپ کی زبان سے نکلا آپ نے فرمایا "اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد"[1]، اے اللہ اگر تو (اس مٹھی بھر) جماعت کی ہلاکت کا فیصلہ کر دے گا (تو سب کچھ ہوگا) مگر تیری ذات واحد کی عبادت (توحید و تفرید کے ساتھ) نہ ہوگی۔

اس کے بعد کیا نتیجہ نکلا کہ بالکل خلافِ قیاس، خلافِ مشاہدہ اور تجربہ

---

[1] سیرت کی مستند کتابوں میں کہیں یہ الفاظ آئے ہیں "لا تعبد ابداً" اور کہیں آیا ہے "لا تعبد فلاحق" صحیح مسلم، سیرۃ ابن ہشام اور کنز العمال میں یہ الفاظ آئے ہیں "اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض" (اے اللہ اگر تو اہل اسلام کی اس مٹھی بھر جماعت کی ہلاکت کا فیصلہ فرما دے گا تو زمین پر تیری ذات واحد کی عبادت نہ ہوگی) اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں "اللّٰھم ان شئت لم تعبد بعد الیوم ابداً" (اے اللہ اگر تو نے چاہا تو آج کے دن کے بعد پھر کبھی تیری ذات واحد کی عبادت نہیں ہوگی) (دلائل النبوۃ بیہقی ج ۲)

www.abulhasanalinadwi.org

اور قانونِ تکوینی و طبعی کے برعکس اس قلیل اور نیم مسلح جماعت کو مخالفین کے اس مسلح جمِ غفیر پر کھلی ہوئی فتح اور غلبہ نصیب ہوا، اور اسلام اور دعوتِ اسلام کی بیخ کنی کا وہ منصوبہ ناکام ہوا جو اعدائے اسلام بے کر آئے تھے، دنیا میں اسلام کی فتوحات کا، اسلام کی اشاعت اور اس کے غلبہ و اقتدار کا، وہ سلسلہ شروع ہوا جس نے ایک طرف ساسانی شہنشاہی کو، دوسری طرف بازنطینی مملکت کو مغلوب اور زیر کرلیا اور ان کے زیر حکومت ممالک حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور یہیں تک نہیں بلکہ اسلام ایشیا کے آخری جنوبی و مشرقی کنارہ تک اور افریقہ کے شمالی و جنوبی ممالک میں پھیل گیا اور اس نے سلطنتیں قائم کیں، اس لئے حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا میں اسلامی اقتدار، اسلامی شوکت و قوت، دولت و ثروت، تہذیب و معاشرت اور علمی خدمات و تہذیبی ترقیات کے جو مظاہر اور مراکز نظر آتے ہیں وہ سب بدر کی فتح کا نتیجہ اور صدقہ ہے، اور دراصل عالم اسلام کی تاریخ، بدر کی فتح سے شروع ہوتی ہے اور سارا عالم اسلام اور ساری اسلامی سلطنتیں اور ممالک (مع جزیرۃ العرب اور خلیج عربی اور مراکش اور الجزائر کے) بدر کی فتح کا صدقہ اور اس کا امتداد ہے، اگر بدر میں فتح نہ ہوتی تو یہ کچھ نہ ہوتا۔

اس کے بعد یہ عرض کیا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانے پر کہ "اگر تو نے اس مٹھی بھر جماعت کی شکست و ہلاکت کا فیصلہ فرمادیا تو تیری ذات واحد کی عبادت اور روئے زمین پر تیرے احکام و شریعت کا نفاذ نہیں ہوسکے گا" مسلمانوں کو (خلاف قیاس اور ظاہری اسباب) فتح عطا فرمائی تو اب مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگیا کہ وہ اپنے اس امتیاز، عقیدۂ توحید پر استقامت

دعوت الیٰ اللہ اور نفاذ شریعت الٰہی کی سعی و جہد کو قائم رکھیں کہ اس امتیاز و اختصاص اور اس عزم و فیصلہ اور اس وعدہ و ضمانت پر ان کو فتح نصیب ہوئی تھی۔

پھر حضرت ربعی ابن عامر کے اس مکالمہ کی روشنی میں عرض کیا گیا، جو رستم کے دربار میں ہوا تھا اور جس میں انھوں نے اس سوال پر کہا تھا کہ تم عرب کس غرض اور کس محرک کی بنا پر اس ملک (عراق و ایران) میں آئے ہو؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ہم خود نہیں آئے اللہ نے ہمیں بھیجا ہے کہ جس کے ساتھ اس کی مشیت متعلق ہو جائے ہم اس کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کریں۔ دنیا کی تنگی (اور قفس زریں) سے نکال کر دنیا کے وسیع آفاق میں لائیں اور آزاد زندگی کا مزہ چکھائیں اور مذہب (باطل) کے ظلم و ستم سے آزاد کر کے اسلام کے عادلانہ نظام سے بہرہ مند کریں، آج مسلمانوں کو بھی ربعی ابن عامر کے اسی جواب کی روشنی اور رہنمائی میں نہ صرف مشرقی ممالک کو بلکہ مغرب کے ترقی یافتہ اور دنیا پر حکومت کرنے والے ممالک کو بھی اس دین توحید، دین فطرت، دین عدل و مساوات کو قبول کرنے اور نفس و عادات و رسوم اور ان خود عائد کردہ پابندیوں سے (جن کا نام فیشن رکھا گیا ہے) آزاد ہونے اور صرف خدائے واحد کا پرستار بننے اور اس کے قوانین و احکام کو جاری کرنے کی دعوت دینی چاہیئے۔

الحمد للہ اس تقریر کا اچھا اثر محسوس ہوا تقریر کے بعد اچانک ڈاکٹر شیخ یوسف القرضاوی اپنی کرسی سے اٹھے اور دوسری جانب خطابت کی کرسی پر بیٹھ کر خطاب شروع کر دیا جس میں انھوں نے اس فراخ دلانہ، فیاضانہ اور متواضعانہ طریقہ پر مقرر کا تعارف کرایا جو عربوں ہی کا حصہ ہے، اور جس کا راقم

www.abulhasanalinadwi.org

کو ممالک عربیہ کے جلسوں میں اور اپنی ان تصنیفات کے مقدموں اور تقریظوں میں تمام بار تجربہ ہو چکا ہے جو عرب ادباء و فضلاء سے لکھوائی گئیں، پھر انھوں نے ندوۃ العلماء کا تعارف اس جوش و خروش اور عقیدت مندی کے ساتھ کرایا جو بڑے سے بڑا ندوی فاضل اور ندوی ادیب و خطیب بھی نہیں کرا سکتا، اس میں خاص طور پر ندوہ کے امتیاز "الجمع بین القدیم الصالح والجدید النافع" پر زور دیا اس تقریر میں انھوں نے ان تنظیموں، اداروں اور مرکزوں کا بھی تعارف کرایا اور ان کی اہمیت و افادیت کو بھی واضح کیا جن کی رکنیت کا راقم کو شرف حاصل ہے[1] ان کی تقریر کے بعد ناظم جلسہ کے شکریہ و اعلان پر اجلاس ختم ہوا، نماز عشاء ہوئی اور لوگ رخصت ہوئے۔

اردو دانوں سے خطاب

وزارتِ اوقاف کے ذمہ داروں اور منتظمین کا یہ اقدام بھی قابل تعریف ہے کہ انھوں نے اردو دانوں (ہندوستان اور پاکستان کے باشندوں کے لیے) جو ہزاروں کی تعداد میں قطر و دوحہ میں مقیم اور اپنی معاشی ضروریات و مشاغل کی تکمیل

---

[1] رسالہ کے آخر میں جو "قیمۃ الامۃ الاسلامیۃ بین الامم ودورها فی العالم" کے نام سے وزارۃ الاوقاف قطر کے ادارۃ الشؤون الاسلامیۃ کی طرف سے شائع ہوا ہے، اور خود المجمع الاسلامی العلمی کی طرف سے بھی اس کی اشاعت ہوئی، علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے تعارف اور تبصرہ کا وہ پر زور اور طویل مقالہ ہے جو بڑے سائز کے مطبوعہ رسالہ میں ص۱۵ سے ص۵۰ تک آیا ہے، ایسا تعارفی مقالہ جس میں اتنی فراخ دلی اور جوش و اثر کے ساتھ صاحب مقالہ یا رسالہ کا تعارف اور اس پر تبصرہ ہو، کم دیکھنے میں آیا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کے لئے اقامت گزیں تھے۔ خطاب کا انتظام کیا۔

راقم نے ان سامعین کو جو خاصی تعداد میں تھے، پہلے ان پر مبارکباد دی کہ اللہ نے ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے امریکا، افریقہ، یورپ یا کسی خالص غیر اسلامی ملک کا انتخاب نہیں فرمایا، ان کے لئے اس کے حصول کا ذریعہ اس ملک کو بنایا، لیکن ان کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ملک صرف کھانے کمانے کا ملک نہیں ہے، یہ کون سا ملک ہے اور اس سرزمین کا امتیاز و اعزاز اور اس کا اصل تحفہ و عطیہ کیا ہے؟ یہی جزیرۃ العرب وہ سرزمین ہے جہاں اللہ نے اپنے آخری نبی کو مبعوث فرمایا، اس پر اس ملک کی زبان میں کتاب نازل فرمائی اور یہیں سے ہم نے اور ساری دنیا نے ایمان و قرآن کی نعمت پائی، اس لئے ہم کو یہاں رہنے اور یہاں کی آب و ہوا میں سانس لینے پر ہر بنِ مو سے شکر ادا کرنا چاہیئے۔

اس پر راقم نے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا واقعہ سنایا کہ جب آپ اپنے عظیم قافلے کے ساتھ کلکتہ سے بادبانی جہاز پر حجازِ مقدس جا رہے تھے تو اثنائے راہ میں کسی نے اشارہ کیا کہ دیکھئے وہ کھجور کا درخت نظر آ رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عرب کی سرزمین ہے، آپ نے جو باوضو تھے فوراً شکرانہ کی نماز کی نیت باندھ لی اور اس پر شکر ادا کیا کہ اللہ نے عرب کی سرزمین اور اپنے محبوب نبی سے نسبت رکھنے والے خطۂ زمین (جزیرۃ العرب) کو دکھلایا۔

یہی آپ کا جذبہ اور احساس تشکّر ہونا چاہیئے اور اسی سے یہاں آپ کو رہنے سے فائدہ ہوگا، پھر نمازوں کی پابندی، سُنّتوں کی پیروی اور درود شریف کے اہتمام کی ترغیب بھی دی اور جلسہ برخاست ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

خواتین اور مستورات سے خطاب

وزارتِ اوقاف نے ایک پروگرام خواتین سے خطاب کا بھی رکھا تھا جس میں پردہ کا پورا اہتمام کیا گیا تھا، بلکہ بجائے چادر کے آڑ ہونے کے ہماری نشست پسِ دیوار تھی اور مائک کے ذریعہ آواز پسِ دیوار پہنچ رہی تھی۔

ہم نے اسلامی معاشرت اور اسلامی طرزِ زندگی کے موضوع پر تقریر کی، اور کہا کہ جس وقت عربوں نے جو ایک صحرایا تمدنی واقتصادی لحاظ سے نہایت غریب و پسماندہ شہروں میں زندگی گزار رہے تھے، بہت سے خیموں میں رہتے تھے اور کھجور اور اونٹ کے گوشت اور دودھ پر بسر کرتے تھے، جب ایک طرف بازنطینی سلطنت (جو رومن امپائر کی جانشین تھی اور تمدن میں نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی تھی) اور دوسری طرف ساسانی سلطنت کو فتح کیا، جو تہذیب و تکلّفات، لوازم زندگی اور تعیش کے آخری نقطہ پر تھی، تو اس وقت فاتح عربوں کو اور ان سے زائد ان کی مستورات اور خواتین کو یہ آزمائش پیش آئی کہ انھوں نے ان کے معیارِ زندگی، لوازم حیات اور حد سے بڑھے ہوئے تجمّل و تعیش کا مشاہدہ کیا، اس کے قصّے و روایات سنیں اور نمونے بھی دیکھے، اس وقت یہ بڑی آزمائش کا موقع تھا کہ خواتین کے منھ میں بھی پانی بھر آتا، ان کی نگاہیں خیرہ ہو جاتیں اور وہ اپنے مردوں سے فرمائش کرتیں کہ ہمیں بھی یہی پہناؤ، ہمارے گھروں کو بھی اسی طرح سجاؤ اور ہمیں بھی زندگی کا لطف اٹھانے اور اپنی شان دکھانے کا موقع دو، لیکن ان باایمان خواتین کا بڑا کارنامہ اور احسان ہے جس کو اسلامی دنیا اور اس وقت کی نسل بھی نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

بھول سکتی، کہ انھوں نے اس کی طرف طمع اور رشک کی نظر نہیں اٹھائی، ان کو اپنے لئے نمونہ اور قابل تقلید نہیں سمجھا، انھوں نے اپنی اسی سادہ زندگی پر قناعت کی اور پردہ، حیات کفاف وقناعت اور اسلامی معاشرت کو دانتوں سے مضبوط پکڑا اور اس پردہ قائم و مستقیم رہیں، آج بھی اسی کی ضرورت ہے اور آج بھی وہی امتحان درپیش ہے، جس میں ہماری عرب بہنوں کو سارے عالم اسلام کے لئے نمونہ بننا چاہیئے۔

ایک لطیفہ

تقریر کے بعد خواتین کی طرف سے لکھے ہوئے سوالات عربی میں آنے شروع ہوئے، ناظم جلسہ ان میں سے انتخاب کر کے دیتے تھے اور راقم ان کا جواب دیتا تھا، اسی اثناء میں ایک خاتون نے (غالباً زبانی طور پر) پوچھا کہ شیخ! آپ تو ہم کو نہیں دیکھ سکتے کہ ہم نامحرم ہیں، کیا ہم آپ کو دیکھ سکتے ہیں؟ راقم نے جواب میں کہا کہ ہماری تصویر یہاں کئی پرچوں اور اخبارات میں شائع ہو چکی ہے اس کو دیکھ لیجئے۔

یونیورسٹی میں تقریر

آخری پروگرام یونیورسٹی کے اساتذہ اور تحقیقی کام کرنے والوں کے سامنے تقریر کرنے یا مقالہ پڑھنے کا تھا، راقم نے اس کے لئے ایک مقالہ "واقع العالم الاسلامی وما ھو الطریق السدید لمواجھتہ واصلاحہ"[1]، (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

کے عنوان سے تیار کر رکھا تھا، حاضرین کی کوئی بڑی تعداد نہ تھی، شیخ یوسف القرضاوی جن کی موجودگی اس موقع پر تقویت اور اطمینان کا باعث ہوتی، جنیوا اور مصر کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے، راقم نے اس مضمون کا اہم حصّہ پڑھ کر سنایا اور سوالات کے جوابات دیئے۔

اس مضمون میں راقم نے موجودہ عالم اسلام اور اسلامی ممالک کا حقیقت پسندانہ و محتسبانہ جائزہ لیا، اس نے کہا کہ آج ممالکِ اسلامیہ (بشمول ممالکِ عربیہ) بالعموم احساس کمتری (INFERIORITY COMPLEX) کا شکار اور سیاسی و فکری طور پر صاحب قیادت طبقہ مغربی تہذیب اور افکار و اقدار سے سخت مرعوب ہے، وہ اسی کو منتہائے ترقی اور روشن خیالی سمجھتا ہے، دوسری طرف وہ اسلامی تحریکوں، دین کے غلبہ اور نفاذ کی دعوتوں اور کوششوں سے سخت خائف اور ان کے بارہ میں ایک حساسیت (ALLERGY) میں مبتلا ہے، مشہور و نامور ادیب و مصنّف و مفکر امیر شکیب ارسلان مرحوم نے جو امیر البیان کے نام سے مشہور تھے حاضر العالم الاسلامی[1] کے حواشی میں ایک جگہ لکھا ہے کہ عالم اسلام فنِ عروض کی اصطلاح "بحر"[2] کی طرح ہے جو اصطلاحاً بحر کہلاتی ہے لیکن اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہوتا"، راقم نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے

٭ یہ مضمون حاشیہ یہ رسالہ دار عرفات رائے بریلی کی طرف سے ایک دوسرے مضمون کے ساتھ جو "العالم الاسلامی علی مفترق الطرق" کے عنوان سے ہے ندوۃ العلماء کے پریس سے چھپ چکا ہے، اس کا مطالعہ مفید اور چشم کشا ہوگا۔ [1] یہ کتاب امریکی فاضل LOTHROP STODARD کی تصنیف NEW WORLD OF ISLAM کا عربی ترجمہ عجاج نویہض کے قلم سے ہے، جس پر امیر شکیب ارسلان کے مبصرانہ اور پُر از معلومات حواشی ہیں۔
[2] بحر فنِ عروض کی اصطلاح ہے جو چند کلمات موزوں کا نام ہے جس پر اشعار کا وزن ٹھیک کرتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

کہا کہ ہمارے نزدیک عالم اسلام ایک پُر آب، عمیق و طویل بحر (سمندر) کی طرح ہے اور پانی سے بھرا ہے، لیکن اُس کی موجیں باہر کی دنیا سے نہ ٹکراتی ہیں نہ کسی خطۂ زمین کو سیراب کرتی ہیں وہ صرف آپس میں ٹکراتی ہیں اور ان کا بڑا کارنامہ اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ دینی بیداری اور اسلامی تحریکات کی کشتیوں سے ٹکرائیں اور ان کو ڈبو دیں، آج آپ کو تمام ممالک اسلامیہ و ممالک عربیہ میں (باستثنائے چند) یہی صورت حال نظر آئے گی کہ ان کی سعی و جہد کا بڑا نشانہ دینی بیداری، اسلامی تحریکات اور تنفیذ شریعت کی کوششیں اور مطالبے ہیں۔

دوحہ کے قیام میں عالی مرتبت وزیر اوقاف سعادۃ الشیخ عبداللہ بن خالد بن حمد آل ثانی، اور اپنے قدیم میزبان اور مہربان شیخ عبداللہ ابراہیم انصاری مرحوم کے فرزندوں اور بعض دوسرے اعیان و معززین کی طرف سے پُر تکلف دعوتیں ہوئیں، ندوی فضلاء نے بھی (جو وہاں خاصی تعداد میں موجود ہیں) تعلق و سعادت مندی کا ثبوت دیا اور ایک خصوصی دعوت بھی کی، مختلف اوقات میں اور خاص طور پر شب میں دوحہ سے نکلنے والے رسائل و اخبارات کے نمائندے آتے رہے اور انٹرویو لیتے رہے، حیرت ہوتی تھی کہ اگلے ہی دن صبح کو وہ شرح و بسط کے ساتھ شائع ہو جاتے تھے اور عام طور پر ان میں صحیح ترجمانی ہوتی تھی۔

اس موقع پر محبّ مکرّم مظفر کولا صاحب بھٹکلی کی ان عنایات، رفاقت اور اخوت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، جس کا مظاہرہ انھوں نے دوحہ کے قیام میں کیا اور جن سے بہت سہولت حاصل ہوئی، روزانہ صبح کا ناشتہ انھیں کی طرف سے آتا تھا اور ذوق و معمول کا لحاظ کر کے وہ ہر طرح سے راحت اور سہولت پہنچاتے تھے۔ دوحہ کے

www.abulhasanalinadwi.org

قیام کے زمانہ میں سب سے زیادہ مدد رفاقت اور اعانت وزارت اوقاف کے سکریٹری محترم خلیفہ بن جاسم الکواری مدیر الشؤن الاسلامیہ قطر سے حاصل ہوئی، جو ایک ذاتی میزبان اور علمی و دینی قدرداں کی حیثیت سے معاون و رفیق اور وزارت کے نمائندہ اور وکیل رہے،

دوحہ میں چھ دن قیام کرکے ۱۰ اپریل کو بمبئی کے لئے واپسی ہوئی، بھائی محمد عثمان صاحب بمبئی تک ساتھ آئے، بمبئی میں تین دن قیام کرکے عزیزی عبدالرزاق کی معیت میں وہاں سے سیدھے لکھنؤ واپس آئے وللہ الامر من قبل ومن بعد۔

ایک رفیق قدیم کا حادثۂ ارتحال

۳ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ ۳ مئی ۱۹۹۵ء کو دارالعلوم کے ایک قدیم رفیق اور ایک ممتاز کارکن مولوی نجم الدین صاحب شکیب ندوی کا حادثۂ وفات پیش آیا، مرحوم برادر محترم و مربی ڈاکٹر حکیم مولوی سید عبدالعلی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلماء کے معتمد خاص اور غیر مسلموں میں تبلیغ و دعوت کے ایک مفید و مؤثر کارکن اور مبلغ تھے، بھائی صاحب مرحوم کو اس شعبہ سے امتیازی طور پر دلچسپی و وابستگی تھی، انھوں نے پسماندہ غیر مسلم برادریوں میں بھی اسلام کے تعارف و دعوت کا کام شروع کیا تھا اور تعلیم یافتہ غیر مسلموں میں بھی، اس سلسلہ میں ان کے دو اہم کارکن و معتمد تھے ایک مولانا نجم الدین صاحب ندوی جو ضلع رائے بریلی کے ایک قصبہ کے رہنے والے اور رفیق محترم مولانا عبدالسلام صاحب قدوائی کے عزیز قریب تھے، دوسرے مولوی سکندر علی صاحب ندوی، ان دونوں کو برادر محترم ڈاکٹر صاحب نے ناگپور بھیجا تھا جہاں وہ عرصہ تک کام کرتے

www.abulhasanalinadwi.org

رہے، وہ بڑے اچھے مقرر، فہیم اور سلیقہ مند آدمی تھے دینی تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء میں پائی تھی اور انگریزی سے بھی واقف تھے اور ادبی ذوق بھی رکھتے تھے، آخری عمر میں انھوں نے اپنے آبائی وطن میں ایک اسکول بھی قائم کیا، جس سے وہ غیر مسلموں میں تبلیغ کا بھی کام لینا چاہتے تھے لیکن وہ ان کی صحت کی کمزوری سے چل نہیں سکا، وہ ادھر کئی سال سے صاحب فراش تھے، ضعف و کمزوری آخری درجہ تک پہنچ چکی تھی، یہ راقم قدیم تعلق و رفاقت کی بنا پر کبھی کبھی عیادت کے لئے جایا کرتا تھا، تقدیری بات کہ ۳؍ ذی الحجہ ۳؍ مئی کو ان کا انتقال ہوا تو راقم دارالمصنفین اعظم گڈھ کے جلسہ میں گیا ہوا تھا جس کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت نہ ہو سکی، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں علماء طلبہ اور اہل تعلق کے ڈھائی ہزار مجمع نے نماز جنازہ ادا کی، جنازہ آبائی وطن تھولینڈی لے جایا گیا وہاں دوسری نماز جنازہ ہوئی اور تدفین عمل میں آئی رحمہ اللہ وغفر لہ۔

رابطۃ الجامعات الاسلامیۃ (MUSLIM UNIVERSITIES FEDERATION)

کے اجلاس قاہرہ میں راقم کی نمائندگی، مقالہ اور قاہرہ کے اہل فکر و اسلامی دعوت سے ملاقاتیں و تاثرات

کئی سال سے رابطۃ الجامعات الاسلامیۃ (MUSLIM UNIVERSITIES FEDERATION) کے نام سے ایک وفاق قائم ہے جس کا مرکز شروع سے رباط (مراکش) رہا ہے، راقم کو ندوۃ العلماء کے ناظم کی حیثیت سے اس کے بنیادی اور مستقل رکن ہونے کا شرف حاصل رہا ہے اور وہ ایک بار اس کے افتتاحی جلسہ میں جو رباط میں منعقد ہوا تھا شرکت کا شرف بھی حاصل کر چکا ہے، اس مرتبہ اس کے ماہ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مئی ۱۹۹۵ء میں قاہرہ میں انعقاد کا فیصلہ کیا گیا اور راقم کو اس کے اساسی رکن کی حیثیت

www.abulhasanalinadwi.org

سے شرکت اور خطابت کی دعوت دی گئی، لیکن وہ اپنی صحت کی کمزوری، عوارض اور اہم مشاغل کی وجہ سے جانے سے معذور تھا، اس نے اس میں شرکت اور اس کا پیغام پہنچانے کے لئے اپنے عزیز معتمد و ترجمان مولوی نذر الحفیظ ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء کا انتخاب کیا، جو جامع ازہر کے فاضل ہیں اور سات سال تک مصر میں قیام کر چکے ہیں، وہاں کے اداروں، مکاتب خیال اور شخصیتوں سے گہری اور ذاتی واقفیت رکھتے ہیں، یہ کانفرنس اوائل ذی الحجہ اور اواخر مئی میں قاہرہ میں منعقد ہوئی، راقم نے اپنا مقالہ جس کا عنوان تھا "دور الجامعات الاسلامیۃ المطلوب فی تربیۃ العلماء و اعداد الدعاۃ" ان کے حوالہ کر دیا تھا کہ وہ اس کو کانفرنس میں پیش کریں، جو ممالک عربیہ بالخصوص مصر کے موجودہ حالات کا مقابلہ کرنے اور اہم دانش گاہوں کو اس سلسلہ میں اپنے فرائض یاد دلانے کے موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔

عزیز موصوف نے نہ صرف اس اہم کانفرنس میں شرکت کی بلکہ قاہرہ اور اس کے نواح و قرب وجوار کا دورہ بھی کیا، اہم اسلامی شخصیتوں سے ملے، وہاں کے متضاد رجحانات کا جائزہ لیا، ان تک ناچیز کی اہم عربی تصنیفات اور رسائل بھی پہنچائے، انھوں نے اپنے دورہ کی جو رپورٹ لکھ کر دی ہے وہ معمولی ترمیم و حذف کے ساتھ پیش کی جاتی ہے کہ وہ نظر افروز بھی ہے اور معلومات خیز بھی:۔

"رابطۃ الجامعات الاسلامیہ عرب اور عالم اسلام کی اسلامی دانش گاہوں پر مشتمل ایک فیڈریشن ہے جو آج سے چودہ سال پہلے قائم ہوئی تھی اس فیڈریشن کے قیام کا بنیادی مقصد اسلامی دنیا کی دانش گاہوں کے اساتذہ و طلبہ وہاں کے نصاب تعلیم و تربیت اور نظام تعلیم، تعلیمی تجربات،

www.abulhasanalinadwi.org

اور تحقیقات کے میدان میں باہمی ربط و تعلق اور تعاون و تبادلہ ہے، اس فیڈریشن کے قیام کے وقت ہی سے دارالعلوم ندوۃ العلماء اس ادارہ کا بنیادی ممبر ہے، اس ادارہ کی طرف سے ہر دو سال پر کانفرنس ہوتی ہے جس میں ان دانش گاہوں کے اراکین جمع ہوتے ہیں تاکہ تعلیمی تجربات و تحقیقات سے فائدہ اٹھائیں اور آئندہ کے لئے نیا لائحہ عمل تیار کریں، جو یونیورسٹیاں رکن ہیں ان کے منتخب طلباء اور اساتذہ کا ایک کیمپ بھی دو سال پر باری باری مختلف ملکوں میں لگتا ہے، کوالالمپور اور اسلام آباد کے کیمپوں میں یہاں سے اساتذہ اور طلبہ کے وفود بھی گئے تھے۔

اس سال رکن دانش گاہوں کو قاہرہ مدعو کیا گیا تھا، مولانا نے جو شروع سے اس کے رکن ہیں خاکسار کو اس کانفرنس میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا، یہ کانفرنس ازہر شریف کے زیر اہتمام ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ تا ۳ رذی الحجہ (۲۶ رمئی ۱۹۹۵ء) مرکز صالح کامل للاقتصاد الاسلامی میں منعقد ہوئی اس میں جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ، جامعہ الامارات، جامعہ قطر، الجامعۃ الاسلامیہ العالمیہ اسلام آباد جامعہ زیتونہ، کے علاوہ ملیشیا، انڈونیشیا، ہندوستان، کویت، لبنان، ترکی، الجزائر، مراکش، تونس، موریطانیہ، اردن، فلسطین، سوڈان اور نائجیریا کی دانش گاہوں کے نمائندے شریک ہوئے، سعودی عرب کے وزیر اوقاف ڈاکٹر عبداللہ المحسن الترکی، اور شیخ الازہر جاد الحق علی جاد الحق سے ملاقات ہوئی، ان دونوں حضرات نے اور کانفرنس میں

www.abulhasanalinadwi.org

شریک نمائندوں اور مصر کے اہل تعلق نے عام طور پر مولانا کی خیریت دریافت کی اور سلام پہنچانے کے لئے کہا۔

اس کانفرنس میں یہ طے کیا گیا کہ رابطۃ الجامعات الاسلامیہ کا دفتر عارضی طور پر رباط (مراکش) میں تھا اب مستقلاً یہ دفتر قاہرہ منتقل ہو جائے گا تاکہ شرکائے کانفرنس اور ارکان کو آنے جانے میں آسانی ہو، دوسری بات یہ طے ہوئی کہ رابطۃ الجامعات الاسلامیہ کی صدارت کے تیسرے مرحلہ کے لیے بھی عبداللہ عبدالمحسن الترکی کا انتخاب ہو گیا۔

اس کانفرنس میں یہ طے کیا گیا کہ اسلامی دانش گاہوں کے درمیان نصابی کتابوں میں ہم آہنگی پیدا کی جائے، ان دانش گاہوں کے اساتذہ اور طلبہ ہر دو سال پر کسی ملک میں جمع ہو کر تبادلۂ خیال کریں۔ آئندہ کا جلسہ قطر میں ہوگا۔

یہ بھی طے ہوا کہ رابطۃ الجامعات کے ممبران روس کے چنگل سے آزادی حاصل کرنے والی جمہوریتوں کے طلبہ کو زیادہ سے زیادہ تعلیمی وظیفہ مہیا کریں، آزاد جمہوری ملکوں کے تقریباً پانچ سو طلبہ ازہر میں آج کل تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ہم نے ندوۃ العلماء کی طرف سے بھی ان ملکوں کے پچاس طلبہ کو وظیفہ کی پیش کش کی، بشرطیکہ یہ طلبہ تعلیمی ویزا لے کر آئیں۔

اس کانفرنس کے تیسرے دن "اسلامی دانش گاہوں اور مستقبل کا چیلنج" کے عنوان سے سیمینار تھا، اس میں مولانا کا مقالہ "دور الجامعات الاسلامیۃ المطلوب فی تربیۃ العلماء و إعداد الدعاۃ" ٹائپ کرا کے تقسیم کرا دیا اس

طرح سیمینار میں اسی موضوع پر بحث و مناقشہ ہوتا رہا، اس رسالہ سے سیمینار کا رخ متعین کرنے میں آسانی ہوئی والحمد للہ علی ذالک۔

استاذ گرامی مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی مہتمم دارالعلوم اور مولانا سید محمد واضح رشید صاحب ندوی نے چلتے وقت ہدایت کی تھی کہ کلیۃ اللغۃ ازہر کے اساتذہ سے یہاں کے ادبی نصاب کے بارہ میں مشورہ کرنا، اگر وہ کسی نئی کتاب کا مشورہ دیں تو اس کو خرید کر لیتے آنا، چنانچہ کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد جن اساتذہ سے ملاقاتیں کیں ان میں کلیۃ اللغۃ کے موجودہ پرنسپل ڈاکٹر مصطفےٰ طٰہ ابوکریشہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو نقد ادب کے استاد رہ چکے ہیں، متعدد عربی اور تنقیدی کتابوں کے مصنف ہیں، انھوں نے بڑے اہتمام اور توجہ سے ہمارے پورے نصاب اور نظام تعلیم کا جائزہ لیا، جدید عربی ادب کی تاریخ و شخصیات اور ادب قدیم کے نصوص اور کتابوں کے نام اور نصوص ادبیہ کے انتخاب کو دیکھا، تو انھوں نے غیر معمولی پسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا تمہارے یہاں عربی ادب کا جو نصاب درس تیار کیا گیا ہے اس میں زیادہ جامعیت اور توازن ہے یہ ایسے شخص کی رائے تھی جو بیس سال سے عرب ملکوں کی مختلف دانش گاہوں میں عربی ادب کا استاد رہ چکا ہے، اس سے غیر معمولی مسرت ہوئی ایسی ہی رائے کا اظہار مشہور داعی و مصنف ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اس وقت کیا تھا جب آج سے پندرہ سال قبل وہ ندوہ تشریف لائے تھے۔

قاہرہ میں متعدد اہم دینی و علمی اور دعوتی شخصیتوں سے ملاقاتیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئیں، ان سے بڑا فائدہ ہوا، صحافتی حلقوں سے پہلے سے تعلقات تھے، اس بار کی ملاقات میں مصر کے حالات تفصیل سے معلوم ہوئے جو افسوس ناک تو تھے لیکن مایوس کن نہیں، حالات معلوم کر کے اندازہ ہوا کہ اقتصادی، سیاسی، دینی و اخلاقی، علمی و تعلیمی میدانوں میں اسرائیل کی بالادستی ہے، ایک محتاط اندازہ کے مطابق پچاس سے ستر ہزار کے درمیان دیندار عناصر جیلوں میں بند ہیں، اور جسمانی و نفسیاتی تعذیب کی ہولناکیوں میں مبتلا ہیں، اس پر بس نہیں بلکہ مساجد میں نماز کی پابندی اور دینداری کے شبہ میں اور اکثر و بیشتر چہرہ پر داڑھی ہونے کی بنا پر سولہ سترہ سال کے نوجوانوں کو فرضی پولیس مڈبھیڑ میں مارا جارہا ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر وسیع و کشادہ مقامات پر پہلے نمازیں ادا کی جاتی تھیں، سادات اور مبارک کے عہد میں ان مقامات پر نماز سے چوبیس گھنٹے پہلے پانی بھر دیا جاتا ہے اور مسلح افواج سے ان میدانوں کو ٹینک لگا کر گھیر دیا جاتا ہے تاکہ مصری چھوٹی مسجدوں میں نماز عید ادا کرنے پر مجبور ہو جائیں اور ان کا جمگھٹا نہ ہونے پائے۔

مصری دستور میں اس بات کی صراحت ہے کہ دینی بنیادوں پر کسی جماعت کی تشکیل قطعی ممنوع اور جرم ہے، اس بنا پر باقاعدہ دینی جماعتوں کا کوئی وجود نہیں، اخوان کی تحریک کا وجود تو پہلے ہی مٹ چکا تھا جو مصر ہی نہیں پوری اسلامی دنیا کے لئے زبردست خسارہ تھا، اس وقت مصر میں جو اخوان ہیں ان کی سماجی سرگرمیوں پر بھی پابندی ہے چہ جائیکہ ان کو دینی

www.abulhasanalinadwi.org

اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت ہوتی، مصری وزارت اوقاف کی طرف سے ائمۂ مساجد کو سرکاری طور پر تیار کیے ہوئے خطبے بھیجے جاتے ہیں اور اس کی پوری ہدایت ہے کہ یہودیوں، عیسائیوں اور مغربی ملکوں پر کوئی تنقید نہ کی جائے، حکومت کے خلاف تنقید تو ممنوع ہے ہی غیر سرکاری مساجد کے ائمہ اور خطیبوں پر بھی سخت پابندی ہے اور ان کے خطبوں کو ٹیپ کرنے کا وزارت داخلہ اہتمام کرتی ہے۔

مصر کے تعلیمی امور میں بھی اسرائیل و امریکا کی حکمرانی ہے، دو سال قبل امریکی، اسرائیلی اور مصری ماہرین تعلیم کی مشترکہ سفارش کے مطابق مصر کے اسلامی نصاب اور دینیات کے کورس میں تبدیلی کی گئی، مصر کے سرکاری اخبار روزنامہ "الاہرام" کے مطابق مصری مدارس کے کورس کی کتابوں سے اسلامی غزوات میں سے ان غزوات کو حذف کر دیا گیا ہے جن کا تعلق یہودیوں اور عیسائیوں سے ہے، اس کے بجائے فرعونی عہد کا اضافہ کیا گیا ہے۔

مصر و اسرائیل کے درمیان دشمنی کے زمانہ میں یہودیوں سے متعلق قرآنی آیات اور ان کی تفسیر جو مدارس کی نصابی کتابوں میں تھیں، ان سب قرآنی آیات کو حذف کر دیا گیا ہے۔ مصری اخبارات اور رسائل میں یہودیوں اور عیسائیوں کے خلاف کوئی مضمون شائع نہیں کیا جا سکتا البتہ اسلام دشمن مضامین خوب شائع کیے جاتے ہیں، نجیب محفوظ، نصر ابو زید جیسے ملحدوں کی سرکاری سرپرستی اور حمایت کی جاتی ہے۔

اقتصادی میدانوں میں بھی مصر پابند سلاسل ہے، مصر کے اخوانی عنصر

www.abulhasanalinadwi.org

نے جو سعودی عرب، کویت اور لیبیا وغیرہ میں ملازم تھے مصر میں سادات کے عہد میں غیر سودی بنیادوں پر تجارتی کمپنیاں قائم کیں، اس کی ایک سو چار بڑی کمپنیاں اپنے شیئر ہولڈروں کو تیس سے چالیس فیصد تک دیا کرتی تھیں، دوسری طرف ان کمپنیوں کی نکالی ہوئی زکاۃ کی رقم ایک ارب پونڈ سالانہ تک پہنچ گئی تھی، اس رقم سے غریب نوجوانوں کی تعلیم، غریب خاندانوں کی مالی امداد، نادار بچیوں کی شادی اور دینی وعلمی کتابوں کو شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا تھا، جس کا فائدہ دینی عناصر کو ہو رہا تھا لیکن مبارک کے عہد میں ان تمام کمپنیوں پر پہلے پابندی لگائی گئی، پھر انھیں غیر ملکی یہودی سرمایہ کاروں کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا اس طرح دینی عنصر کے ہاتھ سے یہ میدان بھی چھین لیا گیا، اس کے علاوہ زراعت کے میدان میں بھی مصر پر یہ پابندی ہے کہ متعین حد سے زیادہ کھیتی نہ کرے اور سبزی و روئی کی پیداوار متعین حد کے اندر ہی رہے، نیز سبزی اور روئی کے بیج اسرائیل سے حاصل کئے جائیں کہ ان سے زیادہ پیداوار ہوتی ہے۔ دو سال سے اس ہدایت پر عمل کرنے سے مصری کسانوں کو زبردست مالی خسارہ ہو رہا ہے، اس کے علاوہ مصر کی بہترین روئی امریکہ و اسرائیل کم قیمت پر خرید کر گھٹیا روئی اونچی قیمت میں خریدنے پر مصر کو مجبور کر دیتے ہیں، اس سال ایک ارب کا خسارہ مصری کسانوں کو ہوا لیکن آہ کرنا بھی منع ہے، اس کے علاوہ مصر و اسرائیل تعلقات کے بعد مصر میں اسرائیلی جاسوسی، نشہ آور اشیاء کی ترویج، مصری نوجوانوں

www.abulhasanalinadwi.org

کو بداخلاقی میں مبتلا کرنا، غیر ملکی سیاحوں پر قاتلانہ حملہ کرکے مصری دیندار نوجوانوں کو بدنام کرنے اور ان کو ارہابی اور قاتل اور دہشت پسند قرار دینے کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا، جرائم میں اسّی فیصد اضافہ ہوگیا ہے۔

ان تاریک پہلوؤں اور افسوسناک حالات کے باوجود روشن اور تابناک پہلو بھی ہیں جن کے ہوتے ہوئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

دیندار عناصر کے خلاف غیر معمولی تشدّد، فحش فلموں اور ٹی وی پروگراموں اور الحاد و بے دینی کی بھرپور سرکاری سرپرستی کے باوجود دین داری کی طرف جس طبقہ نے سب سے پہلے قدم اٹھایا وہ جدید تعلیم یافتہ اور فیشن میں مبتلا طبقہ ہے، اس میں فلمی اداکار (مرد وعورت) اور یونیورسٹیز کے طلبہ و اساتذہ پیش پیش ہیں، سختی کے باوجود ساتر لباس (لمبا عبا اور سر پر اسکارف) استعمال کرنے والی نوعمر لڑکیوں اور خواتین کا تناسب اسّی اور پچاسی فیصد تک ہوگیا ہے،

اسی طرح چہروں پر داڑھیوں اور لمبے عبا اور عمامہ کی کثرت ہورہی ہے خواتین میں دس سے پندرہ فیصد تک ایسی بھی ہیں جو ہندوستانی طرز کے سیاہ برقعے، دستانے اور موزوں کا استعمال کرتی ہیں، بسوں اور عام مواصلات میں نوجوان عام طور پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے نظر آتے ہیں، دینی کتابوں کی فروخت اور اشاعت کے مراکز پہلے دو تین سے زیادہ نہ تھے اب صرف قاہرہ میں ستر سے زیادہ مکتبات ایسے ہیں جہاں صرف دینی کتابیں فروخت ہوتی ہیں، اسلامی تاریخ وسیرت نبوی اور سلف صالحین کی

www.abulhasanalinadwi.org

تصنیفات اور ان کی سیرت نوجوانوں میں مقبول ہیں۔

اسلامی تاریخ کو نصابی کورس سے حذف کرنے کا ردعمل یہ ہوا کہ مصریوں میں اسلامی تاریخ و سیرت کی کتابوں کے مطالعہ کا رجحان بڑھ گیا ہے "مکتبۃ مؤسسۃ الرسالۃ" قاہرہ کے مینجر نے بتایا کہ مولانا کی کتابوں میں قصص النبیین (پانچ اجزاء) کی فروخت خاص طور پر بڑھ گئی ہے، اس طرح قصص من التاریخ الاسلامی کی طلب بچوں میں زیادہ ہے "إذا هبت ريح الايمان" اور "المرتضى"، "السيرة النبوية"، "ماذا خسر العالم"، "ربانية لا رهبانية"، "العقيدة والعبادة والسلوك"، زیادہ پڑھی جا رہی ہیں، ماذا خسر العالم کے چار مختلف ایڈیشن اس وقت قاہرہ کے مکتبات میں دکھائی دیتے ہیں، اس مقبول عام کتاب کے پندرہ قانونی ایڈیشن نکل چکے ہیں، جیبی سائز کا ایڈیشن مکتبۃ السنۃ نے شائع کیا ہے، اس سے پہلے اسی سائز میں کویت سے یہ کتاب شائع ہو چکی تھی، دار الکتاب اللبنانی اور دار الکتاب المصری نے بھی اس کو چھاپ دیا ہے۔

مولانا کی کتاب "المرتضیٰ"، کے ساتھ عجیب معاملہ پیش آیا، ایک ندوی فاضل نے یہ کتاب شیخ الازہر جاد الحق علی جاد الحق کو پیش کی تھی وہ اس کے مطالعہ سے بہت متأثر ہوئے انھوں نے اپنے تأثرات بھی لکھے تھے، پھر یہ کتاب کسی طرح "إذاعة القرآن الكريم" قاہرہ کے پروگرام انچارج کے ہاتھ لگی، انھوں نے نہ صرف پڑھا بلکہ

پوری کتاب "قراءات" کے عنوان سے ہر ہفتہ اقتباس کی شکل میں نشر کردی، اس طرح مصری سامعین تک یہ کتاب پہنچ گئی۔ قاہرہ کے اس دورہ میں معلوم ہوا کہ کتاب کثرت سے پڑھی جارہی ہے، ایک ادیب وعالم علی الخولی نے مجھ سے خود کہا کہ واقعی شیخ ندوی نے صدیوں کا یہ قرض ادا کردیا، اپنے موضوع پر یہ منفرد کتاب ہے، انھوں نے بتایا کہ ایک ممتاز ازہری عالم احمد حسن الباقوری نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی تھی، جو علمی وتحقیقی سے زیادہ جذباتی طرز پر لکھی گئی تھی

مولانا نے ایک بار فرمایا تھا کہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا ندوۃ العلماء کے فکر کی اہمیت وافادیت بڑھتی ہی جائے گی، مولانا کے اس جملہ کے معانی اور ندوی فکر کی وسعت ومقبولیت خاص طور سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں دیکھنے میں آرہی ہے، پچاسی ۸۵ سالہ جشن میں جس وسیع پیمانہ پر عالم اسلام کے طاقتور وفود نے شرکت کی تھی، پھر ۱۹۸۱ء میں عالم اسلام کے ادیبوں اور دانشوروں کی اسلامی ادب کے سیمینار میں شرکت، اس بات کی دلیل تھی کہ ندوی فکر ودعوت ہر طبقہ میں مقبول ہے، اور ان وفود کی آمد گویا ندوی فکر پر اعتماد کا اظہار تھا، ملیشیا کے سفر میں (۱۹۸۵ء) ڈاکٹر انور ابراہیم نے (جو اس وقت وزیر تعلیم تھے اور اب نائب وزیر اعظم ہیں) مولانا کی تصنیفات سے اپنے تأثر کو ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ مولانا ندوی کی دعوت میں اعتدال و توازن کے ساتھ ایسی روحانیت ہے کہ پڑھتے ہوئے دل پر اثر پڑتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اسلام کی ترجمانی میں ان کے یہاں آفاقیت پائی جاتی ہے، جب کہ دیگر داعیوں کی تصنیفات میں مقامی چھاپ اور رنگ ہوتا ہے۔

قاہرہ کے گزشتہ سفر ۱۹۹۲ء کے موقع پر اور اس سفر میں بھی ڈاکٹر عبدالکریم سلیمان کے وطن منصورہ جانے اور ان کے قائم کئے ہوئے المرکز العلمی للدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ، کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

عبدالکریم سلیمان نے یہاں دو سال رہ کر مولانا سے استفادہ کیا تھا پھر ہندوستان دوبارہ آکر انھوں نے مولانا سے بیعت کا تعلق قائم کیا اور اجازت سے بھی سرفراز ہوئے، یہاں سے واپسی پر انھوں نے اپنے وطن منصورہ میں مذکورہ بالا مرکز اہل خیر کے تعاون سے قائم کیا ۱۹۹۲ء کے سفر میں اس معہد کا پہلا بیچ پڑھ کر فارغ ہوا تھا، فراغت اور اسناد کی تقسیم کی تقریب میں ہم تاخیر سے پہنچے تھے۔

ماشاء اللہ عبدالکریم سلیمان مصر میں مولانا کی فکر اور اسلوب دعوت کو فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں، یہ معہد انھوں نے اپنے دارالعلوم کے المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی کے طرز پر قائم کیا ہے، فرق یہ ہے کہ ایک سالہ کورس کے بجائے وہاں چار سالہ کورس ہے، اور بی۔ اے ایم۔ اے یا ازہر سے عالمیت کرنے والوں کے لئے شبینہ نظام ہے اس معہد کے نصاب سے ان کتابوں کے نام دیئے جارہے ہیں جو مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

کی تصنیفات ہیں، اس معہد میں مولانا کی جو تصنیفات زیر درس و مطالعہ میں داخل ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ادب عربی میں ندوہ کی مرتب کردہ مختارات من الشعر العربی اور مختارات کا پہلا اور دوسرا حصہ ہے۔

۲۔ سیرت نبوی اور اسلامی تاریخ کے موضوع پر السیرۃ النبویۃ داخل نصاب ہے۔ ڈاکٹر عبدالکریم سلیمان نے بتایا کہ السیرۃ النبویۃ سے پچاس صفحہ کا اقتباس لے کر ازہری مدارس کے ثانویہ سطح کے نصاب میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اس کا عنوان ہے المنہج النبوی للتربیۃ۔

۳۔ دوسرے مرحلہ میں اصول دعوت کے تحت مولانا کی کتاب روائع من ادب الدعوۃ داخل نصاب ہے، اسی موضوع پر محمد قطب، محمد المبارک، عبدالکریم زیدان اور یوسف القرضاوی کی بھی کتابیں ہیں تیسرے مرحلہ میں تاریخ الدعوۃ والفکر الاسلامی کے تحت رجال الفکر والدعوۃ کے مکمل حصے داخل نصاب ہیں۔

۴۔ حیاۃ الدعاۃ والمصلحین کے عنوان سے ربانیۃ لا رھبانیۃ اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی کتاب حیاۃ الصحابۃ داخل نصاب ہے، ابوزہرہ کی کتاب حیاۃ الائمۃ الاربعۃ بھی ہے۔

اصول تفسیر میں الفوز الکبیر اور فرق و مذاہب باطلۃ کے عنوان سے مولانا کی کتاب القادیانی والقادیانیۃ داخل ہے۔

۵۔ الفکر الاسلامی الحدیث کے تحت الصراع بین الفکرۃ

الاسلامیة والفکرة الغربیة فی الأقطار الاسلامیة۔

۹۲۱ / ۱۱۶۳۳

مولانا محمد واضح رشید ندوی کی کتاب ادب الصحوة الاسلامیة داخل نصاب ہے۔

مکتبة العلامة عبد الحی الحسنی
دار عرفات دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی (یوپی)

۶۔ الغزو الفکری کے تحت نحو التربیة الاسلامیة الحرة۔ اور اسالیب الغزو الفکری کے عنوان کے تحت الاسلام والمستشرقون نصاب میں داخل ہے۔ محمد اسد صاحب کی کتاب الإسلام علی مفترق الطرق بھی داخل ہے۔

۷۔ واقع العالم الاسلامی المعاصر کے تحت "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" العرب والاسلام، حدیث مع الغرب، احادیث صریحة فی امریکہ، داخل نصاب ہے۔

عبدالکریم سلیمان کا حلقہ روز بروز وسیع ہوتا جارہا ہے، زندگی زاہدانہ ہے، ان کے ہفتہ وار محاضرے منصورہ کے علاوہ قریبی شہر دقہلیة طلحا، قاہرہ، اسکندریہ، قنوقیہ میں بھی ہوتے ہیں، جہاں جدید تعلیم یافتہ طبقہ، تجار، یونیورسٹی کے طلباء اور حکام بھی شریک ہوتے ہیں عبدالکریم صاحب نے بتایا کہ القراءة الراشدة اور قصص النبیین کی طرف ہم نے جب مصری خواتین کی توجہ مبذول کرائی تو فوٹو اسٹیٹ کراکے بچوں اور بچیوں کو یہ کتاب مہیا کی گئی، اب قصص النبیین خاص طور سے بہت مقبول ہورہی ہے۔ الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً علی ذلک۔

قاہرہ میں جامع ازہر کے ایک مصری فاضل استاد ریاض السید عاشور

www.abulhasanalinadwi.org

سے ملاقات ہوئی، جناب کے علم میں ہوگا کہ انھوں نے چھ ماہ قبل آپ کے اسالیب اور اصول دعوت پر ایک وقیع رسالہ ایم۔ اے کے تھیسز کے طور پر پیش کیا تھا، یونیورسٹی نے ممتاز نمبروں سے انھیں کامیاب کیا، اس رسالہ کا عنوان ہے "جهود الشيخ أبي الحسن علي الحسني الندوي في الدعوة الاسلامية"

یہاں کے اخبارات اور ٹی وی نے تھیسز کے وائیوا (مناقشہ) کی کارروائی کو بڑے اہتمام سے نشر کیا، بین الاقوامی ہفت روزہ "المسلمون" نے اس مناقشہ کی تفصیلات شائع کیں، ایسے تو یہ رسالہ متعدد لحاظ سے ممتاز ہے لیکن عالم عربی میں اس میں دو اعتبار سے ندرت ہے ایک تو یہ کہ دنیائے اسلام کی قدیم ترین دانش گاہ ازہر میں پہلی بار برصغیر ہندوستان و پاکستان کی کسی شخصیت کے اسالیب دعوت کو موضوع بحث بنایا گیا۔

دوسری انفرادیت اس رسالہ کی یہ ہے کہ ایسے نازک دور میں جب کہ مغربی طاقتیں اور اس کی میڈیا زبردستی دینی حلقوں کے گلے میں تشدد کی گھنٹی باندھ رہی ہے، اس رسالہ کے مؤلف ریاض عاشور نے آپ کی تصنیفات کے مطالعہ اور تحلیل و تجزیہ سے یہ نتیجہ بڑے سلیقہ سے اخذ کیا اور اس کو پیش کیا ہے کہ موصوف نے اپنے دعوتی کام کے لئے تشدد، حکومت سے ٹکراؤ اور اس کی مخالفت کو کبھی پسند نہیں کیا اور نہ ہی ان کی تحریر و تقریر میں اس کے اثرات ظاہر ہوئے البتہ

www.abulhasanalinadwi.org

انھوں نے کردار سازی، ذہنی وفکری تربیت اور امراء وحکام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو دل نواز اور مؤثر طریقہ پر پند ونصیحت کا طرز اپنایا اور ان کے دماغوں میں ان کی ذمہ داری کا شعور واحساس بیدار کرنے کی کوشش فرمائی، انھوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میری کوششیں فوری طور پر بار آور ہوں بلکہ حکیمانہ انداز سے اپنے اسلوب دعوت پر مستقل مزاجی سے گامزن ہیں۔

مؤلف نے اپنے رسالہ کے آخیر میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ مولانا ندوی کے اصولِ دعوت وتربیت اور ان کی تصنیفات کو دانش گاہوں میں تحقیقات کا موضوع بنانا چاہیئے۔"

ناگپور اور بمبئی کا سفر اور ایک عظیم حادثۂ ارتحال کی خبر

ناگپور میں ۲۸؍مئی ۱۹۹۵ء کو رفیق محترم خادم ملت وترجمان قرآن مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ کے ختم ترجمہ وتفسیر قرآن کی تقریب تھی، جس میں انھوں نے اپنے حلقۂ احباب کے ممتاز اصحاب اور دینی وملی خدمات انجام دینے والے علماء اور داعیانِ دین کو شرکت اور خاص خاص اصحاب کو خطاب کی بھی دعوت دی تھی۔

مولانا پاریکھ کی دعوت اور پھر ایسی مبارک تقریب اس کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ شرکت سے معذرت کردی جائے، اس سے انیس (۱۹) سال پہلے ایسے ہی ختم قرآن کی تقریب میں راقم نے ناگپور کا سفر کیا تھا اور وہاں ایک بڑے اجلاس میں شرکت کی تھی، اس مرتبہ پاریکھ صاحب نے اپنے خصوصی تعلقات کی بناپر دارالعلوم ندوۃ العلماء

www.abulhasanalinadwi.org

کے متعدد کارکنوں اور ذمہ داروں کو بھی دعوت دی، جن میں عزیز القدر مولوی محمد رابع ندوی، مولوی قاضی معین اللہ صاحب ندوی، مولوی واضح رشید ندوی، مولوی خالد ندوی غازیپوری اور مختلف مرکزی شہروں کے مختلف علماء و اعیان تھے، حیدرآباد سے وہاں کے مشہور ایڈوکیٹ سید جمیل الدین صاحب، الحاج بہاء الدین صاحب عزیری الحاج غلام محمد انجینیر اور ان کے فرزند مولوی عبدالمنان ندوی مقیم امریکہ، مولانا رضوان قاسمی وغیرہ، اندور سے ڈاکٹر محمد آصف، مولوی ابوالبرکات فاروقی ندوی، قاضی عبدالحمید اندوری، اورنگ آباد سے ڈاکٹر سید قمرالدین صاحب مدراس سے نامور قاری محمد قاسم صاحب انصاری بھوپالی اور مالیگاؤں سے علماء و مدرسین کی ایک جماعت شرکت و برکت کے لئے آئی۔

ختم قرآن کی تقریب شہر کی جامع مسجد میں ہوئی جو بڑے پیمانہ پر سجائی گئی تھی اور بقعۂ نور بنی ہوئی تھی، مسجد کے سامنے مفید اور دین آموز کتابوں کے بڑے سجے ہوئے اسٹال تھے، اور دوسرے تحائف کی دکانیں بھی تھیں، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کا اسٹال بھی لکھنؤ سے آیا ہوا تھا اور مرکز توجہ بنا ہوا تھا۔

پہلے مولانا بارکیہ صاحب نے اختتام سلسلۂ درس قرآن کی تقریب میں ایک بصیرت افروز تقریر کی پھر اس عاجز نے نئے سلسلۂ درس کے افتتاح کی تقریب سے سورۂ فاتحہ کے مطالب و معانی پر کچھ روشنی ڈالی اور جلسہ کا اختتام ہوا۔

ناگپور کے چار دن سخت مصروفیت کے گزرے، مجالس و خطبات کا سلسلہ دن بھر جاری رہتا، وہاں کے دینی مدارس اور خواص کی مجالس میں بھی خطابات ہوتے رہے ان مواقع پر قاری محمد قاسم صاحب کی برموقع اور دل آویز قرأت سے بڑی مدد

www.abulhasanalinadwi.org

ملتی اور اکثر انھیں آیات کی روشنی میں اظہار خیال کیا جاتا، اس تقریب سے اس اثر، وقعت اور پاریکھ صاحب کے حلقۂ مستفیدین و معتقدین کی وسعت کا اندازہ ہوا، جو اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص و اخلاق اور بے غرضانہ دعوت اور مخلصانہ سعی و جہد سے عطا فرمائی ہے ان کے چاروں صاحبزادوں نے بھی مہمانوں کی ضیافت و خدمت میں بڑی سرگرمی اور فکر و اہتمام کا ثبوت دیا، بعض معزز مہمان ہوٹل میں بھی ٹھہرائے گئے تھے اور ان کی راحت و آمد و رفت کا پورا انتظام تھا۔

۳۰ رمئی کو سہ پہر میں بمبئی کے لئے روانگی ہوئی، دار العلوم کے رفقائے کار ساتھ تھے، وہاں حسب معمول الحاج غلام محمد صاحب (محمد بھائی) مالک بمبئی آندھرا ٹرانسپورٹ کی کوٹھی سہاگ پیلس واقع محلہ مدن پورہ میں قیام رہا، مولوی محمد رابع ندوی و مولوی ضیاء الحسن ندوی (استاد جامعہ ملیہ دہلی) بھٹکل کے لئے روانہ ہو گئے، جہاں ان کو جامعہ اسلامیہ کو دیکھنا اور خطاب کرنا تھا۔

راقم سطور نے اپنے رفقاء حاجی عبد الرزاق اور مولوی نثار الحق ندوی کے ساتھ چار دن سہاگ پیلس میں قیام کیا، بمبئی کے ایک بڑے موقر تاجر اور اہلِ دین سے تعلق رکھنے والے بزرگ جوگیشوری کے حاجی عبد الکریم صاحب نے جن کے یہاں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمبئی کے دورانِ سفر میں قیام فرماتے تھے اور جن کے کئی عزیز بچے دار العلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم رہ چکے تھے، اصرار کیا کہ چند دن راحت و سکون کے لئے لوناولہ میں واقع ان کی کوٹھی جبل کریم میں قیام کیا جائے، جہاں کی آب و ہوا بھی اچھی ہے اور خوبصورت مقام ہے جو بمبئی سے دو ہزار فٹ بلند ہے اور وہاں سے ۹۲ کلو میٹر پر واقع ہے، بمبئی اور اس کے اطراف

www.abulhasanalinadwi.org

میں اس وقت موسم گرما تھا بارش کا بھی کوئی چھینٹا نہیں پڑا تھا، کچھ ان کے مخلصانہ اصرار کچھ آب وہوا کی تبدیلی کے خیال سے ان کی دعوت قبول کرلی گئی اور اپنے مخلص میزبان محمد بھائی کی اجازت سے اپنے دونوں رفقاء اور مولوی معین اللہ صاحب کے ساتھ لوناولہ منتقل ہو گئے، وہاں اس سے پہلے دو تین بار جانا ہو چکا تھا اور بعض احباب کے مکان پر ٹھہر کر آرام اور کام بھی کیا تھا، وہاں حاجی صاحب کی شاندار کوٹھی تھی، جس کے چاروں طرف سرسبز سایہ دار درخت تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ ہم کشمیر میں ہیں۔

لوناولہ میں چار روز قیام رہا لیکن صحت اور موسم میں بڑا فرق محسوس نہیں ہوا، دیندار اور کریم النفس میزبان نے تواضع اور راحت رسانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ لیکن صحت کی کمزوری، اشتہا کے مفقود ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا، چار دن قیام کے بعد ان سے اجازت لے کر بمبئی مراجعت ہوئی۔

لوناولہ میں محب عزیز رفیق کار انیس چشتی صاحب پونہ سے (جو لوناولہ کے قریب ہی ہے) آگئے اور وہاں اور بمبئی کے قیام میں ساتھ رہے، ان کی وجہ سے اور بھی دلبستگی رہی، وہیں لوناولہ میں محب قدیم عبدالمجید صاحب سابق لائبریرین پونہ کالج بھی آئے اور ملاقات کی۔

ایک اندوہناک حادثہ اور لرزہ خیز خبر

بمبئی میں سکون وراحت کے ساتھ قیام تھا کہ محرم کی دسویں رات کو

www.abulhasanalinadwi.org

(۱۰ رجون کی شب) میں ساڑھے تین بجے یہ عاجز غسل خانہ سے وضو کرکے نکلا تھا کہ اس نے دیکھا کہ بھائی اسمٰعیل منصوری (جو بمبئی کے قیام میں خاص رفیق اور معاون کار رہتے ہیں) ٹیلیفون کا رسیور ہاتھ میں لئے کھڑے ہیں، ایسے ناوقت ٹیلیفون لئے کھڑے ہونے پر دل و دماغ پر ایک دھکا سا لگا اور پوچھا کہ خیریت ہے؟ انھوں نے لرزتے ہوئے لہجہ میں کہا "حضرت جی (مولانا انعام الحسن صاحب) کا انتقال ہوگیا" ایسا معلوم ہوا کہ دل و دماغ پر بجلی گری، راقم اور اس کے رفقاء اور خاص طور پر رفیق عزیز و مکرم مولوی معین اللہ صاحب لرزہ براندام اور ششدر رہ گئے، بعد میں معلوم ہوا کہ اس خبر کے آنے سے (جو غالباً جوگیشوری کے راستہ سے پہنچی جہاں شہر کا بڑا تبلیغی مرکز ہے) دو ہی ایک گھنٹہ پہلے یہ حادثہ پیش آیا۔ صبر و رضا بالقضا کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، مگر اعصاب پر سخت اثر پڑا، دن میں اگرچہ بمبئی سے جماعت تبلیغ اور اہل تعلق کی اچھی تعداد تدفین میں شریک ہونے اور تعزیت کے لئے ہوائی جہازوں سے روانہ ہوگئی، لیکن یہ خاکسار اپنی صحت کی کمزوری اور معذوریوں کی بنا پر سفر نہیں کرسکا، اس نے اسی روز صبح کو ایک اطلاعی اور تعزیتی پیغام لکھ کر بمبئی کے اردو اخبارات کو اور فیکس کے ذریعہ دہلی لکھنؤ کے اخبارات کو بھیج دیا اور عزیز گرامی قدر مولوی زبیر الحسن فرزند حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے نام لکھ کر حاجی عبدالکریم صاحب کے حوالہ کیا۔ یہ پیغام تعزیت و اظہار تأثر جو اخبارات میں چھپا یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

ؔ ۱۰ رجون کو دہلی پہنچے اور تعزیت کے لئے حاضری پر معلوم ہوا کہ رات میں تقریباً ۱۲ بجے قلب پر درد کا حملہ ہوا اور راستہ میں موٹر پر یا اسپتال پہنچ کر حادثہ پیش آیا، جہاں امراض قلب کے ماہر خصوصی ڈاکٹر خلیل اللہ صاحب نے اس کی اطلاع دی۔

www.abulhasanalinadwi.org

"خاکسار تقریباً دو ہفتے سے بمبئی میں آرام اور بعض تحریری و تالیفی کاموں کی تکمیل کے لئے مقیم تھا کہ آج شب میں ۳ ½ بجے کے قریب ٹیلیفون کے ذریعہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی امیر جماعت تبلیغ دہلی کی وفات کا اچانک علم ہوا، جو کچھ وقت پہلے عارضۂ قلب میں وفات پا گئے اِنّا للّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مولانا جن کو اب رحمۃ اللہ علیہ سے یاد کیا اور لکھا جائے گا، اس وقت عالم اسلام کی سب سے وسیع، مقبول، مؤثر اور محیر العقول تحریک ودعوت کے امیر و قائد اور داعی و مبلّغ تھے، جس تحریک نے لاکھوں آدمیوں اور ہزاروں گھرانوں اور کنبوں میں دینی و اصلاحی اثرات پیدا کر دیئے، ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کو وقت اور اپنے مشاغل اور مرغوبات کی قربانی دینے پر آمادہ کیا اور ان کو دین کی دعوت پہنچانے، دین سے ضروری واقفیت حاصل کرنے اور اس کے لئے قربانی دینے پر آمادہ کر دیا، ممالک اسلامیہ و عربیہ، ہندوستان، پاکستان، ترکی اور عرب ممالک سعودیہ عربیہ، خلیج مصر و شام مراکش کے علاوہ یورپ، امریکہ، شمالی جنوبی افریقہ، روس ہر جگہ ان کی جماعتیں اور قافلے نقل و حرکت میں رہتے ہیں اور اس کے اثرات وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔

مولانا ایک ممتاز عالم دین بھی تھے، جن کی تفسیر و حدیث و فقہ، نصابی کتابوں اور دینی مآخذ پر گہری نظر تھی، اور عرصہ تک انھوں نے درس بھی دیا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت اور رفع درجات فرمائے اور

www.abulhasanalinadwi.org

اس مبارک تحریک ودعوت کو ان کا اچھا جانشین اور ذمہ دار عطا فرمائے جو اس کو سرگرم عمل رکھے۔

ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ
وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ کے بارہ میں چند سطریں

تبلیغ کی عالمگیر اور انقلاب انگیز تحریک اس کی عظمت و وسعت اور اس کے محیر العقول نتائج بانی تحریک اور داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے (جن کے حالات و سوانح پر خود راقم کی ایک مفصل و مستند سوانح مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے نام سے موجود ہے) کے نائب و جانشین ان کے فرزند عالی مرتبت مولانا محمد یوسف صاحبؒ (م ۲/ اپریل ۱۹۶۵ء) ہوئے، جو اپنے جوش و اثر آفرینی اور مقبولیت میں ان کے صحیح جانشین اور آیۃ من آیات اللہ تھے، اور جو اگر اللہ کو منظور ہوتا اور ان کو طویل حیات ملتی تو اس دعوت و تحریک میں مزید ترقیاں اور زمانہ کے جائز اور قدرتی تقاضوں کی تکمیل کا سامان ہوتا اور خطرات اور چیلنجوں کے جواب و مقابلہ کا سامان بھی کیا جاتا، وہ آخری دور میں غیر مسلموں کو بھی خطاب فرمانے لگے تھے اور عام انسانیت اور ملک کے مفاد میں بھی ان کی زبان سے مؤثر اور مفید مضامین نکلنے لگے تھے۔

۲/ اپریل ۱۹۶۵ء ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ کے بعد جب ان کی لاہور میں وفات ہوئی اور بہ اتفاق آرا حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی جو ان کے رفیق کار اور داعیِ اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاص معتمد علیہ اور تربیت یافتہ

www.abulhasanalinadwi.org

بنے امیر منتخب ہوئے، ان کے زمانۂ امارت اور قیادت میں تحریک نے بڑی وسعت وکامیابی حاصل کی اور وہ دور دراز ملکوں میں پھیلی اور اس نے اپنے اثرات دکھائے، اس میں مولانا انعام الحسن صاحب کی استقامت، روحِ محافظت اور اس جذبہ کو بہت دخل تھا کہ یہ دعوت اپنے اصل راستہ اور ابتدائے کار کے معمول بہ نظام اور حدود سے تجاوز نہ کرنے پائے، اس لئے انھوں نے اس کو انھیں حدود اور دائرہ کار میں رکھا جو ابتداء میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مقرر کر رکھے تھے اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ بھی اپنے جوش خطابت اور زور و مضامین کے ساتھ بالعموم اسی دائرہ میں رہتے تھے۔

مولانا کی سوانح حیات اور خدمات پر مستقل تصانیف اور مضامین لکھے جائیں گے، اور اس تیز رفتار و طویل السفر کارواںؓ کو اس منزل پر زیادہ ٹھہرنے اور اس کا حق ادا کرنے کی استطاعت و مہلت نہیں، اور نہ اس سے اس کا حق ادا ہو سکتا ہے، اس لئے یہاں پر اپنی رفاقت اور تعلق کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں ۱۹۳۹ء کے آخر سے جب سے حاضری کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کے فرزند گرامی اور بعد میں جانشین اوّل مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور ان کے تربیت یافتہ مجاز و معتمد اور فرد خاندان مولانا انعام الحسن صاحب سے تعارف حاصل ہوا، کچھ علمی وکتابی ذوق، کچھ عمروں کے تقارب، اور کچھ ان دونوں حضرات کی کریم النفسی سے ایک ہی (بالائی) کمرہ میں قیام رہتا تھا، اور علمی ذوق کے اشتراک اور درس و تدریس کی مناسبت کی وجہ سے تبادلۂ خیال، بے تکلف گفتگو

لہ "کاروانِ زندگی"، کتاب مراد ہے۔

اور علمی مذاکرات رہتے تھے۔ یہ سلسلہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی وفات کے بعد تک جاری رہا، اس قیام اور تبادلۂ خیال اور مذاکرات کی بنا پر اس کا اندازہ ہوا کہ مولانا انعام الحسن صاحب مرحوم کی اچھی علمی نظر او فنون و درسیات میں ان کو ملکہ راسخ حاصل ہے، اُن سے بعض علمی مآخذ و شروح حدیث کی بعض تحقیقات و معلوم کی نشاندہی بھی ہوئی جن سے فائدہ بھی اٹھایا گیا، اس کے ساتھ ان کی اخلاقی و خاندانی خصوصیات و مکارم اخلاق کا بھی تجربہ ہوا، الحمدللہ ان سے نیازمندانہ اور مخلصانہ تعلقات اخیر تک قائم رہے، اور حاضری اور ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا، وہ اپنی صحت کی کمزوری، مختلف امراض و عوارض کے باوجود دور دراز کے بیرونی ممالک کے تبلیغی اجتماعات میں شرکت فرمایا کرتے، حجاز مقدس کے سفروں میں بھی جایا کرتے تھے۔ وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں کئی بار تشریف لائے، اور تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی، عام طور پر انھیں کی دعا پر اجتماع کا اختتام ہوتا تھا رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع درجاتہ۔

مولانا کے جنازہ پر معتقدین اور محبّین، کارکنان تبلیغ، اہل شہر، قرب و جوار بلکہ دور دراز کے شہروں (بمبئی، کلکتہ وغیرہ بھی شامل ہیں) کے مخلصین، معتقدین اور کارکنانِ تبلیغ کا ایسا اژدحام ہوا، جو برسوں سے نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کی سرزمین پر بھی نہیں دیکھا گیا، راقم نے بمبئی میں پھر لکھنؤ میں اس اژدحام کے بارے میں تفصیلات سنیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ ممالک غیر سے بھی لوگ جہازوں پر بلکہ چارٹر پلین کر کے آئے، لوگ ان کی لاکھوں کی تعداد بتاتے ہیں، یہاں پر مولانا مرحوم کے عزیز قریب اور فرد خاندان مولانا راشد کاندھلوی صاحب کے مضمون کا وہ حصہ نقل کیا جاتا ہے جو ان کے رسالہ "احوال و آثار" کے اس نمبر میں آیا ہے جو حادثہ کے فوراً بعد نکلا، وہ ایک طرح سے شہادتِ

www.abulhasanalinadwi.org

علینی ہے:۔

"تدفین اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے ہر طرف سے ہجوم امنڈ پڑے، ہمایوں کے مقبرہ کے قریب نرسری پارک کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ہوئی مگر یہ نہایت وسیع میدان بھی آنے والوں کے لئے قطعاً ناکافی ثابت ہوا، چاروں طرف دور دور تک صفیں پھیلی ہوئی تھیں، محتاط اندازوں کے مطابق ڈھائی پونے تین لاکھ افراد جنازہ میں شریک ہوئے، فرط غم سے بے قابو غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے تمام انتظامات درہم برہم ہو گئے تھے، جس کی بنا پر کچھ غلط فہمی ہوئی اور جنازہ کی نماز بہت دیر سے مغرب کے بعد ادا کی گئی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے برابر میں تدفین عمل میں آئی۔"[1]

صوبجات متحدہ (یوپی) میں حکومت کی تبدیلی اور سیاست و انتظامیہ کا نیا رخ

یوں تو پورا ملک ہندوستان کانگریس کے (بحیثیت عوامی اور طاقتور تحریک کے) تقریباً ختم ہو جانے اور ملک میں صرف حکومت اور انتظامیہ (ADMINISTRATION) کے باقی رہ جانے کے سبب (جس سے شکایتیں زیادہ اور تشکر و اطمینان کم ہوتا ہے) "لاوارث" بنا ہوا ہے، اس پر مستزاد شدید فرقہ پرست جماعتوں کی موجودگی، جن میں بی۔ جے۔ پی، شیوسینا، اور آر ایس ایس سب سے زیادہ طاقتور اور مؤثر جماعتیں ہیں، خاص طور پر بی جے۔ پی جو کانگریس کی حریف اور اس کی وارث بنی ہوئی ہے، فرقہ پرست اور حد درجہ غیر ذمہ دار، بلکہ اشتعال انگیز اور منافرت خیز ذرائع ابلاغ (PUBLIC MEDIA)

---

[1] رسالہ "احوال و آثار" شمارہ محرم ۱۴۱۶ھ، جون ۱۹۹۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

پریس بالخصوص ہندی وانگریزی اور مخصوص نصاب تعلیم کی وجہ سے حقیقتاً ملک ایک طرح سے متروکہ جائداد اور بازیچۂ اطفال بنا ہوا ہے، جس میں عقیدہ و مذہب، تہذیب و ثقافت اور اس سے بڑھ کر عزت و آبرو اور جان و مال اور ریاستوں بلکہ پورے ملک کا امن و امان ہر وقت خطرہ میں رہتا ہے، اور اس میں شدید آندھیاں بلکہ (محدود لیکن پرزور) اگر زلزلہ نہ کہا جائے تو جھٹکے آتے رہتے ہیں، اس پر مستزاد مرکزی حکومت کی کمزوری اور انتخابی مصلحت اندیشی کی بنا پر صورت حال اور بھی تشویشناک اور اضطراب انگیز ہے جس سے کوئی محبّ وطن بلکہ صاحب ضمیر اور با اصول انسان کو خواہ وہ زندگی کے منافع حاصل کرنے سے کتنا ہی بے نیاز اور اپنے دینی، علمی، تصنیفی حتّٰی کہ روحانی و عبادتی ذوق کی تشکیل اور مشاغل میں کتنا ہی منہمک اور یکسو ہو، صرفِ نظر نہیں کر سکتا کہ یہ غیر فطری صورت حال اور جلد جلد اور بار بار آنے والے بھونچال علمی و فکری، تصنیفی و تحقیقی، اصلاحی و دعوتی حتّٰی کہ خالص دینی و روحانی مشاغل و مساعی اور اذواق و رجحانات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور اس کی مثالیں و شواہد ہر ملک ہر مذہب اور ہر تہذیب میں ملتے ہیں۔

اس غیر فطری صورت حال کا تأثر اس صوبہ (ریاست) میں اور زیادہ بڑھ جاتا ہے جو ہندوستان میں صدیوں تک مذہب و تہذیب، ادب و زبان اور علم و تصنیف کا عظیم ترین مرکز اور گہوارہ رہا ہے، جہاں نہ صرف ممتاز ترین ماہرینِ فن اساتذہ و مصنفین پیدا ہوئے ہیں، بلکہ جس نے ہندوستان کو ایک مستقل طریقۂ تعلیم اور نصابِ درس[1] (کورس) عطا کیا جس کی پیروی بلکہ پابندی ہندوستان کے آخری کناروں

---

[1] اس سے درس نظامی مراد ہے جو علامہ ملا نظام الدین انصاری فرنگی محلی (متوفی ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) باقی ص ۱۱۳

www.abulhasanalinadwi.org

(بنگال سے لے کر صوبہ سرحد تک کی گئی ہے) جس کو شاہجہاں اپنے عہد مملکت میں اپنا اور ہندوستان کا شیراز[1] کہتا تھا، جہاں اس وقت بھی پورے ہندوستان کے عظیم ترین دینی مدارس، دار المصنفین اور پھر (جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے) تعلیم جدید کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا تعلیمی مرکز قائم ہوا[2]، پھر ہندوستان کی جنگ آزادی کو اس نے وہ سورما اور قائد مہیا کئے جو کسی بڑے سے بڑے صوبہ نے مہیا نہیں کئے[3] تھے۔

اس ریاست (اُتر پردیش) میں ۲۴ر جون ۱۹۹۱ئ کو بی۔جے۔پی کی حکومت قائم ہوئی جس کے عہد اقتدار میں اور جس کی اگر تحریک نہیں تو تائید سے کلیان سنگھ وزیر اعلیٰ کے اقتدار کے زمانہ میں ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ئ کو بابری مسجد کا سانحہ پیش آیا جو ہندوستان میں آزادی کے بعد بلکہ آزادی سے پہلے بھی صدیوں کی مدت میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا اور جس نے ہندوستان کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگا دیا، اس کے بعد صدر راج قائم ہوا اور نومبر ۱۹۹۳ئ میں اسمبلی کے انتخابات ہوئے جس میں بہوجن سماج پارٹی اور سماج وادی پارٹی کے اشتراک و تعاون سے ۴ر دسمبر ۱۹۹۳ئ کو نئی حکومت کی تشکیل ہوئی جس میں ملائم سنگھ یادو جی وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے اس سے فرقہ پرست طاقتوں کے حوصلے پست ہوگئے، عوام میں جان و مال کا تحفظ بحال ہوا۔ انصاف کے تقاضے

(صـ۱۱۲ کا بقیہ) کی طرف منسوب ہے اور ان کے خاندان کے ساختہ پرداختہ علماء و مدرسین کی تصنیف یا انتخاب و تدریس کا موضوع رہا ہے۔

[1] شیراز ایران کا وہ سرمایۂ فخر و ناز شہر ہے جس میں حافظؔ، سعدی جیسے شاعر اور عمر خیام جیسا ماہر ریاضی پیدا ہوا۔
[2] مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مراد ہے، [3] مثال کے طور پر مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، مسٹر رفیع احمد قدوائی، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی، مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی وغیرہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

پورے ہونے شروع ہو گئے، وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو جی کے بیانات اور بعض اقدامات سے اقلیتی فرقہ (مسلمانوں) کے بعض مطالبات پورے ہوئے اور اس سے زیادہ آئندہ کے لئے امیدیں قائم ہوئیں، ان کے طرز عمل، اس سے زیادہ ان کے طرز گفتار اور شیریں زبانی سے مجروح دلوں کی کچھ دلداری ہوئی اور کچھ امیدیں بندھیں اور کم سے کم انھوں نے اپنے نام کی لاج رکھتے ہوئے اقلیتی فرقے اور اس کے قائدین کے ساتھ "ملائمت" کا سلوک کیا، جو پچھلے تجربوں، دل شکنیوں اور مایوسیوں کی روشنی میں زخم کے ایک اندمال اور آئندہ کے لئے امکان و احتمال کی فضا پیدا کرتا ہے، لیکن اس کے عمل اور وجود میں آنے کے لئے وزیر اعلیٰ اور ان کی پارٹی کا عزم، قوت ارادی، اور قوت فیصلہ اور مسلمانوں کے اتحاد، قوت عمل اور ثبات اور استقامت کی بھی ضرورت تھی اور اس کے لئے طویل مدّت، فضا کا اعتدال اور مرکز کی تائید و سرپرستی کی بھی ضرورت تھی، لیکن اس حکومت کی (مغتنم اور مستحق تائید ہونے کے باوجود) ایک بنیادی کمزوری یہ تھی کہ وہ ملائم سنگھ یادو کی سماج وادی پارٹی اور کانشی رام کی بہوجن سماج پارٹی کی مخلوط حکومت تھی اور اسے کانگریس اور دوسری سیکولر جماعتوں کی حمایت حاصل تھی، اور اس کے بقا کے لئے ان جماعتوں کے اتحاد، کسی قدر ایثار اور غیر متزلزل خلوص و قربانی کی ضرورت تھی اور یہ وہ عناصر ہیں جو سالہائے دراز سے ہندوستان میں مضطرب اور متزلزل ہو چکے ہیں اب ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

پھر بڑی بات یہ تھی کہ بی۔ جے۔ پی کے پارلیمانی انتخابات میں مرکز تک پہنچنے کی خواہش کی تکمیل میں یہ ایک بڑا روڑا تھا، اسے ایک ایسی حکومت کی ضرورت تھی جس کی آڑ میں وہ اپنے مہرے مناسب جگہوں پر بیٹھا سکے، اور اس کے لئے صرف ایک

www.abulhasanalinadwi.org

ہی ترکیب ہوسکتی تھی، کہ بہوجن سماج پارٹی کی حمایت حاصل کرکے اس کی حکومت بنوادے، اس میں کانشی رام کی فکری قیادت اور عملی اقدام اصلاً فیصلہ کن تھا، کانشی رام نے بہوجن سماج پارٹی کو سماج وادی پارٹی سے توڑ لیا، اور یو۔پی کے جیسے تاریخی، تہذیبی تحریکی، ثقافتی اور حساس ریاست کو جس نے ملک کو جواہر لال نہرو جیسا لیڈر اور وزیر اعظم عطا کیا، جن کے خاندان نے تین پشت تک اس عظیم ملک کی سربراہی کی وزارت عظمیٰ پر فائز رہا، سرگرم سیاست میں نئی داخل ہونے والی خاتون مایاوتی کے حوالہ کر دیا، اس نے ۲۰؍جون ۱۹۹۵ء کو اسمبلی میں اپنے حامیوں کی اکثریت ثابت کر دی اور گورنر صاحب نے ان کو وزارت سازی کی دعوت واجازت دے دی اور انھوں نے حکومت بنالی، اس صورت حال سے صوبہ کے حقیقت وانصاف پسند محبّ وطن اور بالغ سیاسی شعور رکھنے والے طبقہ اور خصوصیت کے ساتھ مسلمان اقلیت کو مایوسی اور پریشانی لاحق ہوئی، وَلَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْراً۔

دہلی کا سفر، مسلم پرسنل لا بورڈ کا جلسہ اور ادائے فریضۂ تعزیت

ملک کے حالات معمول کے ساتھ گزر رہے تھے، فرقہ پرست جماعتوں اور اکثریت کے دین، عقائد، تہذیب، ثقافت (کلچر) کی اشاعت واحیاء کی تحریک اکثریت کی فرقہ پرست سیاسی تنظیموں، پارٹیوں، ہندی انگریزی کی صحافت وذرائع ابلاغ اور پبلک جلسوں اور تقریروں کے ذریعہ جاری تھی، اور یہ کانگرس کی تحریک کے معطل ہوجانے، وطن دوست، حقیقت پسند، جمہوریت اور سیکولرزم اور عدم تشدد پر (جو اس ملک کے بنیادی اصول قرار پائے تھے اور وہ اس ملک کی سلامتی ونیک

www.abulhasanalinadwi.org

نامی اور بقائے باہم کے لئے ضروری تھے) یقین رکھنے والوں اور اس کے داعیوں کے مفقود یا خاموش گوشہ نشین ہو جانے کی وجہ سے پورے ملک پر ہندو احیاء پرستی (HINDU REVIVALISM) کے بادل منڈلا رہے تھے، بجلیاں کوند رہی تھیں اور بادل گرج رہے تھے۔

مگر ابھی آئینی اور حکومتی سطح پر کوئی ایسا اقدام یا خطرہ سامنے نہیں آیا تھا، جس کا کھلے طور پر نوٹس لیا جائے، اور اس خطرہ کو دفع کرنے یا اس سے محفوظ رہنے کی منظم اور جمہوری طریقہ پر کوشش کی جائے، کہ اچانک سپریم کورٹ کی طرف سے یکساں عائلی قانون (UNIFORM CIVIL CODE) کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا، اور حکومت کو توجہ دلائی گئی کہ وہ دستور ہند کے اس رہنما اصول کو نافذ کرے، کہ اس سے ملک میں اتحاد، معاشرت میں یکسانی اور وحدت پیدا ہوتی ہے، اور اس سے ان بعض خطرات کا ازالہ ہوتا ہے جو بعض فرقوں (بلکہ صحیح معنوں میں اکثریت) کو پیش آرہے ہیں۔[1]

سپریم کورٹ کے اس شگوفہ کو چھوڑنے نے جو دستور ہند کے بنیادی اصول اور دفعہ "مذہب میں عدم مداخلت" کے بالکل منافی اور اقلیت کے لئے ایک چیلنج ہے، مسلمانوں کو خاص طور پر دین کا علم اور ملی غیرت رکھنے والوں اور ان میں بھی خصوصی طور پر مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داروں کو چونکا بلکہ لرزا دیا، جنھوں نے مطلقہ کو دائمی نفقہ دینے کے خلاف مہم چلائی تھی اور سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کو منسوخ کرانے میں جو اس نے شاہ بانو کیس میں کیا تھا غیر معمولی اور تاریخی کامیابی حاصل کی تھی

[1] ان میں سب سے زیادہ اہمیت دوسری شادی کرنے کے لئے اکثریت کے بعض افراد کے قبولِ اسلام کے معدودے چند واقعات کو دی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

سپریم کورٹ کے حکومت کو اس توجہ دہانی اور پریس میں اس کے آجانے کے بعد سے مسلمانوں میں (بلا اختلاف فرقہ داریت، حلقۂ خیال، اور سیاسی تنظیم و پارٹی) ایک کھلبلی سی مچ گئی اور شاہ بانو کیس سے بھی زیادہ اس سے مذہب میں صریح مداخلت کے خطرات پیدا ہو گئے، اس لئے کہ شاہ بانو کیس صرف ایک جزئیہ سے تعلق رکھتا تھا، اور وہ مطلقہ کو دائمی نفقہ دینے کا مسئلہ تھا جس کی شریعت اسلامی میں کوئی قید و شرط نہ تھی، لیکن یونیفارم سول کوڈ پوری شریعت اسلامی، نکاح و طلاق، تعدّدِ ازدواج کی اجازت، نفقہ و میراث سب کے لئے ایک چیلنج اور ان کے ازالہ اور سدّ باب کے لئے دروازہ کھولتا تھا، اور مسلمانوں کے لئے (جو ایک مکمّل آسمانی شریعت منزل من اللہ کتاب، اور عادلانہ و مطابقِ فطرت معاشرتی قانون رکھتے ہیں) خطرہ کی ایک گھنٹی بلکہ زندگی کی پوری چلتی ہوئی گاڑی کے لئے خطرہ کا اور روکنے کا ایک سگنل تھا۔

پھر سپریم کورٹ کی یہ توجہ دہانی بالکل ایک بے وقت، بے ضرورت، اور بے فائدہ کام تھا کہ اس سے ملک کے حالات میں کوئی بہتری، باہمی اعتماد کی فضا اور ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے کوئی جذبہ اور جوش نہیں پیدا ہوتا، بلکہ اس میں ایک نئے انتشار کا اندیشہ اور صف آرائی کا خطرہ تھا، اس لیے کم سے کم مسلمان اپنے عائلی قانون کو (بجا طور پر) عقائد و فرائض کی طرح دین کا ایک جزء اور قرآن کا ایک حصّہ سمجھتے ہیں، اس عائلی قانون کی بنیادیں، اس کے اہم اجزاء قرآن مجید میں (نصوص کی صورت میں) صراحتاً موجود ہیں، پھر اس سے ملک کے مختلف فرقوں اور مذہبوں میں کسی طرح بھی اتّحاد اور وحدت نہیں پیدا ہو سکتی کہ اس کا اس سے دور کا بھی تعلّق نہیں، اور دن رات اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک ہی عائلی قانون رکھنے والے

www.abulhasanalinadwi.org

ایک دوسرے سے برسرپیکار اور دست وگریباں ہیں۔

سپریم کورٹ کی اس توجہ دہانی کے اخبارات میں آتے ہی پریس کے نمائندوں اور ہندی انگریزی اخبارات کے نامہ نگاروں اور بیان لینے والوں کا سلسلہ جاری ہوگیا راقم اس وقت اپنے وطن رائے بریلی میں تھا کہ وہیں ہندی انگریزی اخبارات کے نمائندے آنے شروع ہوئے، راقم نے مختلف اوقات اور مقامات پر اس سلسلہ میں جو اظہار خیال اور تبصرہ کیا اور وہ اخبارات میں قدرے کمی بیشی کے ساتھ شائع ہوا اس کا بنیادی اور مشترک حصّہ یہاں نقل کیا جاتا ہے، کہ اس کے بغیر ہندوستان میں ملّت اسلامیہ کی دینی وملّی تاریخ کا، اور واقعات اور ان کے ردّعمل کا حصّہ ناقص رہ جائے گا، خلاصہ یہ ہے:۔

"مولانا علی میاں نے کہا کہ وہ یکساں سول کوڈ کے اس لیے خلاف ہیں کہ ان کے خیال میں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ نئے تنازعے اور نئے احتجاج رونما ہوں گے، اور ساری کوشش سے تضییع اوقات وتوانائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وہ سپریم کورٹ کے اس بیان پر تبصرہ کر رہے تھے جس میں مرکزی حکومت سے کہا گیا ہے کہ وہ ملک میں یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے لئے قانون وضع کرے کیونکہ آئین کی دفعہ ۴۴ کے تحت یہ لازمی ہے۔

مولانا نے یہ کہا کہ برطانیہ اور جرمنی کے درمیان ایک مذہب (کرسچین پروٹسٹنٹ) ایک تہذیب ومعاشرت (مغربی) اور ایک

www.abulhasanalinadwi.org

عالمی قانون (دیمی) کے نافذ اور جاری ہونے کے باوجود دو عظیم جنگیں GREAT WARS) ہو چکی ہیں، اگر آپ خود ہمارے اپنے ملک کی عدالتوں ہی میں جانے کی فرصت نکالیں اور زیر سماعت مقدمات اور فریقین پر نظر ڈالیں اور ان کا مذہب معلوم کریں تو معلوم ہوگا کہ جن افراد کے سول کوڈ یکساں ہیں اور وہ ایک ہی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں شدید مقدمہ بازی اور محاذ آرائی ہے، وہ ایک دوسرے کی عزت کو خاک میں ملا دینے اور اس کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے درپے ہیں اور سول کوڈ کا اتحاد و اشتراک اس راہ میں ذرا بھی حائل نہیں۔

انھوں نے کہا کہ انھوں نے سابق وزیر اعظم آنجہانی راجیو گاندھی کو یہ باور کرادیا تھا کہ مسلمانوں کے پرسنل لا میں مداخلت کے قانون کی (تحفظ مذاہب کی دفعہ اور اس کے پیش نظر) نہ گنجائش ہے، نہ اس کی ضرورت، اسی بنا پر شاہ بانو کے کیس میں انھوں نے پارلیمنٹ کے کلّی اتفاق رائے کے ذریعہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کو منسوخ کرادیا تھا۔

مولانا نے کہا کہ ان کے خیال میں ملک کے اتفاق واتحاد و یکجہتی کے لئے انسانیت دوستی، اخوت، اور ایک دوسرے سے محبت اور ایک دوسرے کے لحاظ واحترام کی تلقین کی ضرورت ہے، جس کے لئے صرف تعلیم وتربیت، کانگریس کی جمہوری وعوامی ملک گیر تحریک کے زندہ کرنے اور اتحاد واعتماد کی ملک گیر فضا پیدا کرنے کی ضرورت ہے"

یہ بیان الفاظ کے کچھ اختلاف واختصار وطوالت کے فرق کے ساتھ بہت

www.abulhasanalinadwi.org

سے انگریزی، ہندی، اردو اخبارات میں شائع ہوا، راقم کے علاوہ بھی مسلم پرسنل لا بورڈ کے متعدد اہم ارکان اور صحیح الخیال اور دینی غیرت رکھنے والی مسلم جماعت کے رہنماؤں نے اس قسم کے بیانات دیئے، اور وہ اخبارات میں شائع ہوئے، شاید ان کے اثر سے وزیر اعظم ہند نرسمہا راؤ جی نے ایک خاموش اور محتاط اشارہ دیا کہ حکومت اس کو جلد عمل میں لانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، مگر اتنا کافی نہ تھا، اخبارات میں برابر خطرہ کی گھنٹی بج رہی تھی اور ہندو احیاء پرستی کے داعی و ترجمان اس کی تائید کے اشارے دے رہے تھے، ضرورت تھی کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے (جس کا بنیادی مقصد اور موضوع ہی مسلمانوں کے عائلی قانون کی حفاظت اور اس سلسلہ میں قرآن و شریعت پر عمل کرنے کی آزادی کا تحفظ ہے) ایک نمائندہ اجتماع کسی مرکزی مقام پر منعقد ہو، جس میں امکانی حد تک مسلّم و محترم علمائے دین، ملّی جماعتوں کے سربراہ اور رہنما دینی اداروں کے ترجمان و نمائندگان اور معروف سیاسی شخصیتیں شریک ہوں۔

چنانچہ مولانا سیّد نظام الدّین صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور امارت شرعیہ بہار نے دہلی میں ۸ر جون کو مسلم پرسنل لا بورڈ کے آل انڈیا مشاورتی اجتماع کے انعقاد کا اعلان کر دیا اور اس کے ارکان اور متعلقہ ہمدرد اشخاص کو اطلاع دے دی، راقم نے بھی اپنی صحت کی کمزوری، گرمی کی شدّت اور مصروفیت کے باوجود شرکت کا ارادہ کر لیا اور وہ ایک طرف مسئلہ کی اہمیت، دوسری طرف صدارت کی ذمّہ داری کی وجہ سے ضروری تھی، پھر اسی کے ساتھ نظام الدین کے مرکز میں تعزیت کے لئے حاضر ہونا ضروری تھا جس کے لیے مستقل سفر بھی مناسب

اور فرض شناسی کی بات تھی، لیکن دو علیحدہ علیحدہ سفر مشکل معلوم ہوئے، انھیں دنوں میں بمبئی سے لکھنؤ واپسی ہوئی تھی، صحت کمزور تھی اور ڈاک کا انبار تھا، راقم سطور اپنے چند عزیز رفقاء کے ساتھ جن میں مولوی قاضی معین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء، مولوی محمد رابع ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، عزیز القدر مولوی محمد واضح ندوی استاذ دار العلوم اور رفیقانِ سفر حاجی عبد الرزاق، مولوی نثار الحق ندوی اور مجی مولوی ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء بھی ساتھ تھے، جن کو تعزیت بھی کرنی تھی اور بعض کو بورڈ کے اجلاس میں بھی شرکت کرنی تھی۔

راقم اپنے رفیق حاجی عبد الرزاق کے ساتھ ۷ ار جون ۱۹۹۵ء کو ہوائی جہاز سے دہلی روانہ ہوا، قیام مولوی عبد اللہ عباس صاحب ندوی کے مکان واقع جامعہ نگر اوکھلا میں ہوا جو چند سال سے دہلی کی قیام گاہ بنا ہوا ہے، دہلی عصر کے وقت پہنچنا ہوا، کچھ سفر کا تکان کچھ شدید گرمی، اور کچھ اس خیال سے کہ اپنے عزیز رفقائے لکھنؤ کے ساتھ اگلے دن صبح کو تعزیت کے لئے نظام الدین حاضری ہو اپنی جائے قیام پر آرام کیا، ۸ ار جون کو صبح ۸ بجے کے قریب مرکز میں حاضری ہوئی، جو باہر کے آنے والے احباب، رفقاء تبلیغ اور تعزیت کرنے والوں سے بھرا ہوا تھا، جن میں متعدد وہ پاکستانی احباب اور حجاز کے رفقائے کار بھی شامل تھے، جن سے سالہا سال سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، جن میں مفتی زین العابدین صاحب، مولانا سعید خاں صاحب، عبد الوہاب صاحب وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، عزیز القدر مولوی زبیر الحسن فرزند حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ، عزیز القدر مولوی سعد فرزند مولوی ہارون صاحب و نبیرہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ، اور محترمی مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

اظہار الحسن صاحب کاندھلوی سے فریضۂ تعزیت ادا کیا، اور ذمّہ داریوں کو جس طرح تقسیم کیا گیا تھا اس کی تفصیل معلوم ہوئی، یہ معلوم کرکے اطمینان ہوا کہ مولانا اظہار الحسن صاحب کو سب سے بڑا ذمّہ دار اور نگراں و مشیر کار بنایا گیا ہے، وہ ہر طرح سے اس کے مستحق ہیں، افسوس ہے کہ چونکہ ۱۰ بجے دن سے اوکھلا میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے دفتر و امارت دار القضاء میں بورڈ کا وہ اہم جلسہ تھا جس میں شرکت کے لئے خاص طور پر یہ سفر کیا گیا تھا، اس لئے زیادہ دیر نظام الدین میں ٹھہرنا نہیں ہو سکا اور اوکھلا واپسی ہوئی۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کی عمارت میں جب حاضری ہوئی تو تھوڑی دیر میں ہال بھر گیا اور بڑے مکمل پیمانہ پر پرسنل لا بورڈ کے ارکان، ذمّہ داروں، مسلم جماعت کے نمائندوں اور ماہرین قانون اور مسلم ممبران پارلیمنٹ کی تعداد نظر آئی، جن میں سوائے دو حضرات کے (جو کسی غیر معمولی عذر یا ہندوستان سے باہر ہونے کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے جن میں مولانا کلب صادق صاحب نائب صدر بورڈ دوسرے مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب ہیں) تقریباً سبھی ارکان و ذمہ داران شریک ہوئے، مسئلہ پر مختلف شرکائے مجلس نے روشنی ڈالی اور اس کے دینی اور قانونی پہلوؤں پر تبصرہ کیا، اور سب نے بالاتفاق اس کی مخالفت کی اور اس کے خلاف ایک سنجیدہ اور مؤثر ہندگیر تحریک چلانے اور اس کی مضرتوں سے حکومت اور عدالت اور پبلک کو مطّلع کرنے کا فیصلہ کیا، باتفاق آراء جو تجویز پاس ہوئی وہ یہاں بلفظہ نقل کی جاتی ہے:۔

"سپریم کورٹ کا ۱۰ ارمئی ۱۹۹۵ء کو دیا گیا فیصلہ جس میں یونیفارم

www.abulhasanalinadwi.org

سول کوڈ کے تعلق سے مرکزی حکومت کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کے لئے اقدامات کرے اور اگست ۱۹۹۵ء میں سپریم کورٹ کو ان اقدامات سے واقف کرائے، یہ فیصلہ انتہائی نامناسب اور افسوسناک ہے، اس فیصلہ سے شریعت اسلامی میں مداخلت کا راستہ کھلتا ہے جس کو مسلمان قبول نہیں کریں گے، یہ فیصلہ مذہبی عمل کی آزادی کے بارہ میں سپریم کورٹ کے سابقہ کئی فیصلوں کے خلاف ہے۔

اس نقطۂ نظر کا اظہار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے کیا جس کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۸ ار جون کو دہلی میں صدر بورڈ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا، اس اجلاس میں ارکان کے علاوہ دیگر علماء اور ماہرین قانون کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی، اور مسٹر سرلا مدگل کیس میں جسٹس کلونت سنگھ اور جسٹس سہائے کے فیصلہ کا تفصیل سے جائزہ لیا، جس کے بعد ایک قرار داد کے ذریعہ بورڈ نے اپنے اس موقف کو دہرایا کہ یکساں سول کوڈ کا نفاذ مسلمانوں کی شریعت اور دین میں مداخلت ہے، اس کو مسلمان قبول نہیں کریں گے، کیونکہ وہ نکاح، طلاق، وراثت، وصیت وغیرہ کے معاملات میں قرآن وحدیث کے احکامات پر چلنے کے پابند ہیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ اس فیصلہ سے پیدا شدہ بے چینی کو دور کرنے کے لئے حکومت اعلان کرے کہ وہ یکساں سول کوڈ کی تدوین اور اس کے نفاذ کا کوئی ارادہ نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

رکھتی، سابقہ مرکزی حکومتیں جب بھی موقع اور ضرورت ہوئی یہ اعلان کرتی رہی ہیں، اور یہی مرکزی حکومتوں کی پالیسی رہی ہے، بورڈ نے سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کے تعلق سے قانونی اقدامات کے جائزہ کے لئے ایک سات رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے، اور طے کیا ہے کہ یونیفارم سول کوڈ کے ملک وعوام پر مضر اثرات کی وضاحت کے ساتھ ارکان پارلیمنٹ اور سیاسی جماعتوں کے قائدین کے سامنے بورڈ کے موقف کو واضح انداز میں رکھا جائے اس کے لئے بورڈ نے ایک نو رکنی کمیٹی تشکیل دی۔

بورڈ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ لٹریچر، سمپوزیم، سیمینارس، اور اجتماعات کے ذریعہ ملک کے اصحاب فہم کے آگے اسلام کا عادلانہ اور فطری نظم قانون کو پیش کیا جائے، بورڈ نے ملک کے بڑے شہروں میں اجتماعات کے انعقاد کا فیصلہ کرنے ساتھ مسلمانوں سے اپیل کی ہے وہ اپنی مختلف انجمنوں، تنظیموں اور اداروں کے ذریعہ اور مختلف اجتماعات کے موقع پر حکومت ہند سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنے سابقہ موقف کا اعلان کرے اور صاف کہدے کہ حکومت یکساں سول کوڈ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، بورڈ نے مسلمانوں سے یہ بھی کہا کہ مسلم پرسنل لا کی برقراری کے لئے بورڈ کی جانب سے جو بھی اقدام آئندہ کئے جائیں گے مسلمان اس کی پرزور تائید وحمایت کے لئے تیار رہیں۔''

تجویز کے باتفاق رائے پاس ہونے کے بعد ایک اور مسئلہ سامنے آیا اور وہ ائمہ مساجد کے گورنمنٹ آف انڈیا کے وقف بورڈ سے مشاہرہ (تنخواہیں) دینے

www.abulhasanalinadwi.org

کا مسئلہ تھا، جس کی بعض ائمہ مساجد اور اس تحریک کے خاص داعی اور ذمہ دار مولوی جمیل الیاسی صاحب کی طرف سے پرزور تحریک چل رہی ہے، راقم سطور اپنے وسیع تاریخی مطالعہ، اُمّت اسلامیہ کے امتحانات اور آزمائشوں کی منزلوں اور دین کے مسخ و تحریف کے خطرات اور امّت میں غلط رجحانات خاص طور پر حکومت و اقتدار پرستی کے جذبہ کے حامل ہونے کے امکانات کی تاریخ سے نہ صرف مطلع ہونے بلکہ اس موضوع پر خصوصی طور پر تحقیق و تصنیف کے مرحلہ سے گزرنے (جس کا ایک نمونہ اس کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" پانچ حصّوں میں ہے) اس مطالبہ و تحریک کا نہ صرف مخالف بلکہ اس سے سخت خائف تھا، اس کے مطالعہ کا ماحصل اور تجربہ یہ ہے کہ دنیا میں جو واحد دین مسخ و تحریف، اقتدار وقت کا آلۂ کار بننے اور "زمانہ با تو نسازد تو بازمانہ بساز" کے اصول پر عمل کرنے سے محفوظ رہا، اس کی ایک بڑی وجہ مساجد اور مدارس کی آزادی، حکومتوں سے بے نیازی اور خود کفالتی، اور ان کا مسلمانوں کے جذبۂ اعانت و ایثار اور ائمہ مساجد اور ذمہ داران و اساتذۂ مدارس کے ایثار و قربانی اور زہد و استغناء ہے، جس کا ثبوت ہر دور میں ملتا رہا، اور اس کی ایسی تابناک مثالیں ہیں جن کی نظیر دوسری ملتوں اور مذاہب میں تقریبًا ناپید ہیں، اب اگر مساجد و مدارس کی یہ آزادی، خود کفالتی اور ائمہ و علماء کے ایثار و استغناء کا سدباب کر دیا گیا اور وہ حکومت کے غاشیہ بردار اور اس کے کسی صیغہ اور شعبہ کے نمک خوار بن گئے تو پھر اس حق گوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، ردّ منکرات و بدعات اور جہر و اعلان بالحق کا سلسلہ مسدود ہو جائے گا اور ان مساجد و مدارس سے الیکشنوں میں بھی کام لیا جائے گا اور حکومت کی تائید و حمایت کا بھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس سلسلہ میں راقم نے ہندوستان کے چند نامی گرامی مدارس عربیہ دینیہ کے کردار وایثار اور استغناء و قربانی کے واقعات بیان کئے جن کی وجہ سے ابھی تک دین میں کوئی تحریف واقع نہیں ہونے پائی اور اعلان حق اور انکار منکر کرنے والے ابھی تک موجود ہیں۔

اس سلسلہ میں عزیز القدر مولوی محمد رابع ندوی نے بڑے کام کی بات کہی کہ ایک مقتدر اسلامی ملک میں کچھ عرصہ سے یہ معمول ہوگیا ہے کہ خطبۂ جمعہ حکومت کی طرف سے لکھ کر دیا جاتا ہے اور وہی مرکزی مساجد میں پڑھا جاتا ہے، اس پر راقم نے یہ اضافہ کیا کہ ابھی بلاد عربیہ کے ایک سفر میں معلوم ہوا کہ ایک قابلِ اعزاز واحترام ملک میں یہ ہدایت جاری کی گئی ہے کہ سورۂ فاتحہ کی اخیر آیت "المغضوب علیہم" کی تفسیر میں اس کا مصداق بتاتے ہوئے یہود کی تصریح نہ کی جائے، جب ان بعض عرب اسلامی ملکوں میں خطباتِ جمعہ اور وعظ و بیان میں یہ مداخلت اور پابندیاں شروع ہوگئی ہیں، تو پھر ہندوستان جیسے غیر مسلم اکثریت کے ملک اور "ہندواحیا ئیت" کے دور میں کیا اطمینان کیا جاسکتا ہے؟

الحمد للہ اس تقریر و مخالفت کے بعد (جس میں تقریباً تمام حاضرین کی ترجمانی تھی) اس کے خلاف تجویز پاس کرلی گئی اور اس سے مجلس کے اختلاف کا اعلان کردیا گیا۔

مدارس اور علماء کو اپنا تاریخی فریضہ انجام دینا ہوگا

۱۶ر صفر ۱۴۱۶ھ ۱۶ر جولائی ۱۹۹۵ء کو ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ انتظامیہ منعقد ہوا، جس میں اس مرتبہ بڑی تعداد میں (حالات و مسائل کی اہمیت کے احساس اور

www.abulhasanalinadwi.org

جذبۂ تعاون کی بنا پر) مؤقر ارکان ملک کے مختلف اور بعض دور دراز حصوں سے تشریف لائے اور شرکت کی، حالات کی سنگینی اور ضروریات و مسائل کی بوقلمونی کی بنا پر راقم سطور (ناظم ندوۃ العلماء) نے ایک مفصّل مقالہ بطور ندوۃ العلماء کی روئداد، ضروریات اور آئندہ کے طرزِ عمل کی وضاحت کے لئے پیش کیا، جس میں اس وقت کے ممتاز دینی مدارس، وہاں تعلیم پانے والے طلبہ اور وہاں سے نکلنے والے فضلاء کی تیاریوں اور ذمہ داریوں اور وقت کے فتنوں اور تقاضوں کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا،[1] مقالہ طویل ہونے کی وجہ سے یہاں بجنسہٖ نقل نہیں کیا جاتا، اگلے دن کے "قومی آواز" میں اس کا بہت حقیقت پسندانہ اور دیانت دارانہ خلاصہ شائع ہوا، اس میں نہ صرف مقالہ کی روح بلکہ اس کے اہم اور بنیادی مقاصد و اجزاء آگئے ہیں[2]، وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

"لکھنؤ ۱۶ر جولائی بین الاقوامی شہرت کے اسلامی ادارہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سربراہ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی نے آج ہندوستان اور سارے عالم اسلام میں مسلمانوں کو درپیش مسائل کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیتے ہوئے دین اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کے متحدہ حملوں کی کوششوں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے ملک کے دینی و عربی مدارس کے سربراہوں اور اکابر ملّت و علمائے کرام پر زور دیا کہ مدارس کے

---

[1] یہ مکمل مقالہ رسالہ "تعمیر حیات" کے ۲۵ر جولائی ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں شائع ہوچکا ہے اور اس کا عنوان ہے "عصرِ حاضر کا جدید چیلنج اور اہل مدارس کی ذمہ داریاں"۔

[2] یہ خلاصہ لائق و امین اخباری رپورٹر جناب حسین امین کے قلم سے ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

فضلاء کو ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور سرگرم بنانے کی ضرورت ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جو یہاں ندوہ کے سلسلہ میں حال میں ندوۃ العلماء کی مجلس منتظمہ کے سالانہ اجلاس سے جو حکیم افہام اللہ صاحب کی زیر صدارت ہوا، اپنا خطبہ پیش کر رہے تھے، ادارہ کے انتظامی امور اور مشورہ اور فیصلہ طلب انتظامی و تعلیمی معاملات کے محدود دائرہ سے ذرا ہٹ کر ان حقائق و حالات کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب سمجھا جو صرف ندوہ کے گرد و پیش اور محل و مقام نہیں، بلکہ ملک و ملت کو بھی درپیش ہیں ان کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔

مولانا علی میاں نے ہندوستان میں علمائے دین کی ان کاوشوں کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے جن کے نتیجہ میں دین کی تعلیم کے وہ ادارے (مدارس عربیہ) قائم ہوئے، جو اپنے اپنے وقت پر اور اپنی اپنی جگہ پر اسلام کے قلعے تھے، اس بات کو ان علماء کی پیش بینی اور فراست ایمانی اور قوت مشاہدہ سے تعبیر کیا اور کہا کہ ان عظیم علماء نے یہ محسوس کیا کہ نہ صرف انقلاب سلطنت بلکہ تمدن و تہذیب، تعلیم و ثقافت کی تبدیلی اور سیاسی و اقتصادی عوامل کے اثر سے ملت کی نئی نسل کو ذہنی و فکری ارتداد بلکہ دینی و ایمانی ارتداد وغیرہ سے بچانے کے لئے ایسے مراکز کی ضرورت ہے، جہاں صحیح علم اور ایمان اور علانیہ دعوت و تبلیغ کا مزاج پیدا ہو اور ملی تشخص اور شریعت پر استقامت پر فخر ہو، انھوں نے کہا کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کا تعلق کسی جماعتی عصبیت اور تعلی سے

نہیں، ان فضلائے مدارس نے یہ فرض کامیابی سے انجام دیا، جس کی وجہ سے برصغیر ہند میں بڑی حد تک ملّی تشخص اور اعتقادی، فکری، تہذیبی اور اخلاقی امتیاز پایا جاتا ہے، بڑی بات ہے کہ دین کے فرائض وارکان زندہ ہیں، مسجدیں آباد ہیں اور مرکز اسلام جزیرۃ العرب اور حجاز مقدس سے ربط و تعلّق حج و عمرہ کے ذریعہ، محبت و عقیدت کے ذریعہ، اور ایک خاصے بڑے دائرہ میں عربی زبان اور علوم دینیہ کے ذریعہ اب بھی قائم ہے۔

انھوں نے کہا کہ ہندوستانی علماء اور دینی رہنماؤں نے صرف ہندوستان ہی نہیں عالم اسلام کے وسیع دائرہ میں بھی کام کیا اور ان علماء اور مدارس کے فضلاء نے ہندوستان اور بیرون ملک میں اٹھنے والی صلیبی حملوں تشکیکی و انتشار انگیز لٹریچر کا ایسا مقابلہ کیا جس کا اعتراف بعض مسلم اکثریت والے ملکوں اور دینی مرکزوں نے بھی کیا، اس ضمن میں مولانا نے ملک کے مختلف جید علماء کے نام لئے اور ندوۃ العلماء کے فرزندوں اور فضلاء کی تحریروں اور دیگر سرگرمیوں کے حوالے دیئے۔

انھوں نے اس تاریخی جائزے اور علمائے ہند وفضلائے مدارس کی وسیع ذمہ داریوں اور کوششوں کے پس منظر اور روشنی میں ان اتحادی اور ارتدادی کوششوں کا ذکر کیا جن کے پیچھے یہودی دماغ اور ذکاوت اور مسیحی وسائل ہیں، مولانا نے ایک امریکی فاضل [illegible] زویمر کی ایک تقریر کا حوالہ بھی دیا، جس میں اس نے کہا ہے کہ "ہر میدان عمل میں ہماری سرگرمیاں ایسی ہونی چاہئیں کہ اصل نشانہ نوخیز مسلم نسل ہو"

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا علی میاں نے ہندوستان میں بھی ان کوششوں کا ذکر کیا جو مسلمانوں کے لئے اس ملک کو اسپین بنانے کے لئے کی جارہی ہیں۔

انھوں نے مدارس عربیہ کے ذمہ داروں کے سامنے جامع انداز میں پوری صورت حال کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ عربی زبان کی تعلیم کو اس معیار پر پہنچانے کی ضرورت ہے کہ مدارس کے فضلاء ممالک عربیہ اور ترقی یافتہ اسلامی ممالک میں خطابۃً اور کتابۃً دعوت کا کام کرسکیں، اور وہ عرب نوجوانوں اور فضلائے اہل فکر واہل قلم کو بلکہ صاحب اختیار طبقہ کو بھی متاثر کرسکیں، ہمارے عربی مدارس کے ذمہ داروں کو اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنے اور عمل کرنے کی ضرورت ہے کہ اب ناپسندیدہ اثرات خلیج کی ریاستوں، کویت، بحرین اور کسی حد تک سعودی عرب میں بھی پہنچ رہے ہیں۔

مولانا علی میاں نے اس پر اطمینان ظاہر کیا کہ ملک کی ملت اسلامیہ نے یکساں سول کوڈ کے بارہ میں بالعموم اجتماعی طور پر مخالفت کی اور امید ظاہر کی کہ وہ عمل میں نہ آسکے گا۔[1]

انگلستان کے سفر کا التواء

اگست کی ابتدائی تاریخوں میں اسلامک سنٹر آکسفورڈ یونیورسٹی کے سالانہ انتظامی جلسے ہونے تھے، سنٹر کے صدر کی حیثیت سے راقم اور مجلس عاملہ (WORKING COMMITTEE) کے رکن اور مشیر کی حیثیت سے عزیز القدر مولوی محمد رابع ندوی کی شرکت

---

[1] روزنامہ "قومی آواز لکھنؤ"، ۷ جولائی ۱۹۹۵ء

ضروری تھی اور طے شدہ تھی، ۳۱ جولائی کو دہلی سے لندن کی پرواز میں ہم دونوں کی اور ہمارے مخلص و محترم رفیق عثمان صاحب حیدرآبادی کی (جو سعودی ایر پورٹ میں انجینئر کے عہدہ پر ہیں اور ہر طویل ہوائی سفر میں محض اپنی محبت میں اور اعانت کے جذبہ سے رفیق سفر ہوا کرتے ہیں) کی سیٹیں ریزرو تھیں، لیکن سفر سے ہفتہ عشرہ پہلے راقم کو اپنے عمومی جسمانی ضعف اور بعض تکالیف کا بشدت احساس ہوا، اور ایسا اندازہ ہوا کہ یہ سفر اس وقت تکلیف مالا یطاق کی نوعیت رکھتا ہے، اور طبّاً و شرعاً اس کو ملتوی کیا جا سکتا ہے، بڑے احساس ندامت اور ذہنی کشمکش کے ساتھ، محب عزیز و فاضل ڈاکٹر فرحان نظامی بانی و سکریٹری سنٹر کو فیکس کے ذریعہ اطلاع کی گئی کہ اس سال ان تاریخوں میں ضعف و علالت کی بنا پر حاضری نہیں ہو سکتی، معذور تصور کیا جائے، اس کے جواب میں ڈاکٹر فرحان نظامی کے متعدد فیکس آئے جن میں انھوں نے ہماری غیر موجودگی پر اپنے قلق اور ایک خلا کے احساس کا اظہار کیا، اور انتظامی طور پر اجلاس کے قانونی ہونے کی کچھ تجویزیں پیش کیں اور دستخط منگوائے جن کی تکمیل کر دی گئی، دہلی ٹیلیفون کے ذریعہ اطلاع دے کر سیٹیں منسوخ کرائی گئیں اور بھائی عثمان صاحب کو بھی جو ابھی ہندوستان نہیں پہنچے تھے، سفر کے التواء کی اطلاع دے دی گئی۔ بعد کے خطوط سے معلوم ہوا کہ محترمی ڈاکٹر عبد اللہ عمر نصیف صاحب (سابق سکریٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی مکۂ معظمہ و نائب صدر اسلامک سنٹر آکسفورڈ) نے جلسہ کی صدارت کی اور وہ بخیر و خوبی انجام پایا وللہ الأمر من قبل ومن بعد۔

۱؎ جیسا کہ امریکہ اور روس کے سفروں کے سلسلہ میں صفحات بالا میں ذکر آچکا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک عزیز ترین دوست اور پرزور خطیب داعی اسلام کی وفات

۱۰ر ربیع الاول ۱۴۱۶ھ (۸ر اگست ۱۹۹۵ء) شنبہ اچانک جنیوا سے ٹیلیفون آیا کہ ۱۴ر ربیع الاول ۱۴۱۶ھ (۴ر اگست ۱۹۹۵ء) کو جمعہ کے دن ڈاکٹر سعید رمضان کا انتقال ہوگیا[1]، یہ خبر راقم اور اس کے حلقہ کے ان افراد پر جو مرحوم کی شخصیت، ان کے ممتاز کمالات اور ان کی دینی خدمات سے واقف تھے، پھر راقم سے ان کے برادرانہ و مخلصانہ تعلقات اور گہرے روابط سے بھی آشنا تھے، بجلی بن کر گری۔

واقعہ یہ ہے کہ کم ہی کم عالم عربی میں کسی دینی و تحریکی شخصیت، دعوتی میدان میں کام کرنے والے اور خادم اسلام سے راقم کا ایسا برادرانہ تعلق اور عزیزوں اور افراد خاندان کی طرح انس و محبت اور اتحاد و اعتماد اس نصف صدی کے عرصہ میں نہیں رہا جتنا ڈاکٹر سعید رمضان مرحوم سے رہا ہے۔

مرحوم مصر کے رہنے والے تھے، وہ عالم عربی کی عظیم ترین و موثر ترین "مرد آزما مرد آفریں" تحریک الاخوان المسلمون کے بانی و قائد الامام الشہید الشیخ حسن البناؒ کے داماد اور ان کے تربیت یافتہ، محبوب و معتمد، رکن جماعت اور اس کے ترجمان و کار گزار تھے، انھوں نے قانون کی بھی تعلیم حاصل کی اور کامیاب وکیل و بیرسٹر بھی تھے، بعد میں برلن سے ایک علمی و دینی موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، عالم عربی کے ممتاز ترین اور سحر انگیز خطیبوں میں تھے، قاہرہ سے "المسلمون" کے نام سے ایک موقر

---

[1] یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ ان کی نعش جنیوا سے قاہرہ لائی گئی اور شیخ حسن البنا شہید کے جوار میں تدفین عمل میں آئی، مرحوم ۱۹۲۶ء میں مصر کے شہر اور تاریخی قصبہ طنطہ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۹۵ء میں جنیوا میں وفات پائی۔

www.abulhasanalinadwi.org

دینی و دعوتی رسالہ نکالا، جس نے عالمِ عربی میں اور عالمِ اسلام کے بعض دور دراز گوشوں (انڈونیشیا وغیرہ) میں ایک مدرسۂ فکر اور دبستانِ دعوت کی شکل اختیار کرلی، لوگ اس کو انفرادی و اجتماعی طور پر پڑھتے تھے، اور اس کی فکر کو پھیلاتے تھے، پھر جب ان کا مصر میں قیام حکومتی تغیرات اور سیاسی حالات کی وجہ سے ناممکن ہوگیا تو انھوں نے اس کو کچھ عرصہ دمشق سے جاری رکھا، پھر وہ جنیوا منتقل ہوگئے، جہاں انھوں نے یورپ میں تعلیم پانے والے طلبہ اور مقیم مسلمانوں کی رہنمائی اور دینی غذا رسانی، اور اس حریف و نا آشنائے اسلام بلکہ حریفِ اسلام خطۂ ارضی میں اسلام کے تعارف و ترجمانی کے لئے ایک دعوتی مرکز (ISLAMIC CENTRE) قائم کیا، جس کا (اپنے قدیم تعارف و تعلقات کی بناپر) راقم کو مستقل رکن و مشیر بنایا،[1] اور راقم نے یورپ کا پہلا سفر اس میں شرکت ہی کے لئے کیا تھا اور تین مرتبہ اس کی نوبت آئی، انھیں کی تحریک پر ۱۹۶۳ء میں راقم نے اسلام کے "فردوسِ مفقود" و "ارضِ مغصوب" اسپین کا سفر کیا۔

"المسلمون" عرصہ تک جنیوا سے بھی نکلتا رہا، جس میں راقم کے مضامین نمایاں طریقہ پر شائع ہوتے تھے، راقم کا پہلا مضمون جس نے عالمِ عربی میں وسیع اور موثر پیمانہ پر اس کا تعارف کرایا وہ اس کا مقالہ "ردة ولا أبا بكر لها"[2] تھا، جو رسالہ کی شکل میں

---

[1] چند عرب ارکان کے علاوہ پاکستان کے ممتاز دینی کارکن و مشیر حکومت و قانون داں مولانا ظفر احمد صاحب انصاری، اور ممتاز ہندوستانی فاضل و محقق ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی مصنف (INTRODUCTION TO ISLAM) مقیم پیرس کو بھی سنٹر کا رکن اور مشیر بنایا گیا۔

[2] اس مضمون میں بتایا گیا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ اور ذہین و موثر طبقہ میں دین سے انحراف بلکہ کہیں کہیں فکری و دینی ارتداد بھی پیدا ہو رہا ہے، لیکن اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی ابوبکر صدیق کی طرح عزیمت و غیرت والی شخصیت یا ادارہ و تنظیم نہیں، ان کی غیرتِ دینی کا اظہار ان کے اس جملہ (باقی حاشیہ

چھپ چکی کو بھی شائع اور مقبول ہوا، بعض اوقات منیٰ و عرفات میں بھی بانٹا گیا، پھر مرحوم کی فرمائش پر راقم نے حج و صوم پر مقالے لکھے جن میں بعد میں زکوٰۃ و صلوٰۃ پر مقالے لکھ کر "الارکان الاربعہ" کے نام سے ایک پوری کتاب تیار کرلی جس کا اردو انگریزی میں بھی ترجمہ ہوا اور وہ اس موضوع پر مذاہب کے ایک تقابلی مطالعہ اور اسرار شریعت پر ایک وقیع کتاب اور علمی کوشش سمجھی جاتی ہے۔

جب ۱۹۶۶ء میں الامام الشہید الشیخ حسن البنّاءؒ مرحوم کی خود نوشت سوانح یا ڈائری "مذکرات الدعوة والداعية" کے نام سے پریس میں آئی تو ڈاکٹر سعید رمضان مرحوم نے خاکسار ہی سے فرمائش کی کہ میں اس پر مقدمہ یا تعارف لکھ دوں، میں نے موضوع اور صاحب موضوع کی عظمت و نزاکت کی وجہ سے معذرت کی، اور کہا کہ کسی اور زیادہ واقف و موزوں شخصیت، یا ذاتی شناسا اور رفیق کار سے مقدمہ لکھوالیا جائے، مرحوم نے راقم کو تار دیا کہ کتاب آپ کے مقدمہ کے بغیر چھپ نہیں سکتی چنانچہ مقدمہ لکھا گیا اور کتاب قاہرہ اور بیروت سے ۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔

ذیل میں اپنے سفرنامہ مصر "مذکرات سائح فی الشرق العربی"[1] اور "کاروانِ زندگی" سے مرحوم کی ملاقاتوں، ان کی سرگرمیوں اور بعض تقریبات و اجتماعات کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں، جن سے ان کے امتیازی اوصاف و کمالات پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ (۲۸ جنوری ۱۹۵۱ء) کو ڈاکٹر سعید رمضان سے

دیا تھا جو ان کے مقولہ سے ہوتا ہے جو تاریخ میں محفوظ چلا آرہا ہے "أینقص الدین وأنا حي"، (کیا میرے جیتے جی دین میں کوئی کمی پیدا کی جاسکتی ہے؟) [1] اس کا ترجمہ شرق اوسط کی ڈائری کے نام سے شائع ہوا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

قاہرہ میں پہلی ملاقات ہوئی، راقم نے ان کا نام سن رکھا تھا اور ان کا تحریک اخوان المسلمون اور اس کے بانی الامام الشہید الشیخ حسن البنّاء سے رشتہ و تعلق معلوم ہو چکا تھا، انھوں نے بھی اپنے پاکستان کے قیام کے زمانہ میں (جو ماضی قریب میں ہوا تھا) اس عاجز کا نام وہاں کے ندوی فضلاء و احباب سے سنا تھا اور بعض عربی رسائل دیکھے تھے۔

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ (۴/ فروری ۱۹۵۱ء) کو قاہرہ کی عدالت فوجداری میں اخوان کا مقدمہ پیش تھا اور سعید رمضان صاحب کو وکیل صفائی کی حیثیت سے بحث کرنی تھی، راقم نے بھی اپنے رفقاء اور مصری احباب کے ساتھ خصوصی اجازت سے عدالت کے کمرہ میں داخل ہونے اور بیٹھنے کا موقع حاصل کر لیا، انھوں نے مقدمہ کو بڑی موثر تقریر اور بے مثال جرأت کے ساتھ پیش کیا، حق و باطل کی قدیم جنگ آسمانی اور نبوی تعلیمات سے شیاطین کی ازلی کشمکش پر روشنی ڈالی، آخر میں یہودیوں کی اسلام دشمنی، ان کے منصوبوں اور عالم اسلام کے لئے پیدا ہونے والے خطرات پر بڑی مفصل بحث کرتے ہوئے بتایا کہ ان خطرناک حالات میں تحریک اخوان المسلمین وجود میں آئی اور اس نے اس صورت حال سے نبرد آزمائی کی، اس سے عدالت کا ماحول دینی فضا سے بدل گیا اور حاضرین کے دلوں پر رقت و خشیت طاری ہو گئی، انھوں نے جب اس سلسلہ کی احادیث و آیات پڑھیں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور عدالت کے گوشوں سے آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔

۱۹۶۲ء میں ان کی دعوت پر مکہ معظمہ میں ایک اجتماع ہوا، جس میں مختلف ممالک سے آئے ہوئے حجاج اور فضلائے عرب شریک ہوئے، وہاں انھوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

ایک بڑی موثر تقریر کی، پھر ایک خصوصی اجتماع مکہ معظمہ ہی میں ایک دوست یا کسی ادارہ کے بالاخانہ پر ہوا، وہاں انھوں نے تقریر میں اپنا دل نکال کر رکھ دیا اور حاضرین بہت متاثر ہوئے۔

اسی سال ۱۹۶۲ء کے حج کے موقع پر انھوں نے ذمہ داران حکومت اور سعودی عرب کے اہل الرائے کو ایک ایسے بین الاقوامی اسلامی مرکز کو قائم کرنے کا مشورہ دیا جس سے پورے عالم اسلام تک مسلمانوں کو درپیش مسائل و مصائب کی اطلاع دی جا سکے، ان کا تعاون حاصل کیا جا سکے، اور ان حملوں اور پروپیگنڈوں کا جواب دیا جا سکے جو مخالف محاذوں خاص طور پر مصر کی طرف سے پھیلائے جاتے ہیں[۱]۔

چنانچہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۲ء) کو رابطہ عالم اسلامی کا قیام عمل میں آیا جس کے وہ ایک فعال رکن اور کارکن قرار پائے اور کئی سال وہ اس میں شرکت کے لئے مکہ معظمہ حاضر ہوتے رہے[۲]۔

۱۹۵۶ء میں جب راقم سطور دمشق یونیورسٹی کی دعوت پر استاذ زائر (VISITING PROFESSOR) کی حیثیت سے دمشق میں مقیم تھا، ان کی دعوت پر دمشق میں ایک وسیع اور عمومی اسلامی مؤتمر کا انعقاد ہوا، جس کا آغاز ۲۶ رجون ۱۹۵۶ء

---

[۱] یہ ذہن میں رہے کہ یہ زمانہ جمال عبدالناصر کی صدارت و حکومت کا تھا جس کا بڑا نشانہ سعودی حکومت اور اسلامی تحریکیں تھیں۔

[۲] افسوس ہے کہ بعض غلط فہمیوں یا ان کی صاف بیانی و صاف گوئی کی وجہ سے وہ اس کی رکنیت سے محروم کر دیئے گئے اور ان کا حجاز آنا جانا موقوف ہو گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سے ہوا اور ۲۸؍جون ۱۹۵۶ء تک جاری رہی، محمد ناصر سابق وزیر اعظم انڈونیشیا بحیثیت صدر کے منتخب ہوئے اور مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم اور خاکسار راقم کو نیابت کا اعزاز بخشا گیا، پاکستان کے علامہ مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی دیوبندی، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی اور مولانا ظفر احمد صاحب انصاری شرکت کے لئے آئے تھے، ڈاکٹر محمد معروف دوالیبی (سابق وزیر اعظم شام)، ڈاکٹر ناظم القدسی صدر پارلیمنٹ اور شکری القوتلی صدر جمہوریہ شام کی تائید و تعاون کی وجہ سے کانفرنس کامیاب اور اعتماد و احترام کی فضا میں ہوئی۔

بعض نامعلوم اسباب کی بنا پر یا صحت کی خرابی کی وجہ سے جنیوا کا اسلامک سنٹر بھی تعطل کا شکار ہوگیا اور رسالہ "المسلمون" بھی بند ہوگیا، کئی سال تک ان سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی، اکتوبر ۱۹۸۵ء میں جب آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسلامک سنٹر کے سلسلہ میں لندن کا سفر ہوا تو ۱۳؍اکتوبر کو اسلامک سنٹر بیکر اسٹریٹ لندن میں راقم کی تقریر کا ایک پروگرام تھا، وہاں اچانک ڈاکٹر سعید رمضان پر نظر پڑی جو جنیوا سے لندن صرف ملنے کے لئے آئے تھے، انھوں نے راقم کو جنیوا آنے کی دعوت دی تھی، لیکن جب اس سے (بعض موانع کی بناء پر) معذرت کی گئی تو وہ خود لندن آگئے، دیر تک لپٹ کر روتے رہے، پھر قیام گاہ پر آکر ملے اور اگلے دن صبح ایرپورٹ پر آکر رخصت کیا۔

یہ بھی لائق ذکر ہے کہ وہ دو مرتبہ ہندوستان اور بالخصوص لکھنؤ آئے، دہلی کے مختصر قیام میں دفتر جمیعۃ العلماء واقع گلی قاسم جان دہلی میں ان کا ایک پروگرام رکھا گیا، وہ زمانہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی مرحوم کی نظامت جمیعت کا تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

انھیں نے ڈاکٹر سعید رمضان کے قیام کا، ارکان پارلیمنٹ کی قیام گاہ کے ایک حصّہ میں انتظام کیا تھا، لکھنؤ سے راقم مولانا محمد عمران خاں صاحب مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء اور برادر زادہ عزیز سید محمد الحسنی (محمد میاں مرحوم) ان سے ملنے اور ان کو لکھنؤ لانے کے لئے دہلی گئے تھے، دفتر جمعیت میں انھوں نے عربی میں تقریر کی اور راقم نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا، پھر وہ لکھنؤ آئے اور دار العلوم ندوۃ العلماء میں ان کی تکریم و استقبال میں جلسہ ہوا اور انھوں نے ایک مؤثر تقریر کی۔[1]

دہلی کے ایک سفر میں انھوں مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم سے بھی ملاقات کی خواہش ظاہر کی، راقم نے مولانا کے دفتر سے رابطہ قائم کیا، اور انھوں نے وزارت تعلیم ہی کے مرکز میں ملاقات کے لئے وقت دیا، مولانا حسب مزاج و معمول اخلاق و تپاک سے ملے، مہمان عزیز سے انھوں نے عربی میں گفتگو کی، ڈاکٹر سعید رمضان نے اپنے رسالہ "المسلمون" کے چند شمارے مولانا کی خدمت میں پیش کیے،

ان سے آخری ملاقات ۹ ستمبر ۱۹۹۳ء میں ہوئی، راقم اور اس کے رفقائے سفر عزیز القدر مولوی سید محمد رابع ندوی اور رفیق عزیز و محترم محمد عثمان صاحب حیدرآبادی کو نیویارک سے جہاں شکاگو کی (ALL RELIGIONS CONFERENCE) میں شرکت کے بعد آنا ہوا تھا، حجاز مقدس حاضر ہونا تھا، معلوم ہوا کہ نیویارک سے اس دن جدّہ کے لئے کوئی ڈائرکٹ فلائٹ نہیں ہے، جدّہ کے لئے جہاز جنیوا میں ملے گا، چنانچہ وہاں سے ارادہ کر لیا گیا، عزیزی محمد رابع کو بہت اچھا خیال آیا کہ ڈاکٹر سعید

---

[1] یہ ۱۰ دسمبر ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے، تقریر اور جلسہ کی روداد صحیفہ "الرائد" عربی ندوۃ العلماء کے شمارہ جمادی الآخرہ ۹/ ۱۳۷۹ھ میں شائع ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

رمضان کو دوحہ نے عرصہ تک ملاقات نہیں ہوئی تھی) اس کی اطلاع کر دی جائے، جہاز کے انتظار میں ہم گھنٹے جنیوا کے ہوائی اڈہ پر ٹھہرنا تھا، چنانچہ ان کو ٹیلیفون سے اطلاع کر دی گئی، وہ مع اپنے صاحبزادوں کے ہوائی اڈہ پر آگئے، مل کر بہت روئے اور روانگی تک بیٹھے رہے، ان پر بڑھاپے اور تجربات اور واقعات کی بنا پر حزن و ملال کا بڑا اثر تھا، جب تک بیٹھے رہے بڑی محبت اور تعلق کا اظہار کرتے رہے، افسوس ہے کہ ان کا مصر جانا بھی عرصہ سے قانوناً ممنوع تھا اور سعودی عرب سے بھی اب تعلقات نہیں رہے تھے، اسلامک سنٹر بھی تعطل کا شکار تھا، اس طرح وہ ایک طرح کی جلاوطنی اور تعطل کی زندگی گذار رہے تھے، اس مختصر اور محزون صحبت میں ان کی سرگرمیوں اور مشاغل کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی، کچھ دیر کے بعد جہاز کی روانگی کا وقت آگیا اور ہم لوگوں نے جنیوا سے پرواز کی، یہ نہیں معلوم تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ عالم بالا کو پرواز کر جائیں گے، اور ان کو پھر اس دنیا میں دیکھنے سننے کا موقع نہیں ملے گا، اللہ تعالیٰ آخرت میں ان سے بہتر حالات میں بہتر مقام پر ملائے، وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ وَّأَبْقَى اور ان کی دینی خدمات و مساعی اور ان کے اخلاص و درد مندی اور جہد و مستعدی کی بہترین جزا عطا فرمائے، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔

سنگین ریلوے حادثہ اور شرمناک مالی استحصال

۲۰ر اگست ۱۹۹۵ء کی رات کو ۳ بجکر ۵۲ منٹ پر فیروز آباد اسٹیشن پر ریلوے کا ایک سنگین اور دہشت انگیز حادثہ پیش آیا، پوری سے دہلی آنے والی

پرشوتم ایکسپریس نے جو سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی تھی، کھڑی ہوئی کالندی ایکسپریس کو پیچھے سے ٹکر ماردی، یہ ٹکر اتنی شدید تھی کہ دونوں ٹرینوں کی بوگیاں ایک دوسرے میں گھس گئیں اور کئی بوگیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں، ہلاک شدگان کی تعداد چار سو[1] سے زیادہ بتائی گئی ہے جن میں ۶۰ فوجی بھی شامل ہیں، یہ اسٹیشن کے سوئچ مین (SWITCH MAN) کی غفلت اور غیر ذمہ دارانہ رویہ کا نتیجہ تھا، اس نے پرشوتم ایکسپریس کو اس لائن پر گزرنے کی اجازت دیدی جس پر کالندی ایکسپریس کھڑی ہوئی تھی، اور پرشوتم ایکسپریس وہاں نہیں ٹھہرتی[2]۔

لیکن اس حادثۂ فاجعہ کو دیکھ کر ہمدردی اور رنج وغم میں ڈوب جانے اور سب کچھ بھول جانے کے بجائے پولیس نے اس کا مالی استحصال کیا، وہ بکھری ہوئی لاشوں پر لوٹ پڑی، بعض جیب سے روپئے نکالتے اور لاشوں سے سونے کے زیورات تلاش کرتے ہوئے نظر آئے، ایک کانسٹبل کے پاس سے ۳۵ ہزار روپے برآمد ہوئے، بعض زخمیوں کو معمولی چوٹیں آئی تھیں پولیس والوں نے ان پر وار کرکے اسپتال پہنچادیا، اس بھیانک حادثہ کا سیاست والوں نے بھی اپنے سیاسی اغراض کے لئے استحصال کیا، سماجی تنظیموں کے رضاکاروں کے ریلیف کا کام شروع

---

[1] عام طور پر تعداد اس سے کہیں زیادہ اور بعض اوقات اضعافاً مضاعفہ نکلتی ہے جو سرکاری اعلانات میں بتائی جاتی ہے۔

[2] یہ بڑی خیریت ہوئی کہ اس حادثہ کے وقوع میں آنے کے وقت وزیر ریلوے جعفر شریف صاحب ہندوستان سے دور لندن میں تھے، جہاں وہ ہارٹ آپریشن کے لئے گئے ہوئے تھے، وزیر اعظم مسٹر نرسمہا راؤ ان کی غیر موجودگی میں وزارت ریل کا کام بھی دیکھ رہے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کے بعد بھی لوٹ مار جاری تھی، آس پاس کے گاؤں والے بھی اس میں جٹے ہوئے تھے، یہاں تک معلوم ہوا کہ جو مسافر صحیح سلامت بچے انھوں نے بھی اس لوٹ میں حصہ لیا۔ بعض عورتوں کی چوڑیاں تک اتارنے کی کوشش کی گئی، ہر کام بے دردی سے ہو رہا تھا۔[1]

ٹائمز آف انڈیا (TIMES OF INDIA) مورخہ ۲۲ راگست ۱۹۹۵ء سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اس میں صاف طور پر ہے کہ:۔

"جب لوگوں کی اکثریت وہاں سے نکل جانے کی کوشش کر رہی تھی پولیس والے زخمیوں اور مردوں کے قیمتی سامان اور زیورات حاصل کرنے میں مصروف تھے، اخبار میں بعض چشم دید گواہوں (نندلال وغیرہ) کے حوالہ سے بھی لکھا ہے کہ پولیس والے سونے کے زیورات پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے، اخبار نے سرخی لگائی ہے کہ "بچے ہوئے لوگ اس دن کو "روز سیاہ" کی طرح یاد کریں گے"۔

مقامی لوگوں کو جب حادثہ کا علم ہوا تو وہ موقع پر آگئے اور انھوں نے مردوں اور زخمیوں کے ساتھ ہمدردی اور انسانیت کا مظاہرہ کیا، ان کے اس رویہ کے سبب پولیس والوں کے حوصلے پست ہو گئے، پھر مسافروں کے سامانوں کی دیکھ ریکھ کا کام مقامی لوگوں نے کیا، نرسمہا راؤ جی جب وزیر اعظم خود معائنہ کے لئے گئے، تو وہاں ہجوم نے (جو پولیس اور ذمہ داروں

---

[1] ماخوذ از اخبارات، یہ روایت بھی سننے میں آئی ہے کہ اس ٹرین میں ایک عرب تبلیغی جماعت بھی سفر کر رہی تھی وہ بالکل محفوظ رہی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کی غیر ہمدردانہ اور غیر انسانی سلوک دیکھ چکا تھا) ان کو داخل نہیں ہونے

دیا اور وہ پیچھے سے جانے پر مجبور ہوئے۔

یہ واقعہ اپنی نوعیت کا نیا اور نرالا نہیں تھا، ملک کی عام آبادی میں استحصال

زر کا اور ان ہوش ربا واقعات اور سوگوار ماحول میں بھی مالی فائدہ اٹھا لینے کا جو

مزاج پیدا ہو گیا ہے (اور اس کے خلاف کوئی ملک گیر اخلاقی اور اصلاحی تحریک

بھی نہیں ہے) اس کے نتیجہ میں ہوائی جہاز کے حادثہ اور ریلوں کے المیہ میں بھی یہی

مناظر دیکھنے میں آئے ہیں کہ بجائے زخمیوں اور حادثہ کے شکار انسانوں کے ساتھ ہمدردی

کرنے کے ان کی جیبوں سے پرس نکالے گئے ہیں، ہاتھوں سے گھڑیاں کھولی گئی ہیں

اور اس سنگین اور ہوش ربا واقعہ سے مالی فائدہ اٹھایا گیا ہے اور یہ اس مادہ پرستانہ

ماحول اور زر پرستی کے دور میں اور اصلاحی و اخلاقی تحریکات اور انسانیت

و اخلاق آموز نظام تعلیم و تربیت کے فقدان اور مذہب کی گرفت ڈھیلی ہو جانے

کا قدرتی نتیجہ ہے بقول اقبال۔ ؎

تن کی دنیا تن کی دنیا، سود و سودا مکر و فن

ملک کی موجودہ صورتِ حال اور چند تشویشناک اور قابل توجہ پہلو

یہ "کاروانِ زندگی" (خواہ وہ ایک شخصی و انفرادی سوانح حیات یا سرگزشت

کی صورت میں ہو) چونکہ زیر زمین (UNDER GROUND) یا سرنگ میں سے نہیں

گزرتا بلکہ بالائے زمین، زندہ و آباد، متمدن و ترقی یافتہ اور سیاسی و انتظامی طور

پر ایک آزاد اور خود مختار ملک میں اپنا سفر اس طرح طے کر رہا ہے کہ آنکھ کان بھی

www.abulhasanalinadwi.org

اپنا کام کر رہے ہیں اور دل و دماغ بھی اپنا فرض انجام دیتے ہیں، پھر دین و مذہب کی تعلیمات، صحیفۂ آسمانی اور سیرت و تعلیمات نبوی نے اسباب سے مسبّبات اور واقعات و مشاہدات سے نتائج تک پہنچنے کی عادت و صلاحیت بھی پیدا کر دی ہے۔ اس کے ساتھ (خوش قسمتی یا بدقسمتی سے) تاریخ عالم اور سرگذشت اقوام و امم پر بھی کم و بیش نظر ہے اور ان کے عروج و زوال اور اس کے اسباب و علل سے بھی کسی حد تک واقفیت ہے، اس لیے واقعات و مشاہدات سے سرسری طور پر گزر جانا اور حقائق کو نظر انداز کرنا نہ مصنف کے لئے ممکن ہے اور نہ اس کا ایک محبِ وطن، صاحب ایمان اور بہی خواہ انسانیت کے لیے کوئی جواز یا گنجائش ہے۔

۱۔ جہاں تک اپنے ملک ہندوستان کا تعلق ہے ایک ایسے آزاد اور جمہوری ملک کی حیثیت سے جہاں مختلف مذاہب، مختلف تہذیبیں، مختلف نظام معاشرت اور عائلی قانون (FAMILY LAWS) نظامِ حیات، مختلف زبانیں اور نظامِ تعلیم صدیوں سے نہیں بلکہ ہزارہا برس اور اس سے بھی زائد مدت سے رائج اور معمول بہ ہیں، اور انھوں نے ملک کی تعمیر و ترقی، خدمت و رہنمائی اور باہر کے ملکوں پر اس کی نیک نامی اور اس کے تعارف کا مؤثر کام کیا ہے بلکہ اس کی شہرت و عزت کا باعث اور ذریعہ بنے ہیں اور اس کو ان پر فخر کرنے اور ان کی حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے، ایسے ملک کے لئے یہ تین اصول، فیصلے اور عزم و ارادے ضروری ہیں جن کو اس ملک کے بالغ نظر، حقیقت پسند اور محبِ وطن دانشور رہنماؤں نے ایک دائمی دستور اور آئین کی طرح طے کیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

یعنی یہ ملک ان تین اصولوں کا پابند رہے گا اور انھیں کی رہنمائی اور پابندی میں ہر دور میں حکومتیں قائم ہوں گی، اور ان ہی کی سربراہی میں ملک کا نظم و نسق چلایا جائے گا۔

ایک جمہوریت (DEMOCRACY) دوسرے کسی ایک مذہب کی حمایت و سرپرستی نہ کرنا بلکہ سب مذاہب کے ساتھ روادارانہ و مساویانہ سلوک کرنا جس کو اصطلاحاً (SECULARISM) کہتے ہیں جس کا عامیانہ اور سطحی ترجمہ "لا مذہبیت" ہے، تیسرے عدم تشدد (NON VIOLENCE) ہے۔

ملک میں آزادی کی تحریک انھیں اصولوں اور اعلانات کی بنیاد پر شروع کی گئی، اور آزادی کی جنگ اسی پر لڑی گئی اور کامیاب ہوئی، اور یہی اس ملک کی اس صورت حال کے مطابق ہے جو صدیوں سے پائی جاتی ہے اور اس کا مزاج بن گئی ہے۔

لیکن ادھر عرصہ سے ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر اور ایک بڑے طبقہ کی جذباتی ہمدردی اور تائید حاصل کرنے کے لئے (جس کو ملک سے زیادہ اپنے طبقہ کی خوشنودی عزیز ہے) نیز سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لیے ہندو احیائیت (HINDU REVIVALISM) کا جھنڈا بلند کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں وہ سب اقدامات کے اعلانات اور انتظامات جائز بلکہ ضروری سمجھے گئے ہیں جو اکثریت کو خوش کر سکیں اور اس کے ذریعہ سے سیاسی اقتدار اور حکومتوں کی تشکیل کا مقصد حاصل کیا جاسکے، یہاں تک کہ بعض ایسے رہنماؤں نے اس اعلان میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھا کہ وہ اس ملک میں ہٹلر (HITLER) کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں، جس نے جرمنی میں یہودیوں

www.abulhasanalinadwi.org

کی مکمل نسل کشی اور استیصال کا کام کیا تھا[1]۔

اسی ذہنیت اور جذباتیت کے ماتحت مسجد کے انہدام، دینی مدارس پر چھاپہ مارنا، نصاب تعلیم کی مکمل تبدیلی، اور اس کو اکثریت کے عقائد، روایات اور جذبات کے مطابق بنانا، اور ہندو دیومالا (HINDU MYTHOLOGY) کو جاری کرنا، اُردو کی مخالفت، بلکہ اس سے عناد، ہندی و انگریزی اخبارات میں مسلسل اور وسیع پیمانہ پر دین اسلام، اسلامی تہذیب، عائلی قانون اور مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت حتیٰ کہ ان کی مذہبی کتابوں اور ان کی تاریخ کے خلاف مسلسل اشتعال انگیز اور مغالطہ آمیز مضامین اور نوٹس شائع کرنا اور اس کو ایک جنگ صلیبی (CRUSADE) کی طرح جاری رکھنا اور اس کے خلاف تنقیدی و احتسابی مضامین کا (جو مسلمان اہلِ قلم اور فضلاء کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں) شائع نہ کرنا، پھر آخر میں مشترک عائلی قانون (UNIFORM CIVIL CODE) کے نفاذ کا مطالبہ کرنا اور اس کی تحریک چلانا جس کا مقصد مسلمانوں کو مذہبی آزادی سے محروم کردینا اور قرآن کے صریح احکام پر عمل ناممکن بنا دینا ہے۔

یہ ہندو احیائیت کی تحریک ملک کی تاریخ، مزاج اور مفاد کے خلاف ہے اور ملک کی تعمیر و ترقی اور عزت و نیک نامی کے لئے بھی مضر ہے، جو اس وقت سب سے ضروری کام ہے اور جس کے لئے اس ملک کے دو عظیم فرقوں (ہندو اور مسلمانوں) کا اتحاد اور باہمی اعتماد اور جوش و خلوص کے ساتھ ملک میں امن و امان قائم رکھنا اور تعمیری کاموں اور منصوبوں کو کامیاب بنانا اور ایک پر سکون اور پر امن فضا قائم رکھنا ضروری تھا، پھر بیرونی دنیا اور خاص طور پر کثیر التعداد اور کثیر الوسائل اسلامی ملکوں کا

---

[1] یہ اعلان شیوسینا کے لیڈر بال ٹھاکرے نے کیا جو مہاراشٹر کے نامور ہندو لیڈر ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

احترام وتعاون حاصل کرنے، اور جنگ آزادی کے سورماؤں اور قائدین کے منصوبوں کو کامیاب بنانے اور ان کو ملک کا سچا بہی خواہ، دور بیں اور دانشور ثابت کرنے کے لئے بھی ضروری ہے، اسی کے ساتھ طاقت وصلاحیت کو بے محل صرف کرنے اور ملک کو آگے لے جانے کے بجائے پیچھے لے جانے کے مرادف ہے، اور جیسا کہ راقم نے اپنے ایک مضمون میں کہا تھا کہ "یہ طرز فکر وطرز عمل تاریخ کو آگے لے جانے کے بجائے پیچھے ڈھکیلنے اور ترقی وتعمیر کرنے کے بجائے پچھلی یادگاروں اور بنی بنائی چیزوں کو توڑنے اور منہدم کرنے کے مرادف ہے جس سے سوائے اضاعت وقت اطاعت طاقت اور سوئے ہوئے فتنوں کو جگانے کے کچھ حاصل نہیں اور جس کی کوئی انتہا اور خاتمہ نہیں ہے"

۲۔ قابل تشویش اور ایک محب وطن کے لئے لائق شرمندگی، دولت حاصل کرنے کی حد سے بڑھی ہوئی خواہش وکوشش اور "زرپرستی" ہے، جو ایک وبا کی طرح ملک میں پھیلی ہوئی ہے اور اس سے بلند مرتبہ تعلیمی وطبی ادارے اور ہسپتال اور فریادرسی اور عوامی امداد کے مراکز بھی محفوظ نہیں۔

اس کا ایک ثبوت اور مظہر جہیز کے بڑھے چڑھے مطالبے اور ان کے نہ لانے پر بے گناہ دلہنوں کو مار ڈالنا ہے، جو ایک وبائے عام کی طرح ملک میں پھیلا ہوا ہے اور جس کے اعداد وشمار ہر محب وطن بلکہ محب انسانیت کے لئے شرمناک ہیں اور جو لوگ ان مظالم اور سنگ دلی کے آسمانی نتائج اور خالق کی اپنی مخلوق کے ساتھ محبت وشفقت سے واقف اور اس پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے یہ بات باعث تشویش وپریشانی ہے [1]

---

[1] زرپرستی کی اس وبا اور بیماری کی وسعت اور کثرت کا اندازہ کرنے کے لئے (باقی ص ۱۴۷ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

پھر ان بے زبان اور بے گناہ دلہنوں کو ختم کرنے، ان سے پیچھا چھڑانے، اور ان کے میکہ والوں کو سزا دینے کے لئے گلو خلاصی کے جو طریقے اختیار کئے جاتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کسی سنجیدہ تحریر و تصنیف میں ان کی تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔

ان دونوں کمزوریوں (زر پرستی اور بیاہی ہوئی دلہنوں سے گلو خلاصی کے طریقوں) کے علاوہ اخلاقی کمزوری، جنسی جرائم اور حیا سوز واقعات ہیں جو بڑے پیمانے پر ملک میں پھیلتے جا رہے ہیں اور اخبارات میں ان کی ایسی اشاعت ہوتی ہے کہ ایک مہذّب اور محبِّ وطن آدمی کے لئے ان کا پڑھنا بھی مشکل ہوتا ہے، اور ایسے اخبارات کا شریف گھرانوں میں جانا اور پڑھا جانا ایک معیوب اور خطرناک کام محسوس ہوتا ہے[۱]۔

لیکن ان قابلِ تشویش و شرمندگی کمزوریوں اور وباؤں کے ملک میں پھیلنے سے زیادہ (جو بہر حال قابلِ ندامت و مذمّت ہیں) زیادہ تشویش ناک اور قابلِ فکر چیز یہ ہے کہ اتنے بڑے ملک میں جس کی ایک شاندار تاریخ اور عالمی کردار رہے اور جہاں بین الاقوامی شہرت و کردار کے مصلحین و مفکّرین پیدا ہوئے ہیں، کوئی

(صفحہ ۱۴۶ کا بقیہ) وزارت داخلہ کے منسٹر آف اسٹیٹ جناب پی۔ ایم سعید صاحب کا وہ بیان پڑھ لینا کافی ہے جو انھوں نے ۵ رمئی ۱۹۹۳ء کو لوک سبھا میں دیا، اس بیان میں آیا ہے کہ سنہ ۹۳-۱۹۹۲ء میں جہیز سے متعلق مندرجہ ذیل اموات ہوئیں، ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے: اتر پردیش ۱۹۵۲، مہاراشٹر ۴۲۲، آندھرا پردیش ۵۱۵، مدھیہ پردیش ۳۷۰، بہار ۳۲۶، راجستھان ۲۱، وعلیٰ ہذا القیاس۔

[۱] ملاحظہ ہو وزارت داخلہ کے نیشنل کرائم ریکارڈس بیورو کا بیان جو ۱۹۹۴ء کی بابت دیا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ملک گیر اور انقلاب انگیز اصلاحی و اخلاقی تحریک نہیں اور کم سے کم تعداد میں بھی اس سیلاب کو روکنے کے لئے جانباز اور سرفروش افراد اور دردمند اور جگرسوختہ داعی و قائد نظر نہیں آتے جو میدان میں نکل آئیں اور اس کو روکنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دیں، گاندھی جی کے بعد اکثریت کے فرقہ میں (ہماری معلومات کی حد تک) ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آتا جو اس کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دے اور دیوانہ وار میدان میں نکل آئے۔

اس موقع پر بے اختیار قرآن مجید کی یہ آیت یاد آجاتی ہے جو کتاب میں اوپر گزر چکی ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ	جو اُمتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں
مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوْا بَقِيَّةٍ	ان میں ایسے باشعور انسان کیوں نہ
يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ	ہوئے جو ملک میں خرابی پھیلانے
فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيْلًا	سے روکتے، ہاں ایسے تھوڑے سے
مِّمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ج	تھے جن کو ہم نے ان میں سے مخلصی بخشی
وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	اور جو ظالم تھے انھیں باتوں کے
مَا أُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا	پیچھے لگے رہے جن میں عیش و آرام
مُجْرِمِيْنَ ٥	تھا، اور وہ گناہوں میں ڈوبے
(هود: ۱۱۶)	ہوئے تھے۔

اس موقع پر بلا کسی ندامت اور معذرت کے ہندوستان میں بسنے والی اور یہاں زندگی گزارنے والی اُمّت مسلمہ (مسلمانوں) پر ایک احتسابی اور تنقیدی

www.abulhasanalinadwi.org

نظر پڑتی ہے کہ یہ فرض سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس کا تھا کہ وہ اس صورتحال کو روکتے اور اس سے نبرد آزما ہونے کے لئے اور ملک کو (جس کا اس پر وطنی اور انسانی حق بھی ہے) اس کے عواقب اور نتائج سے بچانے کے لئے میدان میں آتے اور اس صورت حال کے خلاف ایک اصلاحی و دعوتی مہم شروع کرتے جو نہ صرف اکثریت کے فرقہ کے لئے بلکہ خود اس کے اور اس کی آئندہ نسل کے لئے بھی خطرناک و تشویشناک ہے، اور یہ فرض اس پر اس حیثیت سے بھی عائد ہوتا ہے[1] کہ وہ اس رحمۃ للعالمین کی اُمت ہے جس کے متعلق خدائی اعلان ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ ان کو اس حالت میں
لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ	عذاب دینے والا نہیں کہ آپ ان کے
فِيهِمْ ط (الانفال: ۳۳)	درمیان موجود ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کا ایک حقیقت پسندانہ اور محتسبانہ جائزہ

ہندوستان پر ایک عمومی نظر ڈالنے اور اکثریت کا ایک محتسبانہ اور تنقیدی جائزہ لینے کے ساتھ یہ بھی ایک دینی اور اخلاقی فرض ہے کہ یہاں کے مسلمانوں پر بھی (اجمالی سہی) حقیقت پسندانہ اور غیر جانبدارانہ نظر ڈالی جائے اور ان خالی گوشوں اور شگافوں کی طرف متوجہ کیا جائے جو ان میں پائے جاتے ہیں۔

---

[1] "پیام انسانیت" کی تحریک کے مقاصد و محرکات میں ملک کی موجودہ اخلاقی صورت حال بھی ہے، لیکن یہ تحریک ابھی اس درجہ پر نہیں پہنچی کہ وہ ملک کی اس تشویشناک صورت حال پر اثر انداز ہو سکے، والغیب عند اللہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک اُمّت دعوت اور محتسب زمانہ کی حیثیت ہے جس کو علامہ اقبال نے اس کے حریف (ابلیس) کی زبان سے ایک صداقت کی طرح کہلوایا تھا کہ

ہر نفس ڈرتا ہوں اس اُمّت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

اس سے جو کوتاہی ہو رہی ہے اس کی طرف اوپر اشارہ کر دیا گیا ہے اور اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ "احتساب کائنات" تو بڑی چیز ہے ملک کے اخلاقی احتساب، معاشرہ کی اصلاح اور بڑھتی ہوئی اخلاقی بیماریوں اور پھیلی ہوئی وباؤں کے سدباب کے لئے اس کو جو کوشش کرنی چاہیئے تھی وہ کوشش بھی نہیں ہو رہی ہے۔ اس سے بڑھ کر اپنا اخلاقی فرض سمجھ کر یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ کسی نہ کسی درجہ میں وہ بھی دولت پیدا کرنے، مالی استحصال اور اخلاقی کمزوریوں سے یکسر مبرّا و محفوظ نہیں ہے، یہاں تک کہ کم جہیز لانے یا نہ لانے پر بیاہی ہوئی دلہنوں سے گلو خلاصی کے واقعات (قلیل تعداد میں ہی) بعض مسلمان خاندانوں اور آبادیوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور "تلک" کی رسم یا "گھوڑا جوڑا" کے نام سے بعض صوبوں یا ریاستوں میں زیادہ اور بعض میں کم ایسے قابل ملامت و مذمت واقعات پیش آتے ہیں، شادی بیاہ میں مُسرفانہ رسم فدواج، دھوم دھام اور وہ رسوم و لوازم جو ہندوستان میں قدیم زمانہ سے رائج اور معمول بہ ہیں، مسلمانوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور یہاں بھی شادی کا فریضہ (جو شرعی طریقہ اور اسوۂ نبویؐ اور عمل صحابہؓ کی روشنی میں ایک آسان اور سادہ عمل تھا) ایک "ہفت خواں" کا سر کرنا اور ایک ایسا

ملاحظہ ہو "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کی نظم، ڈاکٹر اقبال کی "بالِ جبریل" میں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجاہدۂ عظیم بن گیا ہے جس کے لئے بہت سی ممنوعاتِ شرعی اور مکروہاتِ اخلاقی کو اختیار کرنا پڑتا ہے، حدیث و سیرت اور حیات صحابہؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور ازدواج ایک ایسا سادہ فعل تھا جس میں کوئی ایسا اہتمام اور تکلف نہیں کرنا پڑتا تھا، اس کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا واقعہ جنھوں نے مدینہ طیبہ میں نکاح کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو مدینہ طیبہ میں تشریف رکھتے ہوئے بھی شرکت کی زحمت دینے کی ضرورت نہیں سمجھی، اور آپؐ نے بھی اس کا علم ہونے اور ان سے ملنے پر ایک لفظ بھی شکایت کا نہیں فرمایا، صرف ولیمہ کی ہدایت کی۔[۱] پھر خود ایک حدیث کے الفاظ ہیں کہ إن أعظم النكاح بركة أيسره مئونة[۲] (سب سے برکت والی شادی وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو اور کم سے کم بار اٹھایا جائے)

اس خلاف شرع اور باعث مشکلات معمول و رواج کے خلاف مسلمانوں میں بھی ایک طاقتور اور وسیع تحریک اور دعوت کی ضرورت ہے جو اس کا سدّباب کرنے یا اس کو نادر و شاذ واقعہ بنادے جو کہیں کہیں اور کبھی کبھی پیش آجاتا ہے۔[۳]

اصلاح اخلاق و اصلاح معاشرہ کی وسیع لیکن محدود تحریک کے ساتھ سب سے زیادہ ضرورت ملی تشخص کی حفاظت اور آئندہ نسل کی دین سے واقفیت، اسلامی تعلیمات سے شناسائی بلکہ اس پر فخر و شکر کا جذبہ اور دینی و ملّی عزت پیدا

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۹ کتب خانہ رشیدیہ دہلی کتاب النکاح

[۲] بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۲۶۸ (مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۱۹۳۲ء)

[۳] اس کے لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور بعض دوسری دینی جماعتوں اور مدارس کی طرف سے اصلاح معاشرہ کی تحریک چلائی جا رہی ہے، جس کی کچھ مثالیں اور کارگزاری کتاب کی اس جلد کے شروع میں آچکی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کی تحریک و کوشش اور اس کے لئے ضروری اسباب اور مراکز قائم کرنے کا ہے، جو ہندو احیائیت (HINDU REVIVALISM) کا مقابلہ کر سکے، اور اگر اس کو دینی ارتداد نہ کہا جائے (جو احیائیت کے بعض غالی قائدین کے ذہن اور منصوبہ میں شامل ہے) تو ذہنی و تہذیبی اور ثقافتی (CULTURAL) ارتداد و انحراف سے بچائے جو اس نظامِ تعلیم، ذرائع ابلاغ (پریس) اور ذرائع تفریح و ابلاغ عامہ کا طبعی نتیجہ ہے، جو عرصے سے ملک میں سرگرم عمل ہیں، اور جن کی مقبولیت مسلمانوں کی جدید نسل میں بڑھتی جا رہی ہے[1]

اس سب کے ساتھ مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ کوئی مذہب و ملت کسی ایسے آزاد ملک میں جہاں اکثریت نہ صرف یہ کہ غیر مسلم ہو بلکہ اس میں (جیسا کہ بیان کیا گیا) احیائیت اور ملک کی پوری آبادی کو اپنی تہذیب ثقافت اور اپنی تاریخ کے زیر اثر لانے کی منظم کوشش پائی جاتی ہو، بغیر بالغ سیاسی شعور اور اپنے لئے بلکہ ملک کے نفع بخش و مضر عناصر و تحریکات میں فرق و امتیاز پیدا کرنے کی صلاحیت اور نادانی سے کسی مضر تحریک یا جماعت کا آلۂ کار بننے سے احتراز و احتیاط کے بغیر آزادی و عزت اور اپنے ملی تشخص اور دینی تحفظ کے ساتھ زندہ اور باقی رہنا ممکن نہیں۔

---

[1] ان تعلیمی و تربیتی مراکز میں جو اس زہر کا تریاق مہیا کرتے ہیں دینی تعلیمی کونسل یو۔پی، کا حصہ بھی ہے، ہندوستان کے مرکزی دینی عظیم مدارس عربیہ کے قائم کئے ہوئے مکاتب و مدارس بھی کسی حد تک یہ ضرورت پوری کر رہے ہیں، لیکن اس سے زیادہ وسیع اور مؤثر کوششوں کی ضرورت ہے، جو نئی نسل کو اس دینی یا ذہنی ارتداد سے بچا سکے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے ساتھ خاص طور پر موجودہ حالات وحقائق اور خطرات اور تحدیات (CHALLENGES) کی موجودگی میں اس کی بھی سخت ضرورت ہے کہ ملت کی توانائی اور اس کے قائدین کی صلاحیتیں اور کوششیں، بنیادی مسائل وفرائض (مثلاً اصلاح عقیدہ، توحید واتباع سُنّت پر استقامت، بدعات اور رسوم قبیحہ سے احتراز اور اعلائے کلمۃ اللہ کی کوشش) کے بجائے کسی ایسے مسلک وجماعت کے خلاف محاذ آرائی میں صرف نہ ہوں، جو دین کے بنیادی عقائد پر ایمان رکھتی ہو، فرائض کی پابند ہو، محرمات اور منکرات سے بڑی حد تک محترز اور مجتنب ہو اور کسی دینی تحریف یا اعتقادی انحراف کا شکار نہ ہو، کسی جزئی مسئلہ کو مرکزِ توجہ بنا کر یا اس طرز عمل اور مسلک فقہی کو جو صدیوں سے عالم اسلام میں محققین ومصلحین اور راسخین فی العلم کی اجازت وتصدیق سے معمول بہ چلا آرہا ہے) نشانہ بنا کر کوئی عمومی مہم وتحریک شروع کرنا راقم کے الفاظ میں جو اس نے اپنے رسالہ "المدخل إلی دراسات الحدیث النبوی الشریف" میں مذاہب اربعہ کے خلاف یا کسی اصلاحی ودعوتی تحریک کے خلاف، جو عقائد صحیحہ پر مبنی اور شرک وبدعات سے پاک ہے اور جس سے لاکھوں زندگیوں میں انقلاب آرہا ہے عالمی سطح پر محاذ آرائی کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ وہ جهادٌ فی غیر جهاد ونضالٌ فی غیر عدو (ایک بے محل سعی وجہد اور غیر حریف اور غیر متضاد محاذ سے معرکہ آرائی ہے[1])

اس سلسلہ میں بے محل نہ ہوگا اگر کم سے کم برِصغیر ہند میں ان داعیانِ دین، مصلحین بلکہ مجددین کے طرز دعوت واصلاح کی طرف اشارہ کیا جائے جنھوں نے

---

[1] رسالہ المدخل ص ۸۵

www.abulhasanalinadwi.org

اس ملک کو ایک بار اکبر کے "دین الٰہی"، اور پوری ملت اسلامیہ کو برہمنی عقائد وتہذیب اور وحدت ادیان کے فتنہ سے بچایا اور جس نے پورے اخلاص اور استغنا کا ثبوت دیا اور حکومت واقتدار میں شریک ہونے اور ان سے مادّی و سیاسی فائدہ اٹھانے سے کلیتہً احتراز کیا اور جس کے خاندان کے افراد اور خلفاء کے کلیتہً زاہد ومتقی ہونے اور مسلسل سعی وجہد کے نتیجہ واثر سے مغلیہ تخت پر جو متمکن ہوا وہ پہلے سے بہتر، صحیح العقیدہ اور حامی اسلام تھا۔[1]

راقم کی مراد حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۰۳۴ھ) سے ہے، جن کے متعلق علامہ اقبال نے صحیح لکھا ہے۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

دوسری مثال حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) اور ان کے خاندان وخلفاء اور ان کے طرز پر چلنے والوں کی، جنھوں نے قرآن کے ترجمہ کی اشاعت، حدیث کے حلقہائے درس کے قیام، اصلاح عقائد کی جرأت مندانہ اور دانشورانہ عمومی مہم اور تحریک جاری کرنے اور تدریس، تصنیف، وعظ وتقریر، مدارس کے قیام اور بیعت وارشاد کے ذریعہ پورے ملک پر اثر ڈالا اور توحید

---

[1] یہ محض اتفاقی بات نہیں کہ اکبر کا جانشین جہانگیر ہوا جو اس سے بہتر اور صحیح العقیدہ تھا، اور جہانگیر کے بعد شاہجہاں ہوا جس نے تخت طاؤس سے اتر کر سجدۂ شکر ادا کیا، اور اس کا جانشین حامی دین، متشرع اور زاہد بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر ہوا جس کو بعض عرب اہل قلم وتاریخ داں "سادس الخلفاء الراشدین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اس تدریجی ارتقاء میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزندوں اور خلفاء کا ہاتھ تھا، جو خاموش اور مسلسل طریقہ پر اپنا اصلاحی ودعوتی کام کر رہے تھے

www.abulhasanalinadwi.org

خالص اور اتباعِ سنّت کو عوام کی زندگی میں داخل کر دیا اور اس کو اہل علم سے لے کر عوام تک کا شعار بنا دیا۔

اس سلسلہ میں انھیں کے خاندان کے دست گرفتہ اور فیض یافتہ مصلح داعی الی اللہ و مجاہد فی سبیل اللہ حضرت سید احمد شہید رح (ش ۱۲۴۶ھ - ۱۸۳۰ء) کا نام سب سے پہلے آتا ہے جن کے ہاتھ پر (معتبر روایات کے مطابق) تیس لاکھ (۳۰۰۰۰۰۰) مسلمانوں نے شرک و بدعت اور جاہلیت کی زندگی سے توبہ کی اور ان کی زندگیوں میں انقلاب آگیا، اور چالیس ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا اور وہ جہاں سے گزرے وہاں دینی و اخلاقی انقلاب آگیا اور شرک و بدعت کا خاتمہ ہو گیا۔[1]

پھر ان کے دست راست رفیق کار و ترجمان مولانا اسماعیل شہید رح (ش ۱۲۴۶ھ) جن کی کتاب "تقویۃ الایمان" نے عقیدۂ توحید کی اشاعت و وضاحت اور اصلاحِ عقائد میں وہ کام کیا جس کی نظیر اپنی وسعت اور عمق میں دور دور نہیں ملتی اسی بنیاد پر صحیح العقیدہ داعی توحید و سنّت و اصلاح، مدارس دار العلوم (دار العلوم دیوبند، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ قائم ہوئے، اور دور دور اُن کا فیض پہونچا، اسلامی مسلک او عقیدہ پر تبلیغی جماعت کام کر رہی ہے جس کے بانی مولانا محمد الیاس صاحب رح تھے اور اس کا مرکز بستی نظام الدین دہلی سے یہی طرز دعوت و اصلاح تعلیم دین اور زندگیوں میں انقلاب لانے کا ہر دور میں اور ہر مقام پر مؤثر ترین

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سید احمد شہید رح از چودھری غلام رسول مہر (مدیر انقلاب لاہور) کی کتاب سید احمد شہید رح (۱-۲-۳-۴) و سیرت سید احمد شہید رح از راقم (۱-۲) و کتاب "جب ایمان کی بہار آئی" از راقم

www.abulhasanalinadwi.org

اور کامیاب ترین طریقۂ دعوت و اصلاح ہے[1] اور یہ جزئی مسائل کو چھیڑنے اور کسی ایسی جماعت کے مقابلہ میں محاذ آرائی سے کہیں بہتر اور مفید ہے جو دین کے بنیادی عقائد پر قائم رہنے کے ساتھ وقت کے تقاضے اور اپنے مطالعہ اور اجتہاد کی بنیاد پر دعوت و اصلاح یا تعلیم و تربیت کا کام کر رہی ہو وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی۔

جہاں تک ملک کے حالات کے تقاضے اور اس دور ابتلاء کا تعلق ہے جو مسلمانوں کو درپیش ہے اور جس پر اوپر کی سطروں میں روشنی ڈالی جا چکی ہے دو کام اور مسلمانوں کے کرنے کے ہیں:۔

ایک یہاں کی غیر مسلم اکثریت خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلام کی تعلیم، اس کے عقائد و عبادات، تہذیب و معاشرت کے اصول اور اس کے اس تاریخی کردار و خدمات سے واقف کرانا جو مسلمانوں نے اس ملک میں قدم رکھنے (بالخصوص اس کا نظم و نسق سنبھالنے) کے بعد انجام دیں اور عقیدۂ توحید، انسانی مساوات، طبقۂ اناث کے ساتھ برتاؤ، مساوات اور احترام انسانیت کا ایک نمونہ پیش کیا، جو اس ملک کے لئے نیا تھا، اسی کے ساتھ ان کے تعمیری کارناموں، رفاہ عام کے

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" (حصہ چہارم و پنجم) یا اس کا وہ عربی مقالہ جو مصر کے علماء اور اہل فکر کے سامنے پیش کیا گیا تھا، جس کا عنوان ہے "الدعوة الاسلامیة فی الہند و تطوراتہا" مطبوعہ قاہرہ و لکھنؤ، بعد میں جب صحیح العقیدہ، داعی و ناشر توحید و سنت اور منکر شرک و بدعت مدارس، اداروں اور قائدانہ شخصیتوں کے خلاف ایک جماعت کی طرف سے طاقتور محاذ آرائی اور شک آفرینی کی پرزور تحریک شروع ہوئی اور خاص طور پر خلیج عربی اور سعودی عرب میں یہ فضا پیدا کرنے کی کوشش کی گئی، تو مصنف نے "اضواء" کے نام سے ۱۹۹۵ء کے آخر میں عربی میں رسالہ لکھا جس کا بعد میں اردو ترجمہ "بصائر" کے نام سے شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

کاموں اور علمی و تصنیفی کارناموں کا بھی تعارف کرایا جائے، جنھوں نے نہ صرف ان کا بلکہ ہندوستان کا، نہ صرف عالم اسلام بلکہ علمی دنیا میں نام روشن کیا اور جن پر نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ ہندوستان کو فخر کرنے کا حق حاصل ہے[1]۔

دوسرا کام خود مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ بالخصوص مغربی اعلیٰ تعلیم گاہوں اور ہندوستان کی بلند مرتبہ یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں نیز علمی و تحقیقی و تصنیفی اور صحافتی کام کرنے والے مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ میں (جس کے ہاتھ میں اگر سیاسی قیادت نہیں تو فکری اور علمی قیادت عام طور پر آتی ہے) اسلام کی تعلیمات و تاریخ اور اس کے اصلاحی و انقلابی کارنامے سے واقف کرانے اور اسلام کی نہ صرف صلاحیت بقاء بلکہ صلاحیت قیادت پر اعتماد بحال کرنے بلکہ پیدا کرنے کے لئے ایسا لٹریچر تیار کرنے کی ضرورت ہے وہ جس سے وہ مغربی افکار اور مستشرقین کی تشکیکی (CREATES DOUBT) لٹریچر کے اثر سے محفوظ و آزاد ہو سکیں، اور وہ بعض اسلامی ممالک (بلکہ بعض عرب ممالک تک کے بھی) روشن خیال، آزاد بلکہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی نشأۃ ثانیہ اور مقبولیت سے خائف طبقہ کی طرح مسلمانوں کی دین کی طرف بازگشت سے خائف، اور دینی و اسلامی حمیت پیدا کرنے والی کوششوں سے یا اس کے ظہور کی علامتوں سے پریشان و ہراساں نہ ہوں کہ یہی طبقہ قیادت کے منصب پر فائز ہوتا ہے اور ملک کی آبادی کو (جو اسلامی تعلیمات پر عامل اور اس کے عروج و ترقی

---

[1] اس سلسلہ کی ایک ابتدائی کوشش اور اس موضوع پر ایک اجمالی تعارف کے لئے راقم کی کتاب "ہندوستانی مسلمان، ایک تاریخی جائزہ" ہے، جس کا ترجمہ انگریزی میں بھی ہو چکا ہے، یہ کتاب اور غیر مسلموں کے سامنے پیش کیے جانے والی بعض متعدد دوسری کتابیں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہیں۔

کی خواہش مند ہوتی ہے، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکنا اور ان کو آزادی کی راہ پر چلانا چاہتا ہے، آج اسی طبقہ کے اثر اور قیادت نے عالم اسلام (بشمول ممالک عربیہ) کو امریکہ و اسرائیل کے منصوبہ کا شعوری یا غیر شعوری طریقہ پر داعی و آلۂ کار بنادیا ہے، اور یہ ممالک اور حکومتیں ہر دینی تحریک سے خائف اور اس کی مخالف بن گئی ہیں[1]۔

یو۔ پی کی حکومت کی اونچی ذات کی مخالفت کی پالیسی اور حکومت کی برخاستگی

یو۔ پی میں ملائم سنگھ نے بہوجن سماج کے اتحاد سے حکومت قائم کی تھی، بہوجن سماج پارٹی نے کچھ دنوں کے بعد اچانک ملائم سنگھ سے علیٰحدگی اختیار کر کے بی جے پی کا تعاون لے کر اپنی حکومت بنائی جس کی وزیر اعلیٰ مس مایاوتی بنائی گئیں جو بہوجن سماج پارٹی کی سکریٹری ہیں، انھوں نے اونچی ذات کے خلاف اپنی پالیسی کا اظہار اور اس پر عمل کھلے طریقہ سے کرنا شروع کیا، اس کا کھلا ہوا نمونہ یہ سامنے آیا کہ انھوں نے ۱۷ ستمبر ۱۹۹۵ء کو "پیر یار"[2] کے ۱۱۷ ویں یوم پیدائش کے موقع پر ایک جلسہ میں جو لکھنؤ میں حضرت محل پارک میں منعقد ہوا تھا کہا کہ ریاستی حکومت ۲ اکتوبر کو گاندھی جینتی منائے گی اور اس میں وہ وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے شریک ہوں گی، انھوں نے کہا کہ جب میں وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے گاندھی جینتی میں شریک ہوسکتی ہوں تو پیر یار جلسہ میں کیوں نہیں شریک ہوسکتی، بہوجن سماج پارٹی کے سربراہ مسٹر کانشی رام نے کہا کہ مہاتما گاندھی نے کبھی بھی اقوام

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ راقم کا مضمون "مواقع العالم الاسلامی الیوم"، جس کا خلاصہ دوحہ کے سفر میں اور جامعہ قطر میں پڑھے جانے والے مضمون کے تذکرہ میں آچکا ہے۔

[2] پیر یار نے دراوڑ نسلوں کا نعرہ بلند کر کے ہندوؤں میں دلت برادری کے معاملہ کو اٹھایا تھا، وہ رام مخالف تھے اور وہ وقتاً فوقتاً ان کی مذمت اور ہجو کرتے رہتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

وتامل ناڈو مندرجہ فہرست کی بھلائی کے لئے کوئی کام نہیں کیا، انھوں نے کہا کہ ۱۹۳۴ء میں پیریار کو تمل ناڈو کانگریس کی صدارت سے اس لئے استعفا دینا پڑا تھا کہ مہاتما گاندھی دلتوں کے بارہ میں پیریار کے رویے کو ناپسند کرتے تھے، انھوں نے اعلان کیا کہ حکومت شاہو جی مہاراج، ڈاکٹر امبیڈکر، مہاتما پھلے اور پیریار کی یاد میں میلے کرے گی۔[1]

مایاوتی سرکار کے اس کھلے ہوئے دلتوں کی برتری ظاہر کرنے کے رویہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بی۔ جے۔ پی نے اپنی حمایت واپس لے لی اور ۱۷ر اکتوبر ۱۹۹۵ء کو اتر پردیش کی حاکم پارٹی اور اس کی وزیر اعلیٰ مایاوتی کو حکومت سے سبکدوش ہونا پڑا، اور کسی پارٹی کی اکثریت نہ ہونے کے سبب اتر پردیش کا یہ زرخیز اور مردم خیز جنگ آزادی میں قائدانہ حصّہ لینے والا اور کئی بار ملک کے لئے وزیر اعظم فراہم کرنے والے صوبہ کو گورنر کے ذریعہ مرکزی حکومت کے ماتحت جانا پڑا۔

احمد آباد میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا عظیم اجلاس

۷،۸ر اکتوبر ۱۹۹۵ء کو احمد آباد کے تاریخی شہر میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بارہویں اجلاس کے منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا تھا اور احمد آباد و گجرات کے دینی و اسلامی حمیت رکھنے والے اور فیاض و عالی ہمّت باشندوں اور خاص طور پر علماء و مفتیان اور عظیم دینی و عربی مدارس کے (جن کی صوبہ گجرات میں اتنی کثیر تعداد ہے جس کی مثال دوسرے صوبوں میں مشکل سے ملے گی) ذمہ داروں، منتظین اور ارکان

---

[1] "قومی آواز" ۱۸ر ستمبر ۱۹۹۵ء

نے اس فیصلہ اور تجویز کا پرجوش خیر مقدم کیا تھا اور اپنے پورے تعاون، میزبانی اور اجلاس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر طرح کی مساعی کا وعدہ کیا تھا۔

اس اجلاس کو ظاہری و معنوی ہر حیثیت سے کامیاب بنانے کے لئے، اس کے لئے ذہنوں کو تیار اور عزائم کو مستحکم اور بلند کرنے کے لئے، پرسنل لا بورڈ کے صدر دفتر پٹنہ اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں نے (جو بورڈ سے ذہنی و معنوی علمی و دینی پورا اتفاق رکھتے ہیں اور اس کو ملت اسلامیہ ہندیہ کے بقاء و تحفظ کی اہم ترین ضرورت اور تحریک سمجھتے ہیں اور اس کے ذمہ داروں کی جماعت کا ایک ایک فرد ہی (راقم سطور) اس کی صدارت کی ذمہ داریوں پر فائز ہے) اس کام میں پورا تعاون کیا، بار بار دار العلوم کے وہ اساتذہ جو اپنی خطابت اور خوش تقریری میں امتیاز رکھتے ہیں اور دینی دعوت دینے اور حمیت اسلامی پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو امتیازی صلاحیت اور خاص ملکہ عطا فرمایا ہے، بار بار گجرات کا دورہ اور احمد آباد کا سفر کیا، اور وہاں کے اہل دین طبقہ کو اور باحمیت مسلمانوں کو، اجلاس کو ایک تاریخ ساز اور یادگار اجلاس کے طور پر کامیاب بنانے پر آمادہ کیا اور اسی کے ساتھ وہاں کے ممتاز علماء، ذمہ دارانِ مدارس اور دینی شخصیتوں کو اس کی سرپرستی کرنے اور اس کو کامیاب بنانے میں ہر طرح کا تعاون دینے پر نہ صرف آمادہ بلکہ اس کی ذمہ داری قبول کرنے پر تیار کیا۔

ان وفود میں سب سے بڑا قائدانہ حصہ مولوی سید مرتضیٰ صاحب نقوی (ناظر کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی دار العلوم ندوۃ العلماء) کا تھا، جنھوں نے بار بار اس مقصد کے لئے احمد آباد اور گجرات کا سفر کیا اور جن کے خاندانی

www.abulhasanalinadwi.org

امتیازؒ ، مدرسہ مظاہر علوم کے فاضل اور علماء و مشائخ بہار نپور اور دیو بند سے دینی روابط ہونے کی بناء پر وہاں کے علمی و دینی حلقوں میں ان کا تعارف و احترام بھی تھا دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سلسلہ میں وہ کئی سال بار بار احمد آباد جا چکے تھے اور گجرات کا دورہ کر چکے تھے ، اور وہاں کے دینی اداروں ، مدارس اور دینی و علمی شخصیتوں سے بخوبی متعارف تھے ، ان کے ساتھ اس دعوت و تحریک اور تائید میں عزیز گرامی قدر مولوی سید سلمان حسینی ندوی کا بھی حصہ تھا ، جو ایک مقبول مؤثر داعی ہیں ، ان کے ساتھ مولوی خالد ندوی غازی پوری ، اور مولوی عبد القادر ندوی پٹنی کا حصہ ہے (جو گجرات سے وطنی تعلق بھی رکھتے ہیں) ان احباب وغیرہ نے کچھ اہل گجرات کی خواہش اور کچھ مولانا سید نظام الدین صاحب ناظم امارت شرعیہ بہار و سکریٹری جنرل آل انڈیا مسلم پرسنل لا کی تحریک و فرمائش پر بار بار احمد آباد کے سفر اور گجرات کے دورے کئے ، احمد آباد میں ظفر صاحب اور ان کے والد حاجی محمد یونس سرپیس والے ، حافظ محمد منیر ماچس والے ہارون صاحب زری والے اور کئی حضرات نے اس سلسلہ میں بڑی ہمت افزائی اور تعاون کا ثبوت دیا ، اس پر مزید یہ کہ گجرات کے نامور عالم دین اور مفتی عالی مقام مولانا سید عبد الرحیم صاحب لاج پوری نے اس اجلاس کا خیر مقدم کیا اور گجرات کے اس دینی حلقہ کو جس میں ان کا خاصا احترام ہے ، اس کو کامیاب بنانے کے لئے ہر طرح کی ترغیب و تاکید فرمائی ، گجرات کے ممتاز مدارس نے بھی جس میں

لہ مولانا مرتضیٰ صاحب کا تعلق مولانا سید جعفر علی نقوی بستوی اور ان کے خاندان سے ہے جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلفاء اور رفقائے دعوت و جہاد میں تھے ، اور جنہوں نے یو۔پی کے مشرقی اضلاع سے لے کر نیپال کے حدود تک اصلاح عقائد اور دعوت اتباع سنت اور مدارس دینیہ کے قیام کا بڑا کارنامہ انجام دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ڈابھیل، ترکیسر، بھروچ، کنتھاریا، مائلی والا، پٹن، چھاپی، پالن پور اور اطراف احمد آباد کے دوسرے مدارس شامل ہیں پورے تعاون کا وعدہ کیا، قاضی مجاہد الاسلام صاحب بھی ۴؍ جنوری کو احمد آباد تشریف لے گئے اور اجلاس کے لئے زمین تیار کرنے میں مدد کی، مسلم پرسنل لا بورڈ کی غرض وغایت بیان کی، اور اس کی افادیت و ضرورت پر روشنی ڈالی۔

احمد آباد کے پرسنل لا بورڈ کے اس اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ ۵؍۶ اپریل کی تاریخوں میں کیا گیا تھا، صدارت مجلس استقبالیہ کے لئے مفتی احمد صاحب خانپوری اور سکریٹری جنرل کے لئے مولانا غلام محمد وستانوی کا انتخاب ہوا تھا، ابتدائی انتظامات کے لئے مفتی عبد السلام صاحب، مولانا حبیب صاحب اور مولانا محمد ادریس صاحب کی اعانت حاصل کی گئی تھی۔

لیکن فروری کے آخر تک رمضان مبارک کی مشغولیت رہی اور اس سلسلہ میں محنت نہ کی جا سکی اور اندازہ ہوا کہ اتنی کم مدت میں اجلاس کی تیاری ممکن نہیں ہے اس بناء پر فیصلہ کیا گیا کہ اجلاس اکتوبر کی ۷، ۸؍ تاریخوں میں کیا جائے اس تغیر و ترمیم کی بناء پر دار العلوم سے پھر وفود احمد آباد اور گجرات گئے اور اجلاس کے ان تاریخوں میں منعقد ہونے کے سلسلہ میں اتفاق آراء اور تعاون حاصل کیا گیا، اس عرصہ میں مولوی سید سلمان ندوی، مولوی محمد خالد ندوی غازی پوری، جناب سلیمان سکندر حیدر آبادی اور مفتی شکیل احمد سیتاپوری نے گجرات کے متعدد دورے کئے اور مسلم عوام کو اس کو کامیاب بنانے کے لئے آمادہ اور سرگرم عمل بنا دیا، مفتی احمد صاحب خانپوری نے خطبۂ استقبالیہ تیار کیا، راقم سطور اپنا خطبۂ صدارت اپریل سے بیشتر ہی تیار کر چکا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن یونیفارم سول کوڈ کے تازہ شگوفہ کے چھڑ جانے کی بنا پر اس نے خطبہ میں اس حصہ کا اضافہ کیا خطبہ کا گجراتی میں ترجمہ بھی ہوگیا اور وہ اردو میں چھپ بھی گیا، اپنے بعض قابل توجہ مندرجات اور ایک تاریخی دستاویز ہونے کی بناء پر جس سے کبھی آئندہ کے مؤرخین اور تبصرہ نگار فائدہ اٹھا سکتے ہیں وہ خطبہ کاملاً شامل کتاب کیا جائے گا۔

احمدآباد کا اجلاس پرسنل لا بورڈ

یکم اکتوبر سے قافلے احمد آباد پہنچنا شروع ہوگئے، خاکسار راقم اپنے رفیق و معاون حاجی عبدالرزاق، عزیز و معاون مولوی نثار الحق ندوی اور ایک جدید و عزیز رفیق سید حسن عسکری طارق صاحب جو حجاز میں ٹیلیفون کے محکمہ میں کلرک ہیں اور مدینہ طیبہ کے قیام میں ان کے میزبان ہوتے ہیں، لکھنؤ سے ہوائی جہاز کے ذریعہ بمبئی کے لئے روانہ ہوا وہاں ایک شب و روز حاجی نور محمد صاحب تاجر چوب کی کوٹھی کی گیارہویں منزل پر قیام کرکے (جس کا انتخاب ہمارے قدیم و کریم میزبان الحاج غلام محمد صاحب (محمد بھائی)، مالک بمبئی آندھرا ٹرانسپورٹ کمپنی نے سہولت اور ایرپورٹ سے قریب ہونے کی بناء پر کیا تھا) اگلے روز ۲ر اکتوبر کو ہوائی جہاز ہی سے احمد آباد کے لئے روانہ ہوئے وہاں استقبال کرنے والوں اور کاروں کی ایک عظیم تعداد تھی، وہاں ہمارا قیام حسب سابق ظفر صاحب سرپس والا کے یہاں ہوا، جن کی کوٹھی میں ہم اس سے پہلے بھی قیام کرچکے تھے ان کی کشادہ دلی اور میزبانی دیکھ کر ہم نے ان سے کہا کہ پرانا، حکیمانہ و مثالی جملہ السفر وسیلۃ الظفر، جہاں تک ہمارا آپ کا تعلق ہے آپ پر پورے طور پر صادق آتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اگلے دن ۷؍ اکتوبر کو بورڈ کے مشاورتی وانتظامی جلسہ میں جو شہر میں ایک بعید فاصلہ پر پنڈال میں منعقد ہوا شرکت کی جہاں مجلس استقبالیہ اور مجلس انتظامی کی مشترک مجلس تھی، بورڈ کے اس اہم اجلاس میں ارکان بورڈ، اس کے علاوہ اس کے کارکن، ذمہ دار اور علمائے کبار اتنی بڑی تعداد میں شریک ہوئے جتنی بڑی تعداد میں کم کسی موقع پر شریک ہوئے تھے، اسی دن شام کو باشندگان شہر اور بورڈ کے مدعوین وارکان کا عام جلسہ تھا، اگلے دن ۸؍ اکتوبر کو صبح کے اجلاس میں مفتی احمد صاحب خان پوری نے اپنا فاضلانہ خطبۂ استقبالیہ پڑھا جو احمد آباد کی تاریخی اہمیت پر بھی مشتمل تھا اور اجلاس کے مقصد وموضوع پر بھی روشنی ڈالتا تھا، وہ بہت پسند کیا گیا، اس کے بعد راقم نے اپنا خطبۂ صدارت پڑھا اور نمائندگان کی تقریریں ہوئیں

اسی اجلاس میں اچانک آئندہ میقات کے لئے قاضی مجاہد الاسلام صاحب نے بورڈ کی صدارت کے لئے راقم کا نام راقم ہی کے ایک جملہ[1] کا حوالہ دیتے ہوئے پیش کیا اور وہ باتفاق آراء منظور ہوا جو راقم کے لئے ایک بڑی آزمائش اور بارِ گراں تھا، جس کے لئے راقم مولانا نظام الدّین صاحب سے پہلے معذرت کر چکا تھا لیکن کان امر اللّٰہ قدراً مقدوراً۔

---

[1] رانچی میں بورڈ کے تیسرے اجلاس میں حیدر آباد کے بعض ارکان نے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی جگہ پر صدارت کے لئے راقم کا نام پیش کیا تھا تو راقم نے کہا تھا کہ "جب دریا میں طوفان ہو اور کشتی بھنور میں ہو تو کشتی کا ملاح نہیں بدلا جاتا"، اس پر مولانا ہی بورڈ کے صدر رہے اور ان کی عام مقبولیت وخاندانی عظمت اور ایک اہم ترین دینی وعلمی ادارہ کی سربراہی کی وجہ سے بورڈ کو عام وقار ومقبولیت حاصل رہی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ ورفع درجاتہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

۸؍اکتوبر کی شام کو مَلِک شعبان اسٹیڈیم کے میدان میں اجلاس عام ہوا، جس میں محتاط اندازہ کے مطابق ڈھائی لاکھ کے اجتماع کا اندازہ ہے، راقم نے نہ صرف مسلمانانِ احمد آباد بلکہ مسلمانانِ گجرات اور کلمہ گویوں اور خدا و رسول پر ایمان رکھنے والوں، دین کا پیغام اور علماء کے مواعظ و فرمودات سننے کے لئے اس عظیم تعداد میں شریک اور جمع ہونے کی (جس کی نظیر کم سے کم راقم کو بہت کم یا شاذ و نادر اس سے پہلے کبھی دیکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی) کی اہمیت و ذمہ داری کو شدت سے محسوس کیا اور ذہن پر اس خیال کا غلبہ ہوا کہ کہیں قیامت میں خدا کی طرف سے یہ سوال نہ ہو کہ اتنی کثیر تعداد میں مسلمان دین کی بات سننے کے لئے جمع ہوئے تھے جو بار بار اور ہر جگہ جمع نہیں ہوتے تم نے ان سے دین کی بنیادی باتیں کیوں نہیں کہیں اور ان حقائق و قطعیات کی طرف کیوں متوجہ نہیں کیا جو اسلام کے بنیادی اصول و مطالبات ہیں اور جن پر آخرت کی نجات اور خدا کی رضا و مغفرت موقوف ہے، اس تاثیر کے غلبہ اور صدر اجلاس کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری کے شعور و احساس نے تقریر کو (جو اجلاس کی حیثیت صدر کے آخری تقریر و خطاب تھا) محض مسلم پرسنل لا کے موضوع میں محدود رکھنے سے باز رکھا اس نے سورہ بقرہ کی آیت:۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا	اے ایمان والو! اسلام میں داخل
فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا	ہو جاؤ کُل کے کُل اور شیطان کے
خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ	نقش قدم کی پیروی نہ کرو بے شک
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (سورہ بقرہ: ۲۰۸)	وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پڑھی اور وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بتایا کہ اس آیت میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

سو فیصدی مسلمان سو فیصدی اسلام پر عمل کریں[1]۔ نہ ان کی تعداد میں تجزیہ اور استثناء ہے اور نہ دین و شریعت اسلامی میں کوئی تجزیہ و استثناء ہے، نہ یہ جائز و صحیح ہے کہ ۶۰، ۷۰ یا ۸۰، ۹۰ فیصدی مسلمان دین اسلام میں داخل اور شریعت الٰہی کو قبول کریں اور نہ اس کی اجازت ہے کہ مسلمان ۶۰، ۷۰ یا ۸۰، ۹۰ فیصدی حصۂ شریعت کو قبول اور اس پر عمل کریں۔

ان میں سب سے پہلے عقائد، اور عقائد میں بھی صریح اور خالص عقیدۂ توحید ہے جس میں کسی قسم کا استثناء یا سمجھوتا یا تساہل و رعایت جائز نہیں، اس موقع پر راقم نے قرآن مجید کی آیات:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط	دیکھو خالص عبادت خدا ہی کے
(الزمر: ۳)	لئے (زیبا ہے)

اور آیت

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط	دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے
(الاعراف: ۵۴)	اور حکم بھی (اسی کا ہے)

اور

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا	اسکی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا
اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○	ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا
(یٰسین: ۸۲)	ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

---

[1] یہ مضمون جو ایک سابقہ تقریر میں کچھ پیشتر آچکا تھا ایک مستقل رسالہ کی شکل میں شائع ہو چکا ہے جس کا عنوان ہے "کل مسلمان اور مکمل اسلام" از مجلس تحقیقات و نشریات اسلام۔

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھیں اور کھلے طور پر ان کی وضاحت اور تطبیق کی۔

اس کے بعد مقامِ رسالت کو بیان کیا اور اس کے حقوق و واجبات پر روشنی ڈالی اور ایک مسلمان کو ذاتِ نبوی سے جو تعلق ہونا چاہیئے اور اس کی جو عظمت و حقوق ہیں ان پر روشنی ڈالی، اسی کے ساتھ آیت "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" کی روشنی میں آپ کی اقتدائے کامل اور سنت و اسوۂ نبوی پر پورے طور پر عمل کی ترغیب دی پھر بتایا کہ اس نظام اسلامی اور تعلیمات دینی میں فرائض و عبادات، حقوق، سیرت و اخلاق اور معاشرت و عائلی زندگی کے فرائض و واجبات اور احکام و مسائل بھی آتے ہیں، جن میں اسلام کا عائلی قانون (اور جدید اصطلاح کے مطابق) پرسنل لا بھی داخل ہے، مسلمانوں کو خالص دینی احکام، اسلامی طریق، اسوۂ نبوی، اور عملِ صحابہ کے مطابق زندگی کے یہ فرائض اور ضروریات بھی انجام دینی چاہئیں، اس سلسلہ میں عہد نبوی کے بعض واقعات بیان کر کے شادی بیاہ کی ان رسوم اور رواجوں کی تردید کی گئی جو کم سے کم ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی ہمسایہ غیر مسلم اکثریت سے اخذ کئے ہیں یا عزت و شہرت کی وجہ سے ان کو ضروری سمجھا ہے۔

اسی کے ساتھ مسلمانوں کو ان امتیازی اخلاق اور جاذب نظر طرز زندگی کی طرف بھی توجہ دلائی گئی، جو کسی ملک (خاص طور پر ہندوستان) کی غیر مسلم اکثریت کو اسلام کے مطالعہ پر آمادہ اور اس کی قدر و قیمت پہچاننے پر تیار کرتی ہے اور جس کی وجہ سے قرون اولیٰ میں ملک کے ملک مسلمان ہو گئے، نہ صرف دین اسلام بلکہ اسلامی تہذیب، طرز معاشرت اور پورے ملک کی ثقافت اسلامی رنگ میں ڈوب گئی، اس سلسلہ میں راقم نے بعض مؤثر تاریخی واقعات استشہاد کے طور پر سنائے جن سے اس انقلاب حال اور اسلام کی معنوی فتوحات کی تصدیق ہوتی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

راقم کو اپنی صحت کی کمزوری اور جلسہ کی مصروفیات اور ملاقاتوں کی کثرت کی وجہ سے جو تکان پیدا ہو گیا تھا اس کی بناء پر منتظمین اور ذمہ داروں سے اجازت لے کر وہ اپنی قیام گاہ پر آگیا، اس عجلت اور اعتذار کے باوجود بھی رات کے ۱۲ بج گئے تھے، اس کی تقریر کے بعد اور دوسرے فضلاء اور اہم ارکان کی مفید اور بصیرت افروز تقریریں ہوئیں اور جلسہ ساڑھے تین بجے رات کو ختم ہوا۔

قبل اس کے کہ راقم یہاں اپنا وہ خطبۂ صدارت درج کرے جو اس اجلاس میں پڑھا گیا اور توجہ سے سنا گیا تھا، وہ اپنا دینی و اخلاقی فرض سمجھتا ہے کہ وہ اہل گجرات کے عموماً اور اہل احمد آباد کے خصوصاً اس تعاون علی البر کے جذبہ اور مظاہرہ کا صدق دل سے اعتراف اور اظہار کرے جس کا انھوں نے اس اجلاس کے موقع پر مظاہرہ کیا اور ثبوت دیا، انھوں نے نہ صرف اس عظیم اجلاس کی ذمہ داریوں اور گراں باریوں کو فراخ دلی اور عالی ہمتی سے برداشت کیا بلکہ مہمانوں کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے اور ان کا اعزاز کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، اجلاس کے انعقاد اور اس کو کامیاب بنانے اور صدہا بلکہ ہزارہا مہمانوں کے ٹھہرانے میں انھوں نے کسی کوتاہی اور کفایت شعاری سے کام نہیں لیا، خود اجلاس کے انعقاد اور انتظام پر گراں قدر رقم صرف کرنے کے علاوہ انھوں نے بورڈ کو بھی قابل قدر اور واجب الاعتراف مدد دی۔

احمد آباد کے دو نو قائم شدہ مدارس جامعہ فیضان القرآن "سرسپور، احمد آباد اور مدرسہ اسلامیہ عربیہ الفضل مسجد جو ہاپورہ احمد آباد کے اساتذہ اور طلبہ نے اجلاس کی تیاریوں اور انتظامات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جامعہ فیضان القرآن میں مجلس

www.abulhasanalinadwi.org

استقبالیہ کا دفتر تھا اور مدرسہ اسلامیہ عربیہ جوہاپور کے احاطہ میں اجلاس عام کے علاوہ تمام اجلاس منعقد ہوئے، جناب مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری صدر مجلس استقبالیہ جناب مولانا غلام محمد وسطانوی جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ کی مسلسل جدوجہد اور کوششوں سے اجلاس کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

بورڈ کے اجلاس احمد آباد میں ملک کے تمام صوبوں اور اطراف واکناف سے بورڈ کے تاسیسی اور میقاتی ارکان کے علاوہ بڑی تعداد میں مدعوئین خصوصی نے شرکت کی گجرات کے علماء وعمائدین، تجار واصحاب علم ودانش نے اجلاس کی تمام نشستوں میں پوری دلچسپی سے حصہ لیا۔

بورڈ کے اجلاس احمد آباد نے سب سے اہم فیصلہ یہ کیا کہ ماہ نومبر کے آخر میں (۲۴تا۳۰؍نومبر) پورے ملک میں تحفظ شریعت ہفتہ منایا جائے، جس میں ایک دن اصلاح معاشرہ کا پروگرام ہو۔

اجلاس عام ۸؍اکتوبر ۱۹۹۵ء کو بعد نماز عشاء ملک شعبان اسٹیڈیم میں ہوا۔ قبل اس کے کہ راقم احمد آباد سے سورت و بمبئی تک کے سفر کا اجمالی تذکرہ کرے جس میں راستہ میں پڑنے والے مدارس عربیہ اور دینی مرکزوں میں حاضری، خطاب اور کہیں کہیں بنیاد رکھنے کا اعزاز وسعادت بھی شامل تھی وہ اس اجلاس کا خطبہ صدارت پیش کرنا چاہتا ہے کہ وہ اس موضوع پر ایک مفصل اظہار خیال اور ایک اہم دینی واصلاحی دعوت کی حیثیت رکھتا ہے اور اس ملک اور مسلمانوں کی آئندہ تاریخ میں اس سے کام لیا جاسکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

وخاتم النبیین محمدٍ وّآلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعہم باحسانٍ ودعا بدعوتہم إلی یوم الدین۔

حضرات علمائے کرام، برادران اسلام وحاضرین جلسہ! اہلِ عرب جب کسی عمل یا کسی کارروائی کے متعلق یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ وہ برمحل اور برموقع ہوئی تو کہتے ہیں "جاء فی مکانہ وفی أوانہ" یہ بات اپنے صحیح محل ومقام اور مناسب موقع اور وقت پر پیش آئی (یا پیش کی گئی)

اس حقیقت پسندانہ جملہ کی روشنی میں پہلے اس حقیقت اور واقعہ کا اعتراف واعلان کیا جاتا ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ بارہواں اجلاس اپنے صحیح محل و مقام پر ہو رہا ہے، اور پھر عرض کیا جائے گا کہ وقت اور ضرورت کے تقاضہ کی بناء پر منعقد کیا جا رہا ہے اور وہ ایک فریضہ کی ادائگی اور حقیقت پسندی اور فرض شناسی کا ثبوت ہے۔

جہاں تک اجلاس کے محل ومقام کی مناسبت اور اس اہم اجلاس کے یہاں منعقد کرنے کے جواز بلکہ معقولیت اور صحیح انتخاب کا سوال ہے صوبۂ گجرات (جو اس صوبہ کا قدیم تاریخی اور علمی دنیا میں معروف نام ہے) کے بارہ میں ہندوستان کے اسلامی عہد کے سب سے بڑے مؤرخ وسوانح نگار پدر بزرگوار مولانا حکیم سیّد عبدالحی صاحب حسنی سابق ناظم ندوۃ العلماءؒ[1] کی کتاب کے چند اقتباسات پیش کرنے پر قناعت کی جائے گی جو گجرات کے بارہ میں پائے جاتے ہیں۔

---

[1] متوفی ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۳ء مصنف نزہۃ الخواطر الإعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام (۱-۸) الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند، الہند فی العہد الاسلامی (عربی) یادِ ایام، تاریخ گجرات، گل رعنا (اردو)

www.abulhasanalinadwi.org

"علوم وفنون میں اگر گجرات شیراز تھا تو حدیث کی خدمات کے لحاظ سے یمن میمون سے مماثلت رکھتا تھا، علم حدیث کی سرگرمی کے ساتھ ساتھ یہاں فقہ میں بھی شاندار کارنامے انجام پائے تھے، ہندوستان کے کسی دوسرے علاقہ کی علمی اور تمدّنی سرگرمیوں کی تاریخ اتنی مسلسل اور طویل نہیں ہے جتنی گجرات کی۔"

اس اجلاس و موضوع کی مناسبت سے کہا جاتا ہے کہ گجرات کا فقہ حنفی اور اصول فقہ میں بھی امتیازی حصّہ ہے، یہاں مفتی رکن الدّین ناگوری نے جو نہروالہ کے مفتی تھے فقہ حنفی کی دو سو چار کتابوں کو پیش نظر رکھ کر فتاویٰ حمّادیہ تصنیف کی، جس کے حوالے فتاویٰ عالمگیری میں جابجا ملتے ہیں۔

اسی طرح مفتی قطب الدّین (م ۹۹۹ھ) کا ذکر کئے بغیر بھی رہا نہیں جاتا، جن کو حرم شریف میں درس دینے کا شرف حاصل ہوا، علاّمہ قاضی شوکانی صاحب نیل الأوطار نے اپنی کتاب "البدر الطالع" میں بڑے بلند الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حرمین شریفین اور دیار عرب میں جن کے فضل وکمال کا سب سے زیادہ اعتراف کیا گیا اور جن سے استفادہ کو باعث فخر و شرف سمجھا گیا وہ زیادہ تر علمائے گجرات تھے وکفے بہ مفخرا دشرفًا۔

اس سلسلہ میں وزیر آصف خاں کا نام لینا کافی ہوگا جن کو یہ شرف خصوصیت حاصل ہے کہ علاّمہ ابن حجر مکّی نے ان کے حالات پر مستقل رسالہ لکھا، جس میں وہ لکھتے ہیں:

"جس زمانہ میں آصف خاں مکّہ معظّمہ میں آکر رہے تھے عجب طرح کی رونق مکّہ معظمہ میں پیدا ہو گئی تھی، علماء و فقہاء ان کی صحبت کو غنیمت

سمجھتے تھے، گھر گھر علم کا چرچا ہوگیا تھا، مکّہ والوں نے تحصیل علم میں پوری
کوشش کی تھی، انھوں نے اہلِ علم پر اپنے احسان وکرم کے دائرہ کو اس
قدر وسیع کر دیا تھا جس کی نظیر ان کے معاصرین میں بلکہ ایک مدّت
سے مفقود تھی، علّامہ عزالدین عبد العزیز مکّی نے آصف خاں کی مدح میں
چھیاسی شعر کا قصیدہ لکھا۔"

علوم دینیہ بالخصوص فقہ وقضاء وافتاء کی صلاحیت میں علمائے گجرات کے امتیاز واختصاص کا نتیجہ تھا کہ سلطنت دہلی نے بھی ان کے اس امتیاز واختصاص سے فائدہ اٹھایا، اور ان کو قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز کیا، قاضی شیخ الاسلام گجراتی دار الملک دہلی کے قاضی تھے ۱۰۸۶ھ میں عالمگیر نے ان کو مجبور کرکے "اقضی القضاۃ" کا عہدہ عنایت کیا، اس عہدہ جلیلہ کے فرائض انھوں نے نہایت آزادی اور راست بازی کے ساتھ انجام دیئے اور حق بات کے ظاہر کرنے میں کسی بادشاہ کے سامنے بھی نہیں چوکے، ان کے بعد ہی ان کے داماد قاضی ابوسعید ۱۰۹۴ھ میں ان کی جگہ "اقضی القضاۃ" کے عہدہ کے لئے گجرات ہی کے علماء کا منتخب ہونا اس کے علمی وفنّی امتیاز کا کھلا ثبوت ہے۔

شخصی، خاندانی وموروثی سلطنت کے دور میں والیان سلطنت اور ان کے وزراء کا نہ صرف متبع شریعت وسنّت ہونا بلکہ صلاح وتقویٰ میں اور شرع ودین کی واقفیت میں ممتاز ہونا پوری قلمرو، زیر حکومت علاقہ اور خواص وعوام کے طبقہ پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس سے پوری قلمرو میں دین کا احترام اور شریعت پر عمل کرنے کا جذبہ اور رجحان پیدا ہو جاتا ہے، اس سلسلہ میں بھی گجرات کو ایک محدود لیکن طویل

www.abulhasanalinadwi.org

مدت تک یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ یہاں بعض ایسے سلاطین، صاحب اقتدار اور فرمانروائے ملک رہے ہیں جن کی نظیر کم سے کم ہندوستان کے صوبوں کی تاریخ اور سلاطین وقت کی سوانح (سلطان محی الدین اورنگ زیب کو مستثنیٰ کرکے جن کو بعض فضلائے عرب نے "سادس الخلفاء الراشدین" کا لقب[1] دیا ہے) میں مشکل سے ملتی ہے، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ نمایاں مظفر شاہ حلیم گجراتی (م ۹۳۲ھ) کی ذات ہے، مولانا سید عبدالحی صاحبؒ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"فضل وکمال کے ساتھ تقویٰ وعزیمت کی دولت بھی اس نے خداداد پائی تھی، تمام عمر نصوص احادیث پر عمل رہا، ہمیشہ باوضو رہتا، نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا، روزے عمر بھر نہیں چھوٹے۔"

ان سلاطین میں بعض ایسے سلاطین گزرے ہیں جن کی خدمتِ دین، اشاعتِ علم اور اس کی سرپرستی کا دائرہ گجرات کے حدود سے نہیں بلکہ ہندوستان کے حدود سے بھی نکل کر مرکز ومصدر علم دین حجاز مقدس تک وسیع تھا وکفی بہ فخرا وشرفا۔

مولانا سید عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"محمود شاہ دوم (م ۹۶۱ھ) کی توجہ وسرپرستی سے مکہ معظمہ میں ایک عظیم الشان مدرسہ باب عمرہ سے متصل قائم کیا گیا جس میں علامہ شہاب الدین ابن حجر مکیؒ اور عز الدین عبد العزیز زمزمی وغیرہ علمائے مکہ تدریس کی خدمت انجام دیتے تھے، علاوہ اس کے کئی رباط اور مکتب مکہ معظمہ میں تعمیر کئے گئے۔"

---

[1] نامور ادیب ومصنف علامہ علی الطنطاوی مراد ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

محمود شاہ نے اس پر قناعت نہیں کی بلکہ اس نے خلیج کنبایہ (کھمبائیت) میں ایک بندرگاہ کی آمدنی محض حرمین محترمین میں رہنے والوں کے واسطے وقف کردی تھی، یہاں سے ایک لاکھ اشرفیوں کی قیمت کا مال جدّہ بھیجا جاتا تھا اور اس کے بھیجنے میں جو کچھ صرف ہوتا تھا وہ خزانۂ شاہی سے دیا جاتا تھا، اس مال کے فروخت سے جو کچھ آمدنی ہوتی تھی وہ سب اہلِ حرمین محترمین پر تقسیم کردی جاتی تھی۔[1]

حضرات! ان قابل فخر تاریخی حقائق اور گجرات کے شاندار علمی و دینی دور کا تقاضا ہے کہ حفاظت و حمایت شریعت بلکہ عزت دینی و حمیّتِ اسلامی کا جو قدم ہندوستان بلکہ دنیا کے کسی بھی حصّہ میں اٹھایا جائے، اور مسلمانوں کو پوری شریعت پر عمل کرنے، جس میں وہ عائلی قانون (پرسنل لا) بھی داخل ہے، جس کی بنیاد کتاب و سنّت کے نصوص، آیاتِ قرآنی اور احادیث صحیحہ پر ہے اور اپنے معاشرتی معاملات، ازدواجی و عائلی زندگی کے مختلف مراحل اور تقاضوں کے سلسلہ میں شرعی و قانونی طور پر خود کفیل ہونے اور اپنے تشخص کو برقرار رکھنے کی دعوت دی جائے تو اہلِ گجرات اس پر لبیک کہیں اور اس کے لئے اپنے صوبہ کی فضا کو موافق و معاون بنائیں، بلکہ اس کی کامیابی اور نفاذ کے لئے اگر ہندوستان کے کسی گوشہ سے بھی صدا لگائی گئی ہے اور اس کے لیے جدو جہد شروع کی گئی ہے تو اس کے ساتھ پورا تعاون و اشتراک کریں۔

حضرات! اب جب اسلام کے عائلی قانون کا تذکرہ آگیا ہے تو مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عائلی قانون کی بلندی و برتری، اس کے انسانیت

[1] یاد ایام ص ۵۶ بحوالہ ظفر الوالہ مصنفہ محمد بن عمر الآصفی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کے احترام، فطرت انسانی سے مطابقت، عورت کے اسلام میں مرتبہ اور اس کے حقوق کا اعتراف، اس کے ساتھ انصاف بلکہ رعایت وفیاضی کے بارہ میں بھی کچھ عرض کیا جائے اور قوانین مروجہ، دنیا کے مختلف مذاہب وتہذیبوں اور معاشرتی وازدواجی زندگی کے رائج الوقت نمونوں اور مناظر کو سامنے رکھ کر تقابلی مطالعہ (COMPARATIVE STUDY) کی روشنی میں کچھ غیر مسلم مفکرین، ماہرین قانون، تمدن وتہذیب عالم کے مؤرخین اور فضلاء کے اقوال پیش کیے جائیں، جنھوں نے اسلام کے عائلی قانون کی برتری، انصاف پروری، احترام انسانی نہیں بلکہ احترام نسوانی کا برملا اعتراف کیا ہے، اس کی ضرورت اس لئے بھی محسوس کی جاتی ہے کہ عام طور پر غیر اسلامی ذرائع ابلاغ، پریس اور یک طرفہ ناقدین نے اس کے بارہ میں عام طور پر یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کا عائلی قانون طبقۂ نسواں کے ساتھ انصاف پر مبنی نہیں ہے، وہ قدیم تہذیب ومعاشرت اور اس عہد کی یادگار ہے جب عورت کو وہ درجہ نہیں دیا جاتا تھا جس کی وہ مستحق ہے اور یہ قانون اب اس ترقی یافتہ دور میں باقی رہنے اور چلنے کے قابل نہیں ہے، جب حقائق سے پردہ اٹھ گیا ہے، قدیم رسم ورواج داستانِ پارینہ بن گئے ہیں، عورت زندگی میں برابر کی شریک ہے، اور اب ترقی یافتہ مغرب ہی اس سلسلہ میں قابل تقلید واستفادہ ہے۔

اس پروپیگنڈہ کا کچھ اثر مسلمان بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ پر بھی ہوا ہے اور ایک طرح کے احساس کمتری (INFERIORITY COMPLEX) میں مبتلا ہو گیا ہے اور اس میں اپنے عائلی قانون پر افتخار ہی نہیں اعتماد واطمینان اور دفاع کا جذبہ بہت جگہ سرد پڑ گیا ہے، ہم اس موقع پر چند مغربی ماہرین قانون، مؤرخین تمدن وتہذیب

www.abulhasanalinadwi.org

اور مغربی دانشوروں کے اقوال پیش کرتے ہیں جنھوں نے صاف اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اسلام کا عائلی قانون دوسرے قوانین کے مقابلہ میں کہیں زیادہ منصفانہ، حقیقت پسندانہ اور کہیں زیادہ طبقۂ نسواں کے احترام اور اس کے ساتھ انصاف و مراعات پر مبنی ہے یہ بیانات ہمارے مرعوب تعلیم یافتہ طبقہ کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دینے کے لئے کافی ہیں، جس نے آزاد تقابلی مطالعہ کی زحمت گوارا نہیں کی اور وہ یک طرفہ سطحی بیان سے متأثر ہے۔

اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے ایک مغربی فاضلہ کا بیان پیش کرتے ہیں اس لئے کہ اس سلسلہ میں خواتین زیادہ حساس (SENSITIVE) جذباتی، زود احساس اور رقیق الشعور (SENTIMENTAL) واقع ہوتی ہیں، اس لئے کہ یہ ان کے طبقہ کا قضیہ ہے اور وہ اپنے طبقہ کی طرف سے دفاع اور اس کی حمایت اپنا فرض سمجھتی ہیں۔

مسز اینی بسنٹ (MRS. ANNIE BESANT) جو جنوبی ہند کے ایک ثقافتی ادارہ (تھیاسوفیکل سوسائٹی) کی صدر رہی ہیں، انھوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں بھی حصّہ لیا تھا، وہ اپنی کتاب "ہندوستان کے عظیم مذاہب"، میں لکھتی ہیں:

"قرآن مجید کی آیت ہے، وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝ (النساء: ۱۲۴)

(اور جو کوئی نیکیوں پر عمل کرے گا (خواہ) مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان ہو تو ایسے سب لوگ جنّت میں داخل ہوں گے، اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا) پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات عام اخلاقی ہدایات میں

www.abulhasanalinadwi.org

محدود نہیں، بلکہ عورتوں کی وراثت کے لئے پورا قانون قرآن مجید میں موجود ہے اور وہ قانون اپنے عدل وانصاف اور آزادی کی وسعت اور کارفرمائی میں اس مسیحی وانگریزی قانون سے کہیں زیادہ فائق ہے جس پر اب سے بیس سال پہلے تک برطانیہ میں عمل ہوتا رہا ہے، اسلام نے عورت کے لیے جو قانون بنایا ہے وہ ایک مثالی قانون کا درجہ رکھتا ہے، اس نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور امکانی حد تک ان کی مدد کا ذمہ لیا ہے، اور ان کے کسی ایسے حصہ پر (جو وہ اپنے اعزاء و بھائیوں اور شوہروں سے پائیں) دست درازی کا سدّباب کردیا ہے[1]۔"

ایک دوسری جگہ لکھتی ہیں:۔

"یک زوجگی اور تعدّدِ ازدواج کے الفاظ نے لوگوں کو مسحور کردیا ہے، اور وہ مغرب میں عورت کی اس ذلت پر نظر ڈالنا نہیں چاہتے جسے اس کے اوّلین محافظ سڑکوں پر صرف اس لئے پھینک دیتے ہیں کہ اس سے ان کا دل بھر جاتا ہے، اور پھر ان کی کوئی مدد نہیں کرتا[2]۔"

عظیم و نامور فرنچ مصنّف و دانشور گستاؤلیبان اپنی شہرۂ آفاق کتاب "تمدّنِ عرب" میں لکھتا ہے:۔

"میراث کے وہ اصول جو قرآن میں صراحت کے ساتھ آئے ہیں وہ

---

[1] کتاب "ہندوستان کے عظیم مذاہب"

[2] (ANNIE BESANT "THE LIFE AND TEACHINGS OFMUHAMMAD" MADRAS 1932, P. 3)

www.abulhasanalinadwi.org

عدل وانصاف کا ایک واضح مظہر ہیں، ان کے اور ان حقوق و قوانین کے درمیان مقابلہ کرنے سے جو فرانس و انگلستان میں عورت کے بارہ میں ہیں، صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی نے شادی شدہ خواتین کو (جن کے بارہ میں مغرب میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مسلمان ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے) میراث کے وہ حقوق دیئے ہیں جن کی نظیر ہمارے قوانین میں نہیں ملتی، اسلام کا اثر مشرق میں عورت کی پوزیشن پر بہت گہرا اور وسیع تھا، اس نے عورت کی معاشرتی پوزیشن کو گھٹانے کے بجائے بہت بلند کر دیا ان تمام دعاوی و مزعومات کے خلاف جو بغیر کسی دلیل و مطالعہ کے یورپ میں دہرائے جاتے ہیں قرآن نے عورت کو وہ وراثتی حقوق عطا کئے ہیں جو ہمارے مغربی قوانین سے کہیں بہتر ہیں، اسلام میں عورتوں کے مرتبہ واہمیت پر اس سے بھی روشنی پڑتی ہے کہ عربوں کے تمدن کے عروج کے زمانہ میں ان میں کثرت سے ایسی خواتین نظر آتی ہیں جو بڑا بلند علمی وادبی مقام رکھتی تھیں[1]

عہد عباسی میں ان کی ایک بڑی تعداد مشرق میں اور عہد اموی میں اسپین

---

[1] ان باکمال و بافیض خواتین کی فہرست بہت طویل ہے اور اس کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا جن میں ان فاضلات و معلمات، ادیبات و شاعرات اور صالحات و عابدات خواتین کے تراجم ہیں، یہاں پر صرف ایک نام لینا کافی ہوگا، جن کا نام کریمہ بنت احمد بن محمد المروزیہ (م ۴۶۳ھ) تھا اور جو صحیح بخاری (جو اصح کتاب بعد کتاب اللہ کہی جاتی ہے) کی راویہ تھیں، اور ان سے کثیر التعداد طالبانِ علمِ حدیث اور محدثین نے سند لی ہے اور وہ اس بارہ میں بہت سے مرد شیوخ حدیث سے زیادہ تلامذہ و مستفیدین کی تعداد رکھتی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

(اندلس) میں پائی جاتی تھی[1]

والٹیر (VOLTAIRE) اپنے مضمون میں جو فلسفۂ قرآن کے عنوان سے ہے، ڈکشنری آف فلاسفی (DICTIONARY OF PHILOSOPHY) میں لکھتا ہے:-

"ہم اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ قرآن، عورت کا وہ امتیاز مانتا اور بیان کرتا ہے، جو اس کو فطرت کی طرف سے ملا ہے لیکن قرآن اس بارہ میں تورات سے مختلف نظر آتا ہے کہ وہ عورت کی فطری کمزوری کو "خدائی سزا" نہیں مانتا، جیسا کہ سفر التکوین الاصحاح الثالث نمبر ۱۶ میں ہے۔

یہ غلط بیانی اور تلبیس کی بات ہے کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جیسے عظیم شارع کی طرف عورتوں کے حق میں زیادتی و ناانصافی منسوب کی جائے حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ:-

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا (النساء: ۱۹)

اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو عجب کیا کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ اس کے اندر کوئی بڑی بھلائی رکھ دے۔

نیز

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تمدن عرب" کا باب چہارم "مشرقی عورتوں کی حالت" ترجمہ شمس العلماء سید علی بلگرامی مطبوعہ اترپردیش اردو اکیڈمی ص ۳۶۵ - ۳۶۸

www.abulhasanalinadwi.org

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٥ (الروم : ۲۱)

" اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے (یعنی میاں بیوی کے) درمیان محبّت و ہمدردی پیدا کردی بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔"

ایک دوسرا مغربی مصنّف اپنی کتاب "DEFENCE OF ISLAM" میں لکھتا ہے:

" اگر معاشرتی نقطۂ نظر سے یورپ میں عورت ایک بلند مرتبہ ومقام پر پہنچ گئی ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کی پوزیشن مذہبی وقانونی حیثیت سے چند سال پہلے تک (اور بعض مقامات پر اب تک) اپنے مرتبہ ومقام میں اس سے کم ہے جو مسلمان کو عالم اسلامی میں حاصل ہے[1]۔"

مسٹر (MR. N. COULSON) لکھتے ہیں:۔

" بلاشبہ عورتوں کی حیثیت کے بارہ میں خاص طور پر شادی شدہ عورتوں کے معاملہ میں قرآنی قوانین افضلیت کا مقام رکھتے ہیں، نکاح اور طلاق کے قوانین کثیر تعداد میں ہیں جن کا عمومی مقصد عورتوں کی حیثیت میں بہتری لانا ہے اور وہ عربوں کے قوانین میں انقلاب انگیز تبدیلی کے مظہر ہیں، اسے قانونی شخصیت عطا کی گئی جو اس سے پہلے حاصل نہیں تھی، طلاق کے قوانین میں قرآن نے سب سے بڑی تبدیلی جو کی ہے

[1] (SPIRIT OF CIVILISATION) P.268

وہ عدت کو اس میں شامل کرتا ہے۔"[1]

حضرات! ان نقول واقتباسات کے جو اسلام کے عائلی قانون کی نہ صرف معقولیت، انصاف پسندی بلکہ امتیاز و برتری کی شہادتوں پر مشتمل تھے پیش کرنے کے بعد اہلِ دین واہلِ دانش کے اس تاریخی اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ حقیقت بھی پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ فلسفۂ اخلاق، فلسفۂ نفسیات اور فلسفۂ مذاہب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ مذہب کو اپنے مخصوص نظام معاشرت و تہذیب سے الگ نہیں کیا جاسکتا، دونوں کا ایسا فطری تعلّق ورابطہ ہے کہ معاشرت مذہب کے بغیر صحیح نہیں رہ سکتی، اور نہ مذہب معاشرت کے بغیر مؤثر ومحفوظ نہیں رہ سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ مسجد میں مسلمان ہیں (اور مسجد میں کتنی دیر مسلمان رہتا ہے، اپنے سارے شوقِ عبادت کے باوجود؟) اور گھر میں مسلمان نہیں، اپنے معاملات میں مسلمان نہیں اپنے عائلی وخاندانی روابط وتعلّقات میں مسلمان نہیں، حقوق کی ادائگی اور ترکہ کی تقسیم میں مسلمان نہیں۔

اس لئے ہم اس کی بالکل اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارے اوپر کوئی دوسرا نظامِ معاشرت، نظامِ تمدّن اور عائلی قانون مسلّط کیا جائے، ہم اس کو دعوت ارتداد سمجھتے ہیں، اور ہم اس کا اس طرح مقابلہ کریں گے جیسے دعوت ارتداد کا کرنا چاہیئے، لوٗنکہ یہ ہمارا شہری، آئینی، جمہوری اور دینی حق ہے، اور ہندوستان کا دستور، اور اس جمہوری ملک کا آئین اور مفاد نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس کی ہمّت افزائی کرتا ہے کہ جمہوریت کی بقاء اپنے حقوق کے تحفظ اور اظہار خیال کی آزادی، ہر فرد اور

(ISLAMIC SURVEYS: A HISTORY OF ISLAMIC LAW) (EDINBURG 1971 P. 14)

www.abulhasanalinadwi.org

اقلیت کے سکون و اطمینان میں مضمر ہے۔

مگر ابھی آئینی اور حکومتی سطح پر کوئی ایسا اقدام یا خطرہ سامنے نہیں آیا تھا جس کا کھلے طور پر نوٹس لیا جائے اور اس خطرہ کو رفع کرنے یا اس سے محفوظ رہنے کی منظم اور جمہوری طریقے پر کوشش کی جائے کہ اچانک سپریم کورٹ کی طرف سے یکساں عائلی قانون کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا، اور حکومت کو توجہ دلائی گئی کہ وہ دستور ہند کے اس رہنما اصول کو نافذ کرے کہ اس سے ملک میں اتحاد، معاشرت میں یکسانی اور وحدت پیدا ہوتی ہے اور اس سے ان بعض خطرات کا ازالہ ہوتا ہے، جو بعض فرقوں (بلکہ صحیح معنی میں اکثریت) کو پیش آرہے ہیں۔[1]

سپریم کورٹ کے اس شگوفہ کو چھوڑنے نے جو دستور ہند کے بنیادی اصول اور دفعہ "مذہب میں عدم مداخلت" کے بالکل منافی اور اقلیت کے لئے ایک چیلنج ہے، مسلمانوں کو خاص طور پر دین کا علم اور ملّی عزت رکھنے والوں اور ان میں بھی خصوصی طور پر مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داروں کو چونکا بلکہ لرزا دیا، جنھوں نے مطلقہ کو دائمی نفقہ دینے کے خلاف مہم چلائی تھی، اور سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کو منسوخ کرانے میں جو اس نے شاہ بانو کیس میں کیا تھا غیر معمولی اور تاریخی کامیابی حاصل کی تھی۔

سپریم کورٹ کی حکومت کو اس توجہ دہانی اور پریس میں اس کے آجانے کے بعد سے مسلمانوں میں (بلا اختلاف فرقہ واریت، حلقہ، خیال اور سیاسی تنظیم و پارٹی) ایک کھلبلی سی مچ گئی، اور شاہ بانو کیس سے بھی زیادہ اس سے مذہب میں صریح

---

[1] ان میں سب سے زیادہ اہمیت دوسری شادی کرنے کے لئے اکثریت کے بعض افراد کے قبولِ اسلام کے محدود سے چند واقعات کو دی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مداخلت کے خطرات پیدا ہو گئے، اس لئے کہ شاہ بانو کیس ایک جزئیہ سے تعلق رکھتا تھا اور وہ مطلقہ کو دائمی نفقہ دینے کا مسئلہ تھا، جس کی شریعت اسلامی میں کوئی قید و شرط نہ تھی، لیکن یونیفارم سول کوڈ پوری شریعت اسلامی، نکاح و طلاق، تعدد ازدواج کی اجازت، نفقہ و میراث سب کے لئے ایک چیلنج اور ان کے ازالہ اور سدّ باب کے لئے دروازہ کھولتا تھا، اور مسلمانوں کے لئے (جو ایک مکمل آسمانی شریعت منزل من اللہ کتاب اور عادلانہ و مطابق فطرت معاشرتی قانون رکھتے ہیں) خطرہ کی ایک گھنٹی بلکہ زندگی کی پوری چلتی ہوئی گاڑی کے لئے خطرہ کا اور روکنے کا ایک سگنل تھا۔

پھر سپریم کورٹ کی یہ توجہ دہانی بالکل ایک بے وقت، بے ضرورت اور بے فائدہ کام تھا کہ اس سے ملک کے حالات میں کوئی بہتری، باہمی اعتماد کی فضا اور ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے کوئی جذبہ اور جوش نہیں پیدا ہوتا تھا، بلکہ ملک میں ایک نئے انتشار کا اندیشہ اور صف آرائی کا خطرہ تھا اس لئے کم سے کم مسلمان اپنے عائلی قانون کو بجا طور پر عقائد و فرائض کی طرح دین کا ایک جزء اور قرآن کا ایک حصہ سمجھتے ہیں، اس عائلی قانون کی بنیادیں، اس کے اہم اجزاء قرآن مجید میں (نصوص کی صورت میں) صراحۃً موجود ہیں، پھر اس سے ملک کے مختلف فرقوں اور مذہبوں میں کسی طرح بھی اتحاد اور وحدت نہیں پیدا ہو سکتی کہ اس کا اس سے دور کا بھی تعلق نہیں، اور دن رات اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک ہی عائلی قانون رکھنے والے ایک دوسرے سے برسر پیکار اور دست و گریباں ہیں[1]

[1] اگرچہ وزیر قانون نے اس کا اعلان کر دیا اور اطمینان دلا دیا ہے کہ بعض ہندو احیاء پرست (باقی صفحہ آئندہ)

اس سلسلہ میں کچھ فیصلے اور اقدامات ضروری ہیں، جو اس ملک میں جو آئینی حیثیت سے اور اعلان کی حد تک سیکولر (SECULAR) ہے لیکن عملی اور واقعاتی طور پر وہ اکثریت کے مذہب، تہذیب و معاشرت اور رجحانات کے تابع ہوتا جارہا ہے، اور یہاں تدریجی طور پر ملک کا رخ اکثریت کے ترجمان و پسندیدہ نظام تعلیم، طرز عمل اور عائلی قوانین ورسوم کی طرف پھیرا جارہا ہے۔

۱۔ پہلا ضروری اقدام وفیصلہ یہ ہے کہ اس ملک میں جا بجا شرعی دار القضاء قائم ہوں، جہاں سے عائلی اختلافات وتنازعات اور واقعات وحوادث کا شرعی فیصلہ معلوم کیا جائے اور اس پر عزم وخلوص اور دیانت داری کے ساتھ عمل کیا جائے اس سے مسلمان خاندان اس طوالت، مصارف کثیر اور سب سے بڑھ کر شریعت کی مخالفت کے امکان وخطرہ سے بچ جائیں گے، جس کا عدالتی فیصلوں سے خطرہ ہے اور جس کے بار بار تجربے ہو چکے ہیں، پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شرعی فیصلہ پر فریقین اکثر راضی ہوگئے ہیں اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے ہیں اور وہ محاذ آرائی ختم ہوگئی ہے جو اس سے پہلے موجود تھی، پھر اس سے ان کو وہ اجر وثواب ملتا ہے جو حکم خداوندی کے

(صفحہ کا بقیہ) جماعتوں کے اس مطالبہ کو منظور نہیں کیا جائے گا، اور قانون کی صورت حال جو ابھی تک تھی، باقی رہے گی اور مرکزی حکومت کی طرف سے بھی بعض ایسے اشارے دیئے گئے ہیں، لیکن مسلمانوں کو بحیثیت ملت اور مسلمانوں کے عائلی قانون کے تحفظ کے مقصد کے لئے قائم ہونے والی جماعتوں بالخصوص آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو اس سلسلہ میں بیدار اور چوکنا رہنا چاہیئے کہ کسی وقت بھی ہندو احیاء پرستی کے جوش میں یا سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے یہ مطالبہ زندہ ہو سکتا ہے، اور اس کے لیے کوششیں پھر سرگرم ہو سکتی ہیں، اسلامی حمیت اور خطرات کا شعور رکھنے والی جماعتوں کے لئے حکیم شاعر کا پیغام ہے ؎

مکتب عشق کا دیکھا یہ نرالا دستور
اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

سامنے سرِ تسلیم جھکا دینے سے حاصل ہوتا ہے اور وہ خدا کے حکم سے اس سرتابی اور بغاوت سے بچ جاتے ہیں جس کے بارہ میں قرآن مجید کے صاف الفاظ ہیں:۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (المائدۃ: ۴۷)

اور جو کوئی اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس سلسلہ میں اسلام کے عائلی قانون پر کتاب کی تدوین مکمّل ہو چکی ہے، اور ضرورت ہے کہ وہ جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو اور اس کا انگریزی و ہندی میں ترجمہ بھی ہو جائے اور اسی کی روشنی میں ایسی شرعی عدالتوں "اسلامی دارالقضاء" میں فیصلے ہوں۔

۲۔ دوسرا کام "اصلاحِ معاشرہ" کا کام ہے۔

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ اسلام صرف چند عقائد و فرائض اور عبادات مفروضہ کی ادائیگی میں محدود نہیں، وہ ایک پورا "نظام حیات و معاشرہ" ہے، جس کا تعلق دونوں انسانی جنسوں (ذکور و اناث) اور ہر عہد اور ہر ملک کے مسلمانوں سے ہے، مسلمانوں کی زندگی اور معاشرت (اپنے تمام اقسام و مراحل کے ساتھ) شریعت کے اس سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہونی چاہیئے جو اللہ کے آخری رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم قیامت تک کے لئے لے کر آئے اور جس کے بارہ میں واضح الفاظ میں اعلان کر دیا گیا کہ:۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ: ۳)

آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اور اسی حکمت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ہر نبی کو انسانی لباس میں (بشر کی حیثیت سے) بھیجا تاکہ وہ اپنی اُمّت متبعین، اور اپنے ملک و معاشرہ اور اپنے عہد کے زندہ انسانوں اور مختلف الانواع طبقات کے لیے نمونہ اور مثالی وقابل تقلید ہستی بنے، خود سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نوع بشر کے لئے اسوۂ کامل بناکر بھیجا اور آپ کو ان تمام مراحل اور زندگی کے شعبوں سے گزارا جو انسانی زندگی کے فطری وضروری شعبے ہیں یعنی صحت و مرض، شباب و کہولت، فراغت و مجاہدہ، صلح و جنگ، ازدواجی زندگی، اولاد کی پیدائش بھی اور ان میں بعض کی وفات بھی، پھر بعض دختران خاندان نبوت کے فریضۂ ازدواج کی ادائیگی، پھر ان سب مراحل و شعبوں کے بارہ میں (حدیث و سیرت کے ذریعہ) مستند ترین معلومات مہیا کرنے اور محفوظ رکھنے کا غیبی انتظام فرمایا، جس کی مثال صالحین و متقین، مصلحین و معلمین کا کیا ذکر، گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں بھی نہیں ملتی اور پھر اس سب کے بعد فرمایا:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا (الاحزاب: ۲۱)

رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے تمہارے لئے یعنی اس کے لئے جو ڈرتا ہو اللہ اور روز آخرت سے اور ذکر الٰہی کثرت سے کرتا ہو۔

پھر اس کے بعد آپ ہی کی حیات طیبہ مبارکہ میں دار الہجرہ مدینہ میں وہ اسلامی معاشرہ قائم ہوا جو زندگی، قدرت و استطاعت، فراغت و عسرت، شباب و کہولت، خاندانی و قبائلی اختلافات، ذوق و صلاحیت کے تنوع کے ساتھ ایک زندہ، متحرک، حساس، عمل و اختیار کی صلاحیتوں کے تنوع کے ساتھ آپ کی حیات طیبہ

www.abulhasanalinadwi.org

میلادی دس سال تک اور آپ کی وفات کے بعد خلافت راشدہ کے عہد میں ایک مثالی معاشرہ تھا، اس میں قدرۃً وفطرتاً شادیاں بھی ہوتی تھیں، نکاح بھی ہوتے تھے اور طلاق بھی، بیٹی کو نکاح کے بعد رخصت بھی کیا جاتا تھا اور بہو کو بیاہ کر گھر بھی لایا جاتا تھا، مہر بھی معیّن ہوتا تھا اور کسی نہ کسی شکل ومقدار میں جہیز بھی دیا جاتا تھا، والدین کے انتقال کے بعد میراث بھی تقسیم ہوتی تھی اور املاک وجائداد میں حصّہ بھی دیا جاتا تھا، تجارت، زراعت اور انواع معیشت میں شرکت اور حصّہ داری بھی ہوتی تھی، غرض زندگی اپنے پورے تنوع کے ساتھ موجود تھی اور مستند ترین تاریخی ذرائع (تاریخ ومستند ومتواتر روایات کے ذریعہ) اس کی ایسی تصویر محفوظ ہے، جس میں ان سب کے نمونے انواع والوان، مظاہر ومناظر دیکھے جاسکتے ہیں۔

اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں ہیں، مہاجر ہیں اور قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کا پورا امکان ہے کہ اوپر، ان کے خاندان کے اور بنی ہاشم (خاندانِ رسالت) کے رشتے بھی ہوئے ہوں، ایک دن معمول کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو آپ ان کے لباس میں عطر کی ایسی خوشبو پاتے ہیں جو عام طور پر اس سے پہلے نہیں ہوتی تھی، آپ سوال فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن! کیا بات ہے آج تمہارے کپڑوں میں بہت عطر لگا ہوا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یا رسول اللہ! میں نے نکاح کیا ہے، اس پر حدیث وروایات کی کسی کتاب میں یہ نہیں ملتا کہ آپ نے شکایت واستعجاب کا کوئی لفظ فرمایا ہو کہ عبدالرحمٰن! اتنی جلدی یہ بے تعلقی یا بے مروتی، تم نے ہمیں خبر بھی نہیں کی اور نہ دعوت دی، اور نہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے معذرت وشرمندگی کا کوئی جواب منقول ہے

حالانکہ یہ مسلّم ہے اور تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ یثرب (جو اب مدینہ طیبہ ہے) کوئی ایسا بڑا شہر نہیں تھا، جہاں اطلاع دینے کے لئے کوئی بڑا فاصلہ طے کرنا پڑتا اور یہ بھی ایک تجربہ و مشاہدہ کی بات ہے کہ ایک شہر یا ایک نسل و پیشہ کے لوگ جب ترکِ وطن کر کے کسی دوسرے ملک یا شہر میں جاتے ہیں تو عام طور پر قریب بھی رہتے ہیں اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کے مزاج اور روایات سے واقف ہوتے ہیں اور خواتین کو بھی ایک دوسرے سے ملنے جلنے میں آسانی ہوتی ہے، آپ یہ سننے کے بعد کہ عبدالرحمٰن ابن عوف نے نکاح کیا صرف یہ فرماتے ہیں کہ "اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ" (دیکھو ولیمہ ضرور کرنا چاہے ایک بکری کا ہو)

یہ واقعہ اور روایت اس پر پوری روشنی ڈالتی ہے کہ عقد و نکاح کوئی ایسی ہنگامہ خیز اور زلزلہ انگیز تقریب یا واقعہ نہیں ہے کہ سارے شہر کو، پوری برادری کو اور اہل تعلق کو اس کی خبر کی جائے اور ان کو مدعو کرنا ضروری سمجھا جائے ورنہ یہ سخت قابل شکایت بات ہوگی اور پھر اس میں ایسے اہتمام اور دھوم دھام سے کام لیا جائے جس سے نکاح کرنے والے یا اس کے سرپرست یا خاندان کی حیثیت عرفی (SOCIAL POSITION) کا اظہار و تعین ہو۔

مدینہ طیبہ کے اس مثالی اور معیاری معاشرہ اور طرز زندگی کے بعد عرصۂ دراز تک (جب تک مسلمان بیرونی تمدنوں اور طرز معاشرت سے متأثر نہیں ہوئے اور ان میں اظہار شان و شوکت کی بیماری نہیں آئی) یہی طرزِ نکاح و ازدواج اور اس کی سادگی اور محدودیت قائم رہی، عام طور پر مساجد میں نکاح ہوتے تھے، بعض مرتبہ کسی نماز کے بعد اچانک اعلان کر دیا جاتا تھا کہ نماز کے بعد حاضرین

www.abulhasanalinadwi.org

تشریف رکھیں، فلاں کا نکاح ہوگا، اکثر خاندان کے تمام افراد کو بھی، اس کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی تھی[1]

لیکن جب مسلمان ان ملکوں میں جاکر بسے، جہاں دوسرا نظامِ معاشرت، طریقۂ شادی وغمی اور طرزِ زندگی رائج تھا، جس میں عزت وافتخار، شہرت ونا موری اور حبِ جاہ کا جذبہ کام کر رہا تھا، یا وہ اس ملک کے قدیم روایات کے مطابق تھا، جس میں دین ومذہب کا کم اور رسم ورواج کا زیادہ دخل تھا، اور جو وہاں کے مذاہب کے علم برداروں اور اجارہ داروں کے تساہل وتغافل اور ایک حد تک تعاون کا نتیجہ تھا تو مسلمان جن کو اس معاشرہ وماحول پر اثر ڈالنا چاہیے تھا اور اس کی اصلاح کرنی چاہیے تھی، وہ الٹے اس معاشرہ وماحول اور طرزِ زندگی سے متأثر ہوئے اور انہوں نے نکاح کے اس مسنون فریضہ کو جو نہایت سادگی اور سہولت سے ادا کیا جا سکتا تھا، ایک "ہفت خواں" سر کرنے کے مرادف بنا دیا، جس کے لیے بعض اوقات سودی قرض لینے، املاک کو فروخت کرنے یا رہن رکھنے کی نوبت بھی آجاتی، اور وہ تمام قبائح ومنکرات اس میں شامل ہو جاتے ہیں، جن سے شریعت نے روکا ہے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین وشریعت کے صحیح ترجمانوں

---

[1] ریاست ٹونک میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے خاندان کے وہ لوگ جو صوبۂ سرحد سے زندہ وسلامت واپس آ گئے تھے اور دوسرے افرادِ خاندان، ان کے وطن رائے بریلی سے آکر بس گئے تھے اور اسی وجہ سے اس محلہ کا نام "قافلہ" پڑ گیا، ان میں یہی دستور تھا۔

معذرت کے ساتھ بطور لطیفہ لکھا جاتا ہے کہ ابھی حال میں راقم سطور نے لکھنؤ کی ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد نماز جمعہ ختم ہونے پر وہیں منبر پر بیٹھ کر بیس؟ نکاح پڑھائے اور یہ سب کام بغیر کسی شور وہنگامہ کے ایک گھنٹہ کے اندر ختم ہو گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

نے ان کی مذمّت کی ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابل مذمّت اور لائق توجہ مسئلہ زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کے مطالبہ کا ہے جس کو خود مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے، کہیں اس کا نام "تلک" ہے، کہیں "گھوڑا جوڑا"، اس سلسلہ میں وہ قابل مذمّت اور لائق نفرت اقدامات بھی پیش آنے لگے ہیں اور بیاہی خاتون کے ساتھ احتجاج اور مقاطعہ کے وہ طریقے اختیار کیے جانے لگے ہیں جو نہ صرف شرعاً و اخلاقاً مذموم ہیں بلکہ وحشت و جاہلیت کی یادگار ہیں، جب دولت کی معبود کی طرح پرستش ہوتی تھی اور اس کے حصول کے لیے سب کچھ جائز سمجھا جاتا تھا۔

پھر اسی طرح طلاق کے بارہ میں، ترکہ کی تقسیم اور میراث کے بارہ میں، رفیقۂ حیات کے حقوق کی ادائیگی اور معاشرت کے بارہ میں بہت سی کوتاہیاں مسلمانوں کے معاشرہ اور عائلی زندگی میں ایسی داخل ہو گئی ہیں، جنھوں نے اسلامی معاشرہ کا امتیاز اور وقار کھو دیا ہے اور کثیر التعداد مشکلات پیدا کر دی ہیں، جو محض اس شریعت سے روگردانی اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے، جو ایک نعمت خداوندی کے طور پر انسان کو دی گئی تھی۔

ان حقائق کے پیش نظر جنھوں نے اسلام کی عمومیت، ابدیت، مطابق فطرت ہونے اور نعمت خداوندی ہونے پر پردہ ڈال دیا ہے اور مسلمان معاشرہ کو صدہا مشکلات میں اور قبائح میں مبتلا کر دیا ہے، ایک عالمگیر تو نہیں لیکن ہند گیر مہم چلانے کی ضرورت ہے، یہ کام "اصلاح معاشرہ" کے عنوان سے مسلم پرسنل لا بورڈ نے شروع سے اپنے پروگرام میں داخل اور اپنے فرائض میں شامل کیا تھا، اس سلسلہ میں پٹنہ میں لکھنؤ میں میرٹھ میں، بستی میں اور بعض دوسرے مقامات پر "اصلاح معاشرہ" کے نام سے کامیاب

www.abulhasanalinadwi.org

اور کثیر الازدحام کانفرنسیں ہوئیں، جن میں پوری طاقت و تاثر کے ساتھ، عقائد و فرائض اسلام کی پابندی کے ساتھ، اس کے معاشرتی نظام اور عائلی زندگی کے احکام قبول کرنے کی دعوت دی گئی اور صفائی کے ساتھ اس آیت کی روشنی میں مکمل اور مسلمانوں کو کامل اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً ص وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ٥ (البقرة: ۲۰۸)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔

ضرورت ہے کہ یہ کام ہمہ گیر پیمانہ پر ہو، جا بجا "اصلاح معاشرہ" کے وسیع اور موثر جلسے ہوں، اس میں صوبۂ گجرات کے، جس کی شاندار علمی و دینی تاریخ اور اس کے اس امتیاز و تفوق کا ذکر خطبہ کی ابتداء میں آچکا ہے، جو اس کو صرف اس برصغیر میں نہیں بلکہ (ایک طویل عرصہ تک) عالم عربی و اسلامی میں حاصل رہا ہے، ہر طرح شایانِ شان قرینِ قیاس اور حسب توقع ہے، واللہ ھو الموفق والمعین۔

آخر میں میں اس اعزاز کے لئے، جو صدارت کی شکل میں ناچیز کو حاصل ہوا اور اس توجہ و التفات اور حسن استماع کے لئے جس کا موثر حاضرین جلسہ نے اظہار کیا اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔

چونکہ گجرات (جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا) اس بارہ میں خصوصی امتیاز رکھتا ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

اس میں بکثرت عربی و دینی مدارس قائم ہیں، اہل گجرات کی یہ بہت بڑی خصوصیت اور سعادت ہے کہ ان میں سے جو لوگ بیرونی ممالک، برطانیہ، امریکا، جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا یا عرب ممالک میں تجارت یا ملازمت کرتے ہیں وہ فراخ دلی سے اپنے صوبہ میں واقع عربی و دینی مدارس کی بھی کفالت و اعانت کرتے ہیں، چونکہ رفیق عزیز و مکرم مولوی سید مرتضیٰ صاحب نے گجرات کے متعدد اور مسلسل دورے کئے ہیں اور وہاں کے ذمہ دار اور دینی و علمی شخصیتیں ان سے متعارف ہیں، پھر راقم کا بھی سفر عرصہ سے گجرات کا نہیں ہوا تھا، اس حاضری اور شرکت اجلاس سے فائدہ اٹھا کر وہاں کے اکثر عربی و دینی مدارس کے ذمہ داروں نے ان سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ وہ راقم کو اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد ان مدارس میں لائیں، ان کا معائنہ کرنے اور اساتذہ و طلباء اور حاضرین کو خطاب کرنے کا موقع نکالیں گے، انھوں نے کچھ اپنے قدیم تعلقات اور کچھ ان مراکز کی اہمیت، مقبولیت و افادیت کی بناء پر اس کا وعدہ کر لیا تھا، ان کی فہرست خاصی طویل تھی، اپنی صحت کی کمزوری، عمر رسیدگی، اور اجلاس سے پیدا ہونے والے تکان کی بناء پر اس فہرست میں کچھ حذف و انتخاب کرنا پڑا، پھر بھی متعدد مدارس اور مقامات سے گزرتے ہوئے اور وہاں خطاب اور معائنے سے فارغ ہو کر سورت پہنچنا ہوا۔

ان مقامات و مراکز میں سب سے پہلے لوناواڑہ ضلع پنچ محل کا مدرسہ دار العلوم تعلیم المسلمین کا نمبر آتا ہے، جہاں ایک مخیر اور صاحب ثروت مسلمان (عبدالرحمٰن خاں صاحب) نے ایک اسپتال قائم کرنے کا فیصلہ کیا، راقم نے اس سفر میں ۹ر اکتوبر کو اس کا سنگ بنیاد رکھا، پھر ایک مسجد اور دار الاقامہ کا بھی سنگ بنیاد نصب کیا، لوناواڑہ

www.abulhasanalinadwi.org

رکی جامع مسجد میں نماز ظہر ادا کر کے مدرسہ سے حفظ قرآن مکمل کرنے والے طلبہ کا ختم کرایا اور حاضرین سے خطاب کیا واپسی پر سنگ بنیاد کی تقریب ودعا ہوئی۔

اسی دن جامع علوم القرآن جمبوسر کا سفر تھا، شب کو لونا واڑہ میں قیام کرکے ۱۷ر اکتوبر کو صبح ۹ بجے کے بعد لوناواڑہ سے جمبوسر کے لئے روانگی ہوئی، جمبوسر میں جامعہ کی عظیم مسجد میں جامعہ کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا اور راقم کا خطاب عام ہوا، ۹ بجے صبح کو جمبوسر سے روانگی ہوئی، راستہ میں احباب وزائرین سے ملاقات کرتے ہوئے بھروچ شہر کی طرف روانگی ہوئی، راستہ میں ایک تبلیغی اجتماع کو خطاب کیا گیا وہاں سے دارالعلوم کنتھاریا محمود نگر پہنچنا ہوا، جہاں دو ہزار سے زائد طلبہ اور اساتذہ مسجد میں پرسکون بیٹھے ہوئے تھے، ان سے خطاب کیا گیا، اور طلبہ کو نصیحت کی گئی کہ اخلاص ومحنت سے دینی علوم میں مہارت حاصل کریں تاکہ موجودہ گوناگوں خطرات کا اچھی طرح مقابلہ کرسکیں، وہاں سے رخصت ہوکر دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ آنا ہوا، وقت کی تنگی اور علالت طبع کے باعث گاڑی میں بیٹھے بیٹھے دعا کی، یہاں بھی سپاسنامہ پیش ہوا، وہاں سے روانہ ہوکر مولانا عبداللہ صاحب ترکیسری کے کابودرہ آنا ہوا، مولانا عبداللہ صاحب سے قدیمی علمی ودینی مناسبت ہے اور وہ طالب علمی کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں، وہ عرصہ سے جامعہ فلاح دارین ترکیسر میں استاد پھر مہتمم اور بعد میں عرصہ تک اس کے صدر رہے ان کو راقم کی تصنیفات اور تحریرات سے بھی خاص مناسبت ہے انھوں نے راقم کی کتاب "مشرق اوسط کی ڈائری" سے (جو راقم کی اصل عربی کتاب "مذکرات سائح فی الشرق العربی" کا ترجمہ ہے) کچھ اچھے انتخاب کئے ہیں مولانا کے یہاں عصر تک قیام رہا، عصر کے بعد روانہ ہوکر، مولانا غلام محمد نورگت صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

ترکیسر کے مدرسہ "تجوید القرآن" لور نگر میں کچھ وقت گزارا، وہاں جامعہ فلاح دارین کے اساتذہ، ذمہ دار اور کثیر تعداد میں طلبہ اور عوام جمع تھے، وہاں ایک مختصر خطاب ہوا اور طلبہ کو نصیحت کی گئی۔

مغرب کے وقت منیار برادران کے مکان پر سورت میں ٹھہرنا ہوا، جن سے قدیم تعلقات ہیں، منیار برادران بڑی محبت سے ملے اور ضیافت کی، ان بھائیوں کا اکابر دیوبند و مظاہر علوم سے گہرا تعلق ہے، خاص طور پر مظاہر علوم میں حضرت شیخ الحدیث سے، اس گھرانہ میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا ہے، پندرہ ۱۵ حافظ قرآن گھر میں موجود ہیں، مولانا محمد علی منیار مظاہر علوم کے فاضل، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے شاگرد ہیں، رات انھیں برادران کی ضیافت میں گزار کر صبح ناشتہ کے بعد حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاج پوری کی ملاقات کا راندیر میں شرف حاصل کیا گیا، جو خود منتظر و مشتاق تھے، ان کو اجلاس کی کامیابی پر مبارکباد پیش کی گئی، جس میں ان کی دعاؤں اور توجہ دہانی کا بڑا حصہ تھا۔

سورت سے ٹرین کے ذریعہ بمبئی کا سفر ہوا، وہاں حسب معمول قدیم، اپنے میزبان کریم الحاج غلام محمد صاحب محمد بھائی کی کوٹھی سہاگ پیلیس واقع مدن پورہ بمبئی میں قیام ہوا۔ چونکہ اگلے ہی دن ملاڈ مالونی میں اصلاح معاشرہ کا جلسہ تھا، جس کی دعوت مولانا ظل الرحمن صاحب صدیقی امام جامع مسجد سات رستہ بمبئی نے لکھنؤ ہی میں بھیجی اور احمد آباد میں اس کو اور مؤکد کیا تھا، چونکہ یہ جگہ محمد بھائی کی کوٹھی سے بہت دور بمبئی کے مضافات میں واقع ہے اور محلہ جوگیشوری وہاں سے قریب تر ہے جس سے پرانے روابط ہیں، اور وہاں کے نوجوانوں نے جن میں مولوی ہارون خاص طور

پر قابل ذکر ہیں، دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم پائی ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ شب ہیں وہیں قیام کیا جائے اور وہیں سے ملاڈ مالونی کے جلسہ میں شرکت اور تقریر کے لیے جایا جائے، چنانچہ ۱۵ر اکتوبر کی شام کو جوگیشوری روانہ ہو گئے، وہاں عشاء کی نماز پڑھ کر جلسہ میں شرکت کے لئے جو وہاں سے بھی فاصلہ پر تھا، رفقاء کی ایک تعداد کے ساتھ جانا ہوا، راقم نے اپنے تکان اور سفر کی طوالت کی بنا پر شروع میں تقریر کرنے کی اجازت لے لی، تقریر کا آغاز سورہ مائدہ کی آیت:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ	آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین
وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ	کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری
رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا	کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین
(المائدة: ۳)	پسند کیا۔

سے کیا گیا، تقریر کا خلاصہ اخبار "انقلاب" بمبئی مورخہ ۱۶ر اکتوبر ۹۵ء کی رپورٹ سے دیا جا رہا ہے:۔

بمبئی ۱۵ر اکتوبر، حضرات! اللہ نے آپ کے لئے آپ کا دین مکمل کیا یعنی اب اللہ کے حکم کے مطابق پوری زندگی گزارنا ہے، اب ہمیں کسی قوم سے خواہ وہ بڑی ذہین اور شریف، بلند خاندان، حسین و جمیل، ترقی یافتہ اور مہذب ہو کچھ لینے کی ضرورت نہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے کل ملاڈ مالونی میں مدرسہ انجمن بزم الفلاح کی جانب سے منعقد کردہ اصلاح معاشرہ کانفرنس میں یہ بات کہی۔

ہزاروں کی تعداد میں جمع مرد اور خواتین سے مخاطب ہوتے ہوئے مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

علی میاں نے کہا کہ اسلام میں عقیدہ توحید سب سے اہم ہے لیکن صرف عقیدہ توحید ہی دین کا نام نہیں ہے، دین میں اخلاق، معاشرت، طرز زندگی یہ سب چیزیں شامل ہیں، دین اللہ کے منشاء کے مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے، مولانا علی میاں نے مسلم سماج میں سرایت کر گئی خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے آج عقیدۂ توحید کو فراموش کر دیا ہے اور نہ جانے کہاں کہاں سے ہمارے اندر شرک شامل ہو گیا ہے، جب کہ اس عالم کا بنانے والا بھی اللہ ہے اور چلانے والا بھی اللہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے زندگی گزارنے کا وہ طریقہ پسند کیا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے تھا اور انبیائے کرام (علیہم السلام) کے لیے تھا، مولانا موصوف نے کہا کہ اگر ایک بھی مسلمان نیویارک، شکاگو میں ہو تو اسے قطعی ضرورت نہیں کہ وہاں کے شادی طلاق اور عائلی قانون سے ایک نقطہ بھی لے، اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ اے مسلمانوں! میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اب تم دنیا کے لئے ایک نمونہ ہو۔

مولانا علی میاں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپؐ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے، آپؐ کی زندگی میں بیماری، فاقہ، دولت، مالِ غنیمت، اولاد، بیٹیاں، نکاح سب کی نوبت آئی، یہ سب اس لیے کہ ہم اپنی زندگی اسوۂ حسنہ کی روشنی میں گزاریں، آپؐ نے تجارت بھی کی، ہجرت بھی، غار میں بھی رہے سارے مراحل طے کئے، آپ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ ہمارے لئے نمونہ ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا موصوف نے آپؐ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ کی رحلت کا واقعہ سناتے ہوئے کہا کہ جس روز رحلت ہوئی اسی روز چاند گہن ہو گیا، لوگوں نے کہا کہ آپؐ کے صاحبزادہ کا انتقال ہوا اسی لئے گہن ہوا، کوئی بڑے سے بڑا لیڈر، قائد، مصلح ہوتا تو خاموش رہتا، مگر آپ برداشت نہیں کر سکے، آپ نے فرمایا کہ آج مسجد نبوی میں اہتمام سے نماز ہوگی جب سب وہاں جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو سورج اور چاند کے گہن اور طلوع و غروب کا انسانوں کے انتقال سے کوئی تعلق نہیں ہے، جب ایسا ہو تو صدقہ اور عبادت کیا کرو، آج نائبین رسول کا یہ فرض ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ کی شان وحدانیت میں فرق آتا ہو اسے وہ برداشت نہ کریں۔

شادی سے متعلق قرآنی آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا علی میاں نے شادی کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ مہر کا وعدہ امانت اور دینی فریضہ ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال درست فرمادے گا اور گناہوں کو معاف فرمادے گا نماز کا ثواب نماز ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے، حج کے مناسک کی ادئگی کے بعد حج کا ثواب ختم ہو جاتا ہے لیکن نکاح کا ثواب تمام عمر طبعی شرعی تقاضے پورے کرنے، گھر چلانے، کمانے کھانے، گھر آکر سلام کرنے سب پر ملتا رہتا ہے۔

مولانا موصوف نے کہا کہ اللہ نے دین مکمل کر دیا ہے، معاشرتی تجارتی، تمام زندگی اللہ کے بتائے ہوئے راستہ کے مطابق چلائیں گے آج آپ یہی یقین لے کر گھر جائیں، ہمارا عائلی قانون قرآن پاک کا حکم ہے، اگر ہم نے اپنے قانون کسی اور سے لے لئے تو ہم مسلمان نہیں رہیں گے۔"

اس جلسے سے فراغت کے بعد ایک دن بمبئی قیام کرکے ۱۰؍اکتوبر کو بھارا ایرلائن سے لکھنؤ کو روانگی ہو گئی اور احمد آباد اور گجرات کا یہ دورہ کامیابی اور توفیق وامداد الٰہی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔

ایک عزیز رفیق و محب مولانا مرتضیٰ صاحب کی وفات

۲؍نومبر ۱۹۹۵ء کو ۹ بجے صبح رفیق عزیز وقدیم مولوی سید محمد مرتضیٰ صاحب ناظم کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی واقع دارالعلوم ندوۃ العلماء پر برین ہیمرج (BRAIN HAEMORRHAGE) کا حملہ ہوا اور ۳؍ ۴؍نومبر کی درمیانی شب میں ۲ا بجے میڈیکل کالج میں انتقال ہوا، ۴؍نومبر کو بعد نماز ظہر ۲ بجے راقم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد پانچ ہزار سے متجاوز ہوگی، ڈالی گنج قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

مولوی مرتضیٰ صاحب سے تعلق بالکل ایک خاندان کے عزیز فرد اور مخلص و محب رفیق کا تھا، ان کا تعلق اور سلسلۂ خاندانی حضرت مولانا سید جعفر علی صاحب خلیفۂ خاص حضرت سید احمد شہیدؒ سے تھا جو سید صاحب کے معتمد خصوصی اور مرکز مجاہدین سرحد میں آپ کے کاتب خاص بھی تھے، وہ اور ان کے محترم والد اور بھائی اور سارا خاندان حضرت سید صاحب کا فدائی، عقائد، جذبۂ جہاد، رد شرک و بدعت اور اشاعت و دعوت دین میں سید صاحب کا پورے طور پر ہم نوا، سرگرم کار، اور مبلغ و داعی تھا، بالاکوٹ کے اخیر معرکہ سے (ارادہ و حکمت خداوندی کے ماتحت) زندہ اور سلامت واپس آنے کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی تعلیم، عقیدہ صحیحہ کی اشاعت و تبلیغ

www.abulhasanalinadwi.org

ردِّ شرک و بدعت اور تزکیہ و اصلاح کے لئے جا بجا مدارس قائم کئے جو یو۔پی کے مشرقی کنارہ سے لے کر نیپال کی سرحد اور دوسری طرف بہار کے صوبہ تک پھیلے ہوئے تھے، جہاں سے ہزاروں، لاکھوں انسانوں کی اصلاح اور صدہا ہزار نئی نسل کے افراد کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہوا اور ان علاقوں میں ایک دینی فضا قائم ہوئی جن میں عقائد و اعمال کی صحت کے ساتھ مجاہدانہ جذبات بھی تھے۔

مولوی سید مرتضٰی صاحب نے اپنے وطن مجھوا میر ضلع بستی میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا رخ کیا، جو اس وقت مشائخ کبار اور اساتذۂ کاملین کا مرکز تھا، جن میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ، مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری کا نام لینا کافی ہے جن کے وجود سے اور مدرسہ کی قدیم روایات، اس کے بانی کے اخلاص، روحانیت اور تاریخ توارث اور علمی نمونوں کی بنا پر ایک دینی و روحانی، مؤدبانہ اور باوقار، احترام و سکینت اور علمی اشتغال و یکسوئی کی فضا طاری تھی، حسن اتفاق کہ ان کے مظاہر علوم میں تعلیم کے زمانہ میں راقم کے عزیز القدر بھانجے مولوی سید محمد ثانی حسنی بانی مکتبۂ اسلام اور مدیر "رضوان" اور مصنف تصانیف کثیرہ بھی حضرت شیخ کے حلقۂ تدریس حدیث میں شریک تھے، راقم کا جب کبھی حضرت شیخ کی ملاقات و زیارت یا رائے پور حاضری کے لئے سہارنپور جانا ہوتا تو دونوں عزیزوں سے اکثر ساتھ ملاقات ہوتی اور ایک مشترک یگانگت اور کشش محسوس ہوتی، اسی زمانہ میں مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب (بانی مدرسہ عربیہ اسلامیہ واقع ہتھورا ضلع باندہ) بھی (جن سے ایک قدیم مخلصانہ و عزیزانہ تعلق ہے) مدرسہ ہی میں زیر تعلیم تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولوی سید مرتضیٰ صاحب نے مظاہر علوم سے فارغ ہونے کے بعد قدیم روحانی وخاندانی تعلقات کی بناء پر راقم سے ربط و تعلق قائم رکھا اور اس کے نتیجہ میں وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے حلقۂ تدریس میں شامل ہو گئے، بعد میں وہ مولوی انور صاحب ندوی ناظر کتب خانہ کے انتقال کے بعد کتب خانہ کے مہتمم بنا دیئے گئے، کتب خانہ نے ان کے عہد اہتمام میں کماً و کیفاً بڑی ترقی کی، بالآخر اس کے لئے ایک مستقل شاندار عمارت احاطۂ دارالعلوم میں تعمیر ہوئی جس کا نام کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی رکھا گیا، مولوی مرتضیٰ صاحب کے عہد اہتمام میں اس میں جدید مطبوعات اور اس کے ساتھ قدیم کتابی ذخیروں اور بعض کتب خانوں کا (جن کو ان کے وارثوں نے حفاظت اور استفادۂ عام کے لئے کتب خانۂ ندوۃ العلماء کو وقف کر دیا) بڑا نمایاں اضافہ ہوا، اور کتابوں کی تعداد ایک لاکھ پچیس تیس ہزار تک پہنچ گئی، کمیت کے اس اضافہ کے ساتھ مطالعہ اور استفادہ کی کیفیت میں بھی نمایاں ترقی ہوئی، اور اب یہ کتب خانہ کماً و کیفاً برصغیر ہند کے ممتاز ترین دینی و علمی کتب خانوں میں شمار کرنے کے قابل ہے،

"ضابطہ" کے اس تعلق کے علاوہ مولانا کا اس ناچیز اور اس کے خاندان کے افراد سے گہرے "رابطہ" اور محبت و اخلاص کا بھی تعلق رہا ہے، اکثر سفروں میں معیت و رفاقت رہی اور اس سے بڑی مدد ملتی، راقم نے جب وسط جولائی کے بعد ۱۹۶۴ء میں اپنی بائیں آنکھ کے کٹریکٹ کا آپریشن بمبئی میں میجر ایرانی سے کرانے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لئے بمبئی کا سفر اور چند روز قیام کا فیصلہ کیا، جہاں اس وقت تک زیادہ لوگوں سے گہرے تعلقات و تعارف نہ تھا، تو قریب ترین عزیزوں اور قدیم رفیقوں کی موجودگی میں مولانا مرتضیٰ صاحب ہی نے اس سلسلہ میں رفاقت اور معاونت کا فیصلہ کیا اور وہ ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگئے، بمبئی میں جہاں دو ہفتے کے قریب قیام رہا وہی رفیق و معاون اور تیماردار و غمخوار رہے، پھر انھیں کی رفاقت و معیت میں لکھنؤ کا سفر ہوا اور وطن واپسی ہوئی۔

ندوۃ العلماء کے سلسلہ میں مولانا کے دورے بھی ہوتے اس میں خاص طور پر بمبئی اور گجرات کا حصہ ہوتا، احمد آباد کے اجلاس (منعقدہ ۷، ۸ر اکتوبر ۱۹۹۵ء) کی کامیابی کا بڑا سہرا انھیں کے سر تھا جنھوں نے دارالعلوم کے چند رفقاء کے ساتھ اور کبھی انفرادی طور پر اس کے لئے زمین تیار اور فضا ہموار کرنے کی مخلصانہ اور پرجوش سعی کی اور بالآخر وہ اجلاس (جیسا کہ پچھلے صفحات میں تفصیل سے لکھا گیا) ظاہراً و باطناً بورڈ کے کامیاب ترین اجلاسوں میں یا اس کا کامیاب ترین اجلاس تھا۔

اسلام ہر دور میں قیادت و رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے

۸ر نومبر ۱۹۹۵ء کو مولانا عزیز الحسن صاحب غازی پوری کی دعوت پر غازی پور میں تحفظ مدارس کانفرنس منعقد ہوئی جس میں راقم نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ جن میں عزیز القدر مولوی سید محمد رابع ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، عزیزی مولوی سید سلمان ندوی اور مولوی خالد غازی پوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں، شرکت کی، اور ایک مفصل و پُرجوش تقریر کی جس میں غازی پور کے حضرت سید صاحب کی ذات و تحریک سے تعلق (جس کے نتیجہ میں وہاں کے رئیس فرزند علی صاحب نے اپنے جوان بیٹے کو لائے جن کو لاکر حضرت سید صاحب کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے پیش کیا تھا کہ "میری تمنا ہے کہ اسمٰعیل ذبیح اللہ کی طرح راہ خدا میں اس کی گردن پر چھری چلے"،) کو بھی دخل تھا، اور جلسہ کے داعی و منتظم کے عزم و ارادہ کو بھی، یہ تقریر طویل ہونے کے ساتھ اہم حقائق و معلومات پر مشتمل ہے

وہ اگرچہ "تعمیر حیات" میں کیسٹ سے اتار کر شائع کر دی گئی ہے لیکن اس کو محفوظ و عام کرنے کے لئے اس کا اہم حصہ کاروانِ زندگی کے اس جلد میں شامل کرنا مناسب اور مفید معلوم ہوا۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ (التوبہ: ۱۲۲)

(اور دیکھو) یہ ممکن نہ تھا کہ سب کے سب اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں، (اور تعلیم دین کے مرکز میں آکر علم و تربیت حاصل کریں) پس کیوں نہ ایسا ہو کہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکل آئے جو دین میں دانش و فہم پیدا کرے، (اور تعلیم و تربیت کے بعد) جب اپنے گھروں میں واپس جائے، لوگوں کو (جہل و غفلت کے نتائج سے) ہوشیار کرے، تاکہ وہ برائیوں سے بچیں۔

حضرات! اس آیت میں اگرچہ مدارس کا نام نہیں لیا گیا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند بھی ہے لیکن اس آیت میں بالکل مدارس کی تصویر آگئی ہے اور ان کی ضرورت و افادیت بھی اور اس میں مدارس کا فرض بیان کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ اہلِ ایمان سب کے سب گھروں سے نکل جائیں اور زندگی کی ضروریات سے بالکل آنکھیں بند کر لیں، یہ تو ہونے والی اور ممکن العمل بات نہیں، پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

ان میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے تیار ہو جائے کہ وہ دین میں گہری اور وسیع سمجھ (تفقُّہ) حاصل کرے پھر اپنی قوم مسلمانوں میں تبلیغ و انذار کا فرض انجام دے، عربی زبان میں سمجھنے کے لئے بیسیوں لفظ ہو سکتے ہیں فہم، معرفت، تعقُّل، لیکن تفقُّہ کا لفظ خاص معنی رکھتا ہے، اس کے معنی ہیں دین میں گہری سمجھ حاصل کرنا، دین کے ذخیرہ پر عمیقانہ نظر رکھنا، زمانہ کی ضرورت کو سمجھنا اور بدلتے ہوئے زمانہ اور دائمی دین کے درمیان رشتہ پیدا کر سکنا۔

ایک بات یاد رکھئے کہ یہ دین تو دائمی ہے لیکن زمانہ بدلنے والا ہے زمانہ ظرف ہے اور ظرف بدلتا رہتا ہے، لیکن دین کی حقیقت اور دین کی بنیادی باتیں اور تعلیمات نہیں بدلتیں، اس بدلنے والے زمانہ اور اس نہ بدلنے والے دین کے درمیان رشتہ پیدا کرنا اور پیوند لگانا یہ "تفقُّہ" کو چاہتا ہے جو دین کی گہری سمجھ اور انذار (دین پر عمل کرنے کی دعوت اور عمل نہ کرنے کی حالت میں انذار و تخویف اور برے نتائج سے ڈرانے کا نام ہے) دین کی اصلیت اور حقیقت، دین کے واجبات و فرائض، دین کے حقائق و مطالبات میں تو ذرّہ برابر فرق نہ آنے پائے لیکن وہ دین زمانہ کا ساتھ دے سکے، زمانہ کی رہنمائی کر سکے۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے، تمدّن کتنا ہی وسیع ہو جائے، مختلف علوم کی کتنی ہی ترقیاں ہو جائیں انسان ہوا پر اڑنے لگے اور پانی پر چلنے لگے، اور زمانہ لاکھوں میل کے حساب سے آگے بڑھ جائے، جس کو تفقُّہ فی الدّین کی دولت حاصل

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، وہ ذہنی، فکری اور عقلی طور پر ثابت کر سکتا ہے کہ دین اس زمانہ میں بھی رہنمائی کر سکتا ہے آج بھی وہ تمام مسائل اور ضروریات یہاں تک کہ زمانہ کے معمّوں اور پہیلیوں کو بجھا سکتا ہے، زمانہ کے ساتھ چلنے ہی نہیں بلکہ قیادت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور زمانہ کو بے راہ روی اور نسل انسانی کو خودکشی سے بھی بچا سکتا ہے، وہ اپنی جگہ اپنی تعلیم وحقائق میں ابدی حقائق ہے، زمانہ کتنا ہی ترقی کر جائے دین میں فرسودگی اور قدامت پیدا نہیں ہو سکتی اس کو (OUT OF DATE) کہنا کبھی صحیح نہیں ہوگا، البتہ زمانہ بدلنے والا ہے یہ اس کی تعریف ہے برائی نہیں، زمانہ کہتے ہی اسے ہیں جو بدل سکے، وہ آثار قدیمہ ہیں جو بدل نہیں سکتے یا ایسی چیز ہے جس میں زندگی نہیں، زندگی کے ساتھ تغیر و تبدّل اور نمو وارتقاء لگا ہوا ہے، زمانہ تو بدلے گا اور بدلنا چاہیے، لیکن دین زمانہ کی طرح بدلتا بھی نہیں اور زمانہ کے پیچھے بھی نہیں رہ جاتا۔

یہ بات میں تاریخ کے ایک طالب علم اور اس موضوع پر مطالعہ تصنیف کرنے والے انسان کی حیثیت سے کہتا ہوں، اور میں نے اپنی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" کے پہلے حصّہ کے مقدّمہ میں صاف صاف مغربی فضلاء اور ہندوستانی مؤرخین کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہ صدیاں گزر گئیں اور سارے یہاں کوئی ایسا ریفارمر (REFORMER) اور مجدّد پیدا نہیں ہوا جو اس دین کو ضرورت زمانہ کے تابع کر سکے، اور اس میں جو رخنہ پڑ گیا ہے اس کو بھر سکے[1]، لیکن اسلام کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اسلام کی تاریخ

---

[1] ملاحظہ ہو "تاریخ دعوت وعزیمت" حصّہ اوّل

www.abulhasanalinadwi.org

میں کسی زمانہ میں بھی یہ خلا پیدا نہیں ہونے پایا اور اگر کہیں پیدا ہوا تو
زیادہ دن رہنے نہیں پایا، مجبوراً ذکر کرتا ہوں کہ "تاریخ دعوت وعزیمت"
کی پانچ جلدیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ ایسا کوئی زمانہ نہیں گزرا کہ اسلامی
معاشرہ میں کسی بڑے پیمانہ پر کوئی غلط فہمی یا تحریف پیدا ہوئی ہو یا
کوئی اہم دینی اصلاحی ضرورت پیدا ہوئی ہو اور اس ضرورت کی تکمیل
کرنے والا، تحریف کی تردید کرنے والا، سازش کو ناکام بنانے والا،
اس کی قلعی کھولنے والا، اور اس کو طشت از بام کرنے والا پیدا نہ ہوا ہو،
اس میں تسلسل کے ساتھ دکھایا گیا ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوئی
اس ضرورت کا پورا کرنے والا پیدا ہوا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز
ہے، آپؐ نے فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں قیامت تک اس امت میں وہ
لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کے متعلق آپ نے ان الفاظ میں تعریف
فرمائی ہے "ینفون عنه تحریف الغالین، وانتحال المبطلین،
وتاویل الجاھلین" (وہ اس دین کے غلو پسندوں کی تحریف، باطل
پسندوں کی غلط نسبت اور دعوے اور جاہلوں کی تاویل اور سخن سازی
کو دور اور ختم کرتے رہیں گے) اگر آپ ان گمراہیوں کو دیکھیں جو امتِ
مسلمہ کو کسی زمانے میں آئی ہیں اور جو اسلام اور اس کے ماننے والوں کے
لیے چیلنج اور خطرہ کے مرادف اور سازشوں کی طرح خطرناک تھیں تو
ان کے لئے اسی دور کی تاریخ میں دین کے محافظین، اور مصلحین ومجددین
کے ظہور اور کارناموں کی تفصیل پڑھ سکتے ہیں آپ اسلامی تاریخ کو شروع

www.abulhasanalinadwi.org

لئے کہ اب تک دیکھیں جس زمانہ میں جو قابل لحاظ اور خطرناک فتنہ پیدا ہوا اس کے مقابلہ میں ایک مجدّدانہ انقلاب آفریں اور قوی شخصیت پیدا ہوئی۔[1]

مدارس دینیہ کے علمبرداروں اور علم و تحقیق کا کام کرنے والوں نے دو کام کئے، ایک تو یہ کہ اسلام کو وہ اس شکل پر لے آئے اور کم سے کم اس کو واضح طور پر پیش کیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں وہ اس شکل میں تھا، تاریخ بتاتی ہے کہ بعض بعض بدعات و تحریفات اور نئی نئی چیزیں ایسی ملیں کہ ان کا تاریخ اور کتابوں کے ذریعہ سمجھنا مشکل ہے، دوسری بات یہ ہے کہ زمانہ کو جس رہنمائی اور اجتہاد کی ضرورت تھی اور اس کی کہ خالص دین کی تعلیم اور دین کے اصول کو ثابت اور قابل فہم اور قابل قبول، قابل عمل ثابت کرنا تھا وہ کام انھوں نے کیا، بادشاہوں کی طرف سے رشوتیں بھی پیش کی گئیں، دھمکیاں بھی دی گئیں، بڑے بڑے خطرات بھی پیدا ہوئے اور سکوت میں بڑے بڑے منافع بھی نظر آئے، مگر انھوں نے قطعاً پرواہ نہیں کی، ایک نہیں سیکڑوں صفحات ایسے علماء کے تذکروں پر ملیں گے جنھوں نے ایک

---

[1] اس موقع پر مقرر نے امام حسن بصریؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوالحسن اشعریؒ، امام غزالیؒ، سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ، ابن الجوزیؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ پھر ہندوستان کے مجددین و مصلحین حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے بعد کے داعیانِ دین بانیان مدارس اور دین کے شارحین و مفکرین کا ذکر کیا، اس کے لئے "تاریخ دعوت و عزیمت" کے پانچوں حصوں نیز سیرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے بعد کے داعیان دین کی سوانح کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

حرف کی تبدیلی بھی گوارا نہیں کی اور کہا کہ مسئلہ یوں ہی رہے گا، اُمّت اور دین اور زمانہ و اہل زمانہ کے درمیان کوئی فرق یا تضاد یا خلا انھوں نے پیدا نہیں ہونے دیا، اس لئے کہ جس دین کا یہ بوند اپنے زمانہ سے جدا ہو جائے اور زمانہ والے کیا خود زمانہ اپنی زبان حال سے کہنے لگے کہ یہ دین اب چلنے والا نہیں ہے، پھر وہ دین چلتا نہیں ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے کہ دین ابھی تک اپنی اصلی حالت ہی پر نہیں بلکہ اپنے عقائد، ارکان و عبادات کے ساتھ، طریقۂ عبادت اور عائلی قانون اور معاشرہ کی بہت سی خصوصیات کے ساتھ موجود ہے، اور اس میں بڑا حصہ (اللہ کی حفاظت اور دین کی صداقت کے علاوہ) علمائے ربّانیین، نائبینِ رسولؐ اور صحیح العقیدہ مدارس عربیہ و دینیہ کا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ زمانہ کی ضرورت کو سمجھنا اور پورا کرنا، زمانہ کے چیلنج کا مقابلہ کرنا، دین میں تحریف اور اُمّت میں کوئی انحراف اور ضلالت پیدا نہ ہونے دینا یہ دو چیزیں ہیں جو ایسے دین کے لئے ضروری ہیں جس کو قیامت تک کے لئے بھیجا گیا ہے اور قیامت تک رہنا ہے اور اس کے متعلق کہہ دیا گیا ہے کہ:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدة: ۳)	آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرات! یہ ہے ہمارے مدارس کی ضرورت وافادیت کہ وہ اس خصوصیت اور امتیاز کو اور خدا کی اس نعمت کو باقی رکھیں، ایک تو یہ کہ دین اپنی اصلی حالت میں ہو جو اللہ کے رسول لے کر آئے، اور خلفائے راشدین اور سابقین اولین اور عمومی طور پر پوری امت اس پر چلتی رہی اور تمام دنیا میں اس پر عمل رہا دوسرے یہ کہ بالکل زمانہ کی ضرورت کو نہ سمجھیں اور آنکھیں اور کان بند کرلیں، بلکہ زمانہ کی تبدیلی کو دیکھیں اور اس کا جائزہ لیں کہ کس کا حکم ہے اس کا نفاذ اور ٹکراؤ ہے اور کتنی چیزوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اور اس کی رعایت کی جا سکتی ہے، دین اپنی اصل پر بھی رہے اور وہ زمانہ کی رہنمائی بھی کر سکے اور زمانہ کا احتساب بھی، زمانہ کے جائز تقاضوں کو بھی سمجھ سکے۔ (اور دین وشریعت کے دائرہ میں رہ کر ان کو پورا بھی کر سکے اسی کا نام "تفقہ" ہے، اس سے بڑھ کر "اجتہاد" کا منصب اور قابلیت ہے جس کے لئے خاص شرائط اور معیار ہے۔

مدارس کے قیام وترقی ان کی رہنمائی اور ان کے ذریعہ سے رہنمائی کرنے کے سلسلہ میں یہ سب حقائق پیش نظر رہنے چاہئیں۔ والحمد للہ أولاً وآخراً وظاهراً وباطناً۔

رابطۂ ادب اسلامی کا جلسہ منعقدہ دار المصنفین اعظم گڈھ

۱۰، ۱۱، ۱۲ر نومبر ۱۹۹۵ء کو دار المصنفین کی دعوت اور اہتمام میں اعظم گڈھ میں رابطۂ ادب اسلامی کا جلسہ ہوا، جس کا موضوع "سوانحی ادب وتذکرہ نگاری" تھا اور

www.abulhasanalinadwi.org

جس کو دار المصنفین کے موضوع و مقصد اور اس کے سب سے نمایاں کام "سیرت نویسی" و "تذکرہ نگاری" سے خاص مناسبت تھی، اس مذاکرہ میں اچھے اچھے مقالہ نگار اور صاحب نظر و ذوق شریک ہوئے جن میں حسب ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ڈاکٹر نثار احمد فاروقی صدر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی، پروفیسر عبد الودود اظہر شعبہ فارسی نہرو یونیورسٹی پروفیسر احتشام احمد ندوی شعبہ عربی کالی کٹ یونیورسٹی، پروفیسر محمد راشد ندوی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور پروفیسر عبد الحلیم ندوی سابق صدر شعبہ فارن لنگویج انسٹی ٹیوٹ حیدر آباد پروفیسر ایس چشتی سابق استاد شعبہ اردو پونہ یونیورسٹی، اور ندوۃ العلماء کے شعبہ عربی کے صدر مولوی سعید الرحمن اعظمی ندوی اور مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء مولوی سید محمد رابع حسنی ندوی۔

مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی ناظم دار المصنفین نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا، انھوں نے اعظم گڈھ کی سرزمین کی خصوصیات کے ساتھ تذکرہ نگاری اور سیرت نبوی کی تصنیف و تالیف میں جو اہم کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کا ایک مختصر اور جامع جائزہ پیش کیا، مولوی سید محمد رابع ندوی نے رابطہ کی اس وقت تک کی تاریخ اور کارگزاری بتائی اور مختلف ملکوں میں اس کے جلسوں اور وہاں کے مرکزوں سے نکلنے والے رسائل کا تعارف کرایا اور جلسہ کے موضوع پر بھی روشنی ڈالی، راقم نے اپنے خطبۂ صدارت میں رابطہ ادب اسلامی کے موضوع اور کام کی اہمیت پر اظہار خیال کیا اور اس کے قیام کے محرکات اور محرکین کا ذکر کیا ادب کو نیا فکری، دعوتی، ایجابی بلکہ انقلابی رخ دینے کے لئے اقبال کے حسب ذیل اشعار پڑھے، جس کے پہلے دو شعر حسب ذیل ہیں۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن — جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو — جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا

www.abulhasanalinadwi.org

اور آخری شعر ہے

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں ۔۔۔ جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

مضمون میں سوانحی ادب و تذکرہ نویسی کے شرائط و آداب کا تفصیل سے ذکر کیا گیا اور اس سلسلہ میں بہت سی تذکرے کی کتابوں میں جس تساہل سے کام لیا گیا اور جن سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں نے اس میں احتیاط، حقیقت شناسی اور حقیقت نگاری سے کام لیا اس کی طرف اشارہ کیا گیا، اس سلسلہ میں نزہۃ الخواطر (۱-۸) مصنفہ مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ سے نمونے پیش کئے گئے۔[1]

افتتاحی اجلاس کے بعد مقالات کی نشستوں کا آغاز کیا گیا جو چھ نشستوں پر مشتمل تھیں، تذکرہ نویسی و سوانح عمری اور خود نوشت "آپ بیتی" کے موضوع پر مقالات پڑھے گئے، صدارت ممتاز دانش گاہوں کے صدور و فضلاء نے کی، جمعہ ۱۰ ارنومبر کو شروع ہو کر یکشنبہ ۱۲ ارنومبر ۱۹۹۵ء کو مولانا ضیاء الدین اصلاحی کی تقریر پر اجلاس ختم ہوا، اجلاس کی سب نشستیں شبلی کالج کے ہال میں ہوئیں، شرکاء کو دار المصنفین دیکھنے اور اس کی خدمات اور کارناموں سے واقف ہونے کا بھی موقع ملا، اجلاس میں مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی ناظم جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ اور مولانا تقی الدین ندوی استاذ العین یونیورسٹی ابوظبی نے بھی شرکت کی، آخر الذکر کی دعوت اور تحریک پہ جلسہ کی آخری نشست ان کے ادارہ اور ان کی قائم کی ہوئی تعلیم گاہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں رکھی گئی، جہاں عشائیہ کا بھی اہتمام تھا۔

---

[1] پورا مقالہ رسالہ "تعمیر حیات" مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک عزیز رفیق اور اہم کارکن مولوی عبدالسمیع صاحب ندوی کی وفات

مولوی سید مرتضیٰ صاحب ناظر کتب خانہ علامہ شبلی کی وفات کا صدمہ ابھی بھولا نہیں تھا کہ اچانک ۲۸/دسمبر ۱۹۹۵ء کی رات میں مولوی سید محمد عبدالسمیع صاحب ندوی کی وفات کا حادثہ پیش آیا، عزیز مرحوم قصبہ کوڑہ جہان آباد ضلع فتح پور ہسوہ کے سادات کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، جہاں متعدد اعیان و شیوخِ طریقت پیدا ہوئے، مولانا شاہ وارث حسن صاحب جو ٹیلہ والی مسجد لکھنؤ کی مسند ارشاد و اصلاح پر سالہا سال متمکن رہے، اور حکیم نصرت حسین صاحب مرحوم جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے رفیق سفر اور مالٹا میں رفیق محن و اسارت رہے اور وہیں انتقال کیا اور مدفون ہوئے اسی تاریخی مردم خیز قصبہ سے تعلق رکھتے تھے، مولوی عبدالسمیع صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند میں عالمیت سے فراغت کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تکمیل ادب کیا، وہ مولانا سید عبدالحی صاحب کے صاحبزادہ تھے جو انجمن تبلیغ الاسلام اور اس کے بانی و روح رواں میر غلام بھیک نیرنگ صاحب مرحوم کے بڑے معتمد اور اس انجمن کے بڑے کارپرداز تھے، جس کا مقصد اس وقت شدھی سنگٹھن کی تحریک ارتداد کا مقابلہ کرنا تھا جو آندھی اور طوفان کی طرح اٹھی تھی، وہ رسالہ "محکمات" کے بھی ایک عرصہ تک ایڈیٹر رہے، مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم شعبہ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء کے نائب ناظر تھے اور نائب ناظم ندوۃ العلماء مولوی قاضی معین اللہ صاحب ندوی کے خاص معاونین و معتمدین میں تھے، راقم سطور ان کی وفات سے چند ہی گھنٹے پہلے

www.abulhasanalinadwi.org

رابطہ کے اجلاس سالانہ میں شرکت کے لئے حجاز روانہ ہو گیا، اس کی روانگی کے بعد ان کی وفات کا حادثہ پیش آیا، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

ایک فاضل و عزیز دوست کا انتقال

اس حادثہ کے دو ہی چار دن بعد اردو زبان کے ممتاز صاحب قلم و تحقیق، کئی کتابوں کے مصنف اور ایک با حمیت و غیور مسلمان اور راقم کے عزیز دوست خواجہ احمد فاروقی صاحب کا بھی ۲ر جنوری ۱۹۹۶ء کو انتقال ہوا، وہ عرصہ سے معذور و صاحب فراش تھے لیکن راقم سے ان کا سلام و دعا اور محبت کا رابطہ قائم تھا، راقم نے کئی بار دہلی کے سفر میں ان کے گھر جا کر ان کی عیادت اور مزاج پرسی کا شرف حاصل کیا، غائبانہ ان کے سلام بھی پہنچتے رہے وہ فاضل گرامی اور محب محترم پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کے عزیز قریب تھے اور مجہراؤں ضلع مرادآباد کے رہنے والے تھے۔ وہ متعدد و بلند پایہ اور تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں ایک دہلی ادباء کے نام خطوط بھی ہے۔

سفر حجاز اور رابطہ کی ایک اہم تقریب

۱۲ تا ۱۴ شعبان کی تاریخوں میں رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ کا سالانہ جلسہ ہونا تھا، جس کا یہ راقم شروع سے رکن تاسیسی ہے اور اس کی اہمیت اور عالمیت اور محل انعقاد کے شرف مکانی کی وجہ سے اس میں شرکت کی ضرور کوشش کرتا ہے، چنانچہ صحت کی کمزوری، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں سالانہ امتحان کے قرب اور مسلم پرسنل لا بورڈ

وغیرہ چند دوسری تنظیموں کی ذمہ دارانہ رکنیت اور اس کی ضروریات اور تقاضوں کے باوجود اس نے اجلاس میں شرکت کے لئے سفر حجاز کا فیصلہ کرلیا اور ۵ رشعبان المعظم ۱۴۱۶ھ (۲۸ ردسمبر ۱۹۹۵ء) کو لکھنؤ سے روانہ ہوا، محب عزیز اور رفیق وہمدرد بھائی عثمان صاحب حیدرآبادی جو سعودیہ کے ہوائی محکمہ میں ایک وسیع اور ذمہ دارانہ عہدہ پر متعین اور امریکن نیشنل ہیں، محض اس خاکسار کی رفاقت وراحت کے لئے مستقل سفر کر کے ہندوستان آئے، عزیز القدر مولوی سید محمد رابع ندوی کا دار العلوم کے اہتمام وذمہ داریوں کی موجودگی میں (جس کے لئے انھوں نے اساتذۂ دار العلوم میں سے اپنے ایک رفیق کو قائم مقام اور ذمہ دار بنالیا تھا) بھی ساتھ جانا مفید ومعاون تھا، اس لئے ان کو بھی ساتھ لیا گیا، دہلی تک ہمارے معاون خاص جو ہماری عادات وضروریات اور دواؤں سے خاص واقفیت رکھتے ہیں اور سفر وحضر میں عام طور سے ساتھ رہتے ہیں یعنی حاجی عبد الرزاق رائے بریلوی بھی دہلی تک پہنچانے آئے، عثمان بھائی نے ہماری معاونت اور جسمانی راحت کے لئے ان کو بھی اپنے مصارف پر ہم سفر بنالیا، اس طرح ہم چار رفقاء دہلی سے جدّہ کے لئے روانہ ہوئے۔

جدّہ میں اپنے معمول قدیم کے مطابق ہم رفیق وعزیز مکرّم ڈاکٹر مولوی عبد اللہ عباس ندوی کے مکان واقع شارع منصور مکۃ معظمہ میں مقیم ہوئے، ۸ رشعبان ۱۴۱۶ھ سے رابطہ کا اجلاس سالانہ اپنے مستقر پر شروع ہوا، عزیزی عبد اللطیف جونپوری اپنی سعادت سے مکہ معظمہ میں نقل وحرکت اور رابطہ وحرم شریف پہنچانے کی ذمہ داری لے لیتے ہیں اور انھیں کی کار پر آنا جانا رہتا ہے۔

رابطہ کے اس اجلاس میں (جو ۸ سے ۱۲ رشعبان ۱۴۱۶ھ (۳۰ ردسمبر ۱۹۹۵ء سے

۳۰ جنوری ۱۹۹۶ء تک رہا) ایک دو کو مستثنیٰ کر کے اکثر ارکان شریک اجلاس تھے، رابطہ کے ادارت عامہ (جنرل سکریٹری شپ) کا عہدہ اس مرتبہ شیخ عبداللہ بن صالح عبید صاحب کے سپرد ہوا تھا، جو پہلے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مدیر (وائس چانسلر) کے عہدہ پر متعین تھے، اجلاس اپنی روایات و معمولات کے مطابق شروع ہوا اور چار دن جاری رہا، لیکن رابطہ کے اس اجلاس میں (جو بعض حیثیتوں سے عالم اسلام کی عمومی و وسیع نمائندگی کرتا ہے اور مختلف عرب اور غیر عرب ممالک کے متعدد ممتاز شخصیتیں اور اداروں اور تنظیمات کے اہم ذمہ دار بحیثیت رکن شریک اجلاس تھے) زیادہ تر ضابطہ کی تقریریں اور تبادلہ خیال ہوتا رہا اور ضابطہ ہی کی تجویزیں پاس ہوتی ہیں راقم کو جو اپنی صحت کی کمزوری اور ذمہ داریوں کی کثرت اور مؤتمرات اور کانفرنسوں میں شرکت سے عام طور پر عدم مناسبت کے باوجود اس کانفرنس میں شرکت کے لئے آیا تھا اور جس کو عالم اسلامی کے بالعموم اور عالم عربی کے بالخصوص حالات و مسائل، دشمن اسلام طاقتوں کی سازشوں اور منصوبوں، عالم عربی میں واقع دعوتی و تحریکی خلا اور ان سازشوں و منصوبوں کا مقابلہ کرنے اور ان کے نتائج و خطرات سے خود آگاہ ہونے اور اہل شعور و درد کو آگاہ کرنے کے عزم و کوشش کے فقدان کا بشدت احساس تھا اور وہ اس کو اپنے عربی مقالات و محاضرات میں وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا رہا ہے[1] اس صورت حال کو دیکھ کر ایک صدمہ سا ہوا اور اس نے اپنی ذمہ داری محسوس کی کہ اس کو اس

---

[1] مثال کے طور پر اس کا رسالہ "واقع العالم الإسلامي ما هو الطريق السديد لمواجهته وإصلاحه" اور اس کے تازہ ترین رسالہ "قيمة الأمة الإسلامية بين الأمم ودورها في العالم" بطور نمونہ دیکھے جا سکتے ہیں۔

موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خطرناک سازش کی طرف متوجہ کرنا چاہیے جو عالمی پیمانہ پر اس وقت خود اسلامی ممالک سے اسلام کے اثر کو دور کرنے اور ان کو مغرب کا نہ صرف ہمنوا بلکہ شکارگاہ بنانے کے لئے کی جارہی ہے۔

حسنِ اتفاق بلکہ تائیدِ غیبی تھی کہ جب وہ آخری نشست میں شرکت کے لئے آیا تو اس نے ہر کرسی پر پرچہ رکھا ہوا دیکھا، جس پر لکھا ہوا تھا کہ "ارکان کی طرف سے آخری تقریر ابوالحسن علی ندوی کی ہوگی" اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسب ذیل تقریر کی[1]

حضرات! میں جب یہ آیت

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ	اور جو لوگ منکر حق ہیں وہ ایک دوسرے
أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ	کی حمایت کرتے ہیں، اگر تم نے اس
تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ	کے مقابلہ میں خود ایک وحدت نہ
وَفَسَادٌ كَبِيرٌ	بنائی تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد
(سورۃ الانفال: ۷۳)	برپا ہو جائے گا۔

پڑھتا ہوں یا تلاوت و مطالعہ قرآن کریم کے موقع پر یہ آیت نظر سے گزرتی ہے تو میں چونک پڑتا ہوں اور تھوڑی دیر کے لئے غور و تفکر میں ڈوب جاتا ہوں کہ یہ کس موقع پر کس سے کہا جارہا ہے، اس وقت دین واخلاق

---

[1] یہ تقریر بغرض اس کا اظہار کئے ہوئے کہ یہ رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں کی گئی "ارتباط مصیر الانسانیۃ ومصیرھا بقیام المسلمین بواجبھم و دورھم فی تکوین وحدۃ المسلمین ودعوتھم" کے عنوان سے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام "ندوۃ العلماء" کی طرف سے شائع ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کے لحاظ سے اس وسیع دنیا کا کیا حال تھا اور جن سے خطاب ہے اور جن پر دنیا کی اصلاح کی ذمہ داری ڈالی جا رہی ہے تعداد اور آبادی کے لحاظ سے ان کا کیا تناسب تھا؟ صورت حال یہ تھی کہ ساری دنیا اس وقت کفر و جاہلیت، بت پرستی اور نفس پرستی کے دلدل میں پھنسی ہوئی بلکہ دھنسی ہوئی تھی، اور جہالت و تاریکی کا ایک شامیانہ ساری قوموں، حکومتوں اور معاشروں کے سر پر تنا ہوا تھا، اس وقت انسانوں کی ایک مٹھی بھر جماعت سے کہا جا رہا ہے[1] کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ایک دوسرے کے حامی و ناصر ہیں (اور انھوں نے ایک وحدت بنا رکھی ہے) اگر تم نے ان کے مقابلہ میں ایک داعیانہ اور مصلحانہ محاذ نہیں بنایا اور ایک متوازی وحدت کی تشکیل نہیں کی تو زمین میں فتنۂ عظیم اور فساد کبیر برپا ہوگا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ ہدایتِ عالم اور نسل انسانی کی سلامتی کی ذمہ داری جس جماعت اور جس وحدت اور اکائی پر ڈالی جا رہی ہے اس کا اس وقت کی انسانی نسل اور آبادی اور جد و جہد و دعوت کے رقبۂ زمانی و مکانی سے کیا تناسب ہے اور کس طرح یہ مٹھی بھر جماعت پر یہ عالمی و آفاقی ذمہ داری ڈالی جا رہی ہے؟

لیکن صورت یہ ہے کہ یہ مٹھی بھر ہدایت یافتہ اور حامل پیغام جماعت "بقامت کہتر و بقیمت بہتر" کا مصداق تھی اور اعتبار در حقیقت قیمت کا

---

[1] احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ کی آخری مسلم شماری میں جو بعض روایات کے مطابق احد سے پہلے اور بعض روایات کے مطابق غزوۂ خندق سے پہلے ہوئی تھی۔ ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) مسلمان نکلے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہے نہ کہ قامت کا، روح کا ہے نہ کہ جسد کا، عقیدہ و ایمان کا ہے نہ کہ تعداد و شمار کا، جسم میں جاری اور ساری روح کا ہے نہ کہ مظاہر و وسائل کا۔

حضرات! اس وقت عالم انسانی ان امراض و بیماریوں کا شکار اور ان ہلاکتوں اور خطرات کا نشانہ ہے جن کی نظیر بہت سی پچھلی صدیوں میں بھی نہیں ملتی، پھر بڑی آزمائش اور پیچیدگی یہ ہے کہ خود عالم اسلامی ایسے خطرات اور آزمائشوں کا نشانہ بنا ہوا ہے جو پہلے قیاس و تخیل میں بھی نہیں آتے تھے، وہ ایسی سازشوں، منصوبہ بندیوں کا نشانہ بنا ہوا ہے جو اپنی ظاہری اشکال میں مختلف ہیں لیکن سب مقصد کے لحاظ سے متحد اور متعاون ہیں، وہ یہ کہ عالم اسلامی سے اسلام کا اثر زائل کر دیا جائے، اسلامی تعلیمات کی گرفت عالم اسلامی سے نہ صرف ڈھیلی کر دی جائے بلکہ ناپید کر دی جائے، اسلامی ممالک، مسلم معاشرہ اور تعلیم یافتہ طبقہ اور حاکمانہ حلقہ میں اسلام کے بارہ میں احساس کہتری (INFERIORITY COMPLEX) پیدا کر دیا جائے اور اس بات کا یقین کہ اسلام اور اس کی تعلیمات اور احکام اس زمانہ میں حکومت و قیادت، رہنمائی و رہبری اور زندگی و معاشرہ کی تشکیل کی صلاحیت نہیں رکھتے اور اس کی کوشش تضیع اوقات اور صلاحیتوں کی اضاعت کے مرادف ہے۔

اس تخریبی اور پورے عالم اسلام کے حق میں سلبی منصوبہ کی تشکیل اور ترتیب میں اسرائیل کی ذکاوت (بلکہ اس کا وہ شاطرانہ اور سلبی طرز فکر جو اس کی پوری تاریخ میں پایا جاتا ہے) امریکہ کے وسائل اور اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

توانائیوں اور عالمگیر اثرات کے ساتھ شامل ہوگیا ہے اور دونوں اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ اسلام کا اثر نہ صرف عالمی سیاست و نفوذ کے میدان میں بلکہ خود عالم اسلام اور ممالکِ اسلامیہ میں ختم کردیا جائے، جو نہ صرف ایمان و اسلام بلکہ دعوت اسلامی اور دینی عزت، اسلام کے لیے معرکہ آرائی اور فتوحات کی طویل تاریخ رکھتے ہیں اور ایک بڑے علمی، فکری، قانونی و تمدنی ذخیروں، کارناموں اور فتوحات کی تاریخ رکھتے ہیں،

اسرائیل کی یہ ذکاوت اور امریکا کی یہ طاقت شدید دینی عقیدہ کے نہ صرف اختلاف بلکہ تضاد کے باوجود اس نقطہ اور مقصد پر متحد ہوگئی ہے، حالانکہ انسانیت کا مستقبل، مسلمانوں کی بقاء و قیادت ہی پر منحصر ہے، وہی عالم انسانی کو فلاح و نجات، ہدایت و رشاد، دنیاوی سلامتی و اخروی نجات کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔

پھر اس کے علاوہ یہ بھی واقعہ ہے کہ اس منصوبہ بندی کے اثر سے یا غیر دینی نظامِ تعلیم اور ذرائع اشاعت کے نتیجہ میں، مسلم ملکوں کی قیادتوں، طبقۂ حکام، سیاسی رہنماؤں اور جمہور مسلمین کے درمیان ایک غیر ضروری، غیر مفید اور بے وقت محاذ آرائی اور نبرد آزمائی شروع ہوگئی ہے، وہ یہ کہ حکومتیں علمانیت (SECULARISM) قومیت، مغربی تمدن، مغربی افکار اور اس آزاد ثقافت (CULTURE) کو اختیار کرنے کی داعی ہیں جس کو مغربی ممالک سے درآمد کیا جائے، اور وہ ہر اس تحریک سے خائف اور اس کی مخالف ہیں جو شریعت اسلامی کے نفاذ کی دعوت

www.abulhasanalinadwi.org

دے اور فکر اسلامی اور تہذیب و تمدنِ اسلامی کی حامی و داعی ہو۔

اس صورت حال سے اسلامی ممالک کے سیاسی، تعلیمی، فکری و تمدنی قائدین میں ایک غیر ضروری حساسیت (SENSITIVENESS) اور (ALLERGY) پیدا ہوگئی تھی جس کی وجہ سے دونوں طبقوں کی توانائیاں اور صلاحیتیں اس معرکہ آرائی میں صرف ہو رہی ہیں، نہ حکومتیں مسلمانوں کی اکثریت و عوام کو اپنے اثر میں پورے طور پر لا سکی ہیں اور نہ ان ملکوں کا سوادِ اعظم اور دینی قائدین اہلِ اقتدار اور فکری و تمدنی قائدین کو قوت اور وقت کی اضاعت اور بے محل زور آزمائی سے بچنے اور اصل نشانہ پر کوشش کرنے پر آمادہ کر سکے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان عوام اور اسلامی ملکوں کی آبادی اپنی اس اصل طاقت سے محروم ہوتی جا رہی ہے جو حیرت انگیز کارناموں اور محیر العقول فتوحات اور کامیابیوں کا باعث تھی یعنی جہاد و شہادت کی فضیلت سے واقفیت اور اللہ کی رضا اور اجر و ثواب کی امید، جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:۔

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ
الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ
فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا
تَأْلَمُونَ ۚ وَتَرْجُونَ
مِنَ اللَّهِ مَا لَا
يَرْجُونَ ۗ وَكَانَ

اور دیکھو دشمن کا پیچھا کرنے میں ہمت
نہ ہارو، اگر تمہیں (جنگ میں) دکھ
پہنچتا ہے تو جس طرح تم دکھی ہوتے ہو
وہ بھی (تمہارے ہاتھوں) دکھی ہوتے
ہیں، اور (تمہیں ان پر فوقیت یہ ہے کہ)
تم اللہ سے کامیابی اور اجر کی ایسی

www.abulhasanalinadwi.org

اللّٰہ علیما حکیما | اُمیدیں رکھتے ہو جو انہیں میسر نہیں اور اللہ جاننے والا، اور اپنے تمام کاموں میں حکمت رکھنے والا ہے،
(سورۃ النساء: ۱۰۴)

اس بنا پر اس وقت اسلامی، دعوتی، فکری، اور تعلیمی قیادتوں اور مرکزوں کا سب سے ضروری کام یہ ہے (چاہے ان کا حجم و رقبہ کتنا ہی چھوٹا اور ان کے سامنے کتنے ہی موانع و مشکلات ہوں) کہ وہ اپنے ملکوں اور معاشروں کو اس قیادتی، فکری اور تنقیدی تمدنی اور سیاسی معرکہ آرائی سے بچانے کی کوشش کریں جو بے وقت بھی ہے اور بے ضرورت بھی اور مغرب کے نفوذ اور اس کی سلبی منصوبہ بندیوں اور سازشوں سے بچانے کی کوشش کریں، مسلمانوں کے سینوں اور دلوں میں اب بھی جو طاقت ودیعت ہے اور ایمان کی جو چنگاری چھپی ہوئی ہے اور جس نے دنیا میں محیر العقول کارنامے انجام دیے ہیں، جس نے بارہا ناممکن کو ممکن بنا دیا ہے اور جو اپنی ایجابی و تعمیری طاقت اور قوت و وسعت میں ایٹم بم (ATOM BOMB) سے زیادہ طاقتور اور محیر العقول ہے، اس کو زندہ کرنے کی کوشش کریں اور یہ آیت ان کے سامنے رہے۔

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْہُ تَکُنْ فِتْنَۃٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ | اور جو لوگ منکر حق ہیں، وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں، اگر تم نے اس کے مقابلہ میں خود ایک وحدت نہ بنائی تو زمین میں فتنہ

www.abulhasanalinadwi.org

(سورۃ الانفال، ۷۳) اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

خاص احباب نے اس پر اپنی مسرت اور تسکین کا اظہار کیا لیکن اخبارات میں وہ نہیں آنے پائی۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

مکہ معظمہ میں چند دن اور قیام کر کے راقم اور اس کے ساتھیوں کا مدینہ طیبہ کی طرف رخ ہوا اور زیارت و سلام اور سکونت و قیام کا شرف حاصل ہوا، قیام اپنے جدہ کے قدیم اور مستقل میزبان، خاندانِ نور ولی کے فرزند عبدالحمید نور ولی کی عمارت میں ہوا جو مسجد نبوی شریف سے قدرے فاصلہ پر ہے، وہاں سے پانچوں وقت نماز کی حاضری کے لیے راقم کے لیے (اپنے مرض نقرس کی وجہ سے) پہنچنا مشکل تھا لیکن اس مشکل کو محبی عبدالرشید صاحب حیدرآبادی نے آسان کر دیا تھا جو مسجد نبوی شریف کی توسیع کے کام میں حکومت کے ایک کارپرداز ہیں انھوں نے مسجد شریف کے انتظامی امور کے ذمہ دار بزرگ سے جو شخصی طور پر راقم سے واقف ہیں اجازت لے لی تھی کہ موٹر بالکل باب السلام کے مین دروازہ تک جا سکے جہاں لوگ جوتے اتارتے ہیں، اور راقم اور اس کے ساتھیوں کو اتار سکے، ویسے ہم لوگ مہمان محب عزیز سید حسن عسکری طارق صاحب کے تھے۔

اس سفر اور قیام مدینہ میں ایک نئی بات یہ ہوئی کہ مدینہ طیبہ کے ایک عرب شیخی خاندان کو اس نسبی اشتراک کا علم و احساس ہوا جو ہمارے اور ان کے درمیان پایا جاتا ہے، مزید یہ کہ ان کے اجداد بھی کسی زمانہ میں ہندوستان کے ضلع سلطانپور کے ایک موضع میں مقیم تھے، ضلع سلطانپور رائے بریلی سے متصل بھی ہے، اس خاندان کے ایک رکن حسن بن یعقوب الکبتی الحسنی نے جو دو کتابوں "نسب الاشراف الکبتیۃ الحسنیۃ" اور "الشجرۃ المبارکۃ فی نسب الاشراف" کے مصنف ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

راقم اور اس کے رفقاء کی ایک شاندار دعوت کی اور اکرام کیا، اور اس خاندان کے زمانہ قیام میں ہندوستان کے بارہ میں معلومات و تفصیلات مہیا کرنے کی فرمائش بھی کی، ایک روز رابطۂ ادب اسلامی کے ایک فعّال رکن اور سابق استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ڈاکٹر عبدالباسط بدر کی طرف سے بھی دعوت ہوئی، اور بھی مجالس اور ملاقاتیں رہیں، ایک ہفتہ وہاں قیام کر کے جس میں بقیع شریف کی زیارت اور فاتحہ خوانی وغیرہ شامل تھی بھائی عثمان صاحب کی معیت میں ظہران کے راستہ ہندوستان واپسی ہوئی، الخبر میں ایک شب عبدالمتین صاحب بھٹکلی کے یہاں قیام رہا، علی الصباح عزیز گرامی مولوی محمد شعیب نگرامی (فرزند اکبر محب گرامی قدر مولانا محمد اویس صاحب ندوی مرحوم و برادر اکبر پروفیسر ڈاکٹر مولوی محمد یونس صاحب نگرامی صدر اردو اکیڈمی لکھنؤ اور استاد لکھنؤ یونیورسٹی) کے یہاں ناشتہ کی دعوت تھی[1] وہاں سے رخصت ہو کر ظہران کے ایرپورٹ پر آئے اور بخیریت و براحت ہندوستان واپسی ہوئی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی عاملہ کا جلسہ

۱۶؍ جنوری ۱۹۹۶ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی عاملہ کا جلسہ لکھنؤ میں ہوا، راقم جو اسی دن حرمین شریفین کے سفر سے واپس ہوا تھا جلسہ میں شریک ہوا، جلسہ نے اصلاح معاشرہ کا جائزہ لیا اور اصلاح معاشرہ پر ہفتہ منانے کی تقریب میں جو جلسے ہوئے تھے ان کی رپورٹیں سنیں، کام پر اطمینان کا اظہار کیا لیکن اس کام کو مزید توجہ

---

[1] عزیز مولوی محمد شعیب نگرامی نے اس آمد و ملاقات پر ایک پر لطف ادبیانہ مضمون "آمد بہار" کے عنوان سے لکھا جو "تعمیر حیات" کے نمبر ۱۰؍ مئی ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا وہ خود ایک "قصیدہ بہاریہ" ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ جاری رکھنے کی ہدایت دی، مساجد کے ائمہ سے اپیل کی گئی کہ الوداع کے موقع پر نمازِ جمعہ میں خطبہ دیتے وقت اصلاحِ معاشرہ سے متعلق بورڈ کے پروگراموں کی تفصیل بتائیں، بورڈ نے صدرِ بورڈ (راقم) کو مجاز کیا کہ مرکزی قانونی جائزہ کمیٹی کی تشکیل نو کی جائے اور صوبائی کمیٹیوں کی تشکیل کی جائے، یہ کمیٹی ایسے مختلف قوانین اور فیصلوں پر نظر رکھے گی جن سے پرسنل لا میں مداخلت ہو رہی ہو۔

ماہِ مبارک اور دو عظیم حادثے

حجازِ مقدس سے واپسی پر چند دن بعد ہی رمضان کا ماہِ مبارک شروع ہو گیا جو سالہا سال سے رائے بریلی ہی میں اپنے مستقر پر گزارا جاتا ہے اور احباب و اہلِ تعلق قریب و بعید مقامات سے رمضان ساتھ گزارنے اور اس تاریخی مقام (دائرہ شاہ علم اللہؒ) میں جو ایک عرصہ تک ذکر و عبادتِ الٰہی تصحیحِ عقیدہ، اتباعِ سنت اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے زمانہ میں جہاد کی تیاری کا مرکز رہا ہے، ذکر و عبادت تلاوتِ قرآن اور دینی معلومات حاصل کرنے اور مفید کتابوں اور اسباق کے سننے میں وقت گزارنے کے لئے مختلف مقامات اور بیرونِ ہند سے بھی آجاتے ہیں، اس مرتبہ بھی ان کی تعداد دو سو کے قریب تھی جن میں جنوبی افریقہ، اور سعودی عرب وغیرہ کے بعض عزیز مہمان بھی تھے، ان میں سے اکثر مدرسہ تحفیظ القرآن سید احمد بن عرفان الشہیدؒ کی نئی عمارت میں جو "مولانا محمد ثانی میموریل ایجوکیشنل سوسائٹی" کے اہتمام میں حضرت شاہ ابو سعید صاحب (جدِ مادری حضرت سید احمد شہیدؒ) کے مکان میں بنائی گئی ہے اور مسجد کے بالکل بالمقابل چند قدموں کے فاصلہ پر واقع ہے) مقیم تھے، کچھ

www.abulhasanalinadwi.org

خصوصی مہمان راقم کی قیام گاہ جو مطالعہ و تصنیف اور آرام کا مرکز بھی ہے مقیم تھے۔

الحمد للہ ماہ مبارک اپنے قدیم معمولات، مجالس و دروس کے ساتھ جن میں درس قرآن، حدیث و سیرت کی بعض مفید کتابیں (زاد سفر ترجمہ ریاض الصالحین امام نوویؒ، تہذیب الاخلاق مصنفہ والد محترم مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارکان اربعہ تصنیف راقم وغیرہ شامل تھیں) اور عزیزان مولوی سید عبد اللہ حسنی استاذ دار العلوم اور نور چشم بلال عبد الحی استاد مدرسہ ضیاء العلوم، ان اسباق کے حلقوں کے ذمہ دار تھے، یہ سلسلہ اخیر تک جاری رہا، معمول کے مطابق عزیز القدر سعد عبد العلی ابن فخر خاندان سید محمد الحسنیؒ مدیر "البعث الاسلامی" اور عزیز القدر سید جعفر مسعود فرزند مولوی سید واضح رشید ندوی استاد دار العلوم و مدیر "الرائد" عربی نے باری باری سے مسجد واقع دائرہ شاہ علم اللہؒ اور مسجد واقع لوہانی پور قریب دائرہ شاہ علم اللہ میں باری باری قرآن شریف سنایا، عشرۂ اخیر میں معتکفین کی بھی اچھی تعداد تھی، پورا مہینہ یکسوئی، تلاوت قرآن اور مفید کتابوں اور خطابات کے سننے میں گزرا اور عید کے بعد مہمانوں کی واپسی ہوئی۔

دو اہم حادثۂ وفات

لیکن تقدیر الٰہی اور خدا کی مرضی (جو کبھی رحمت و حکمت سے خالی نہیں ہوتی) کہ اس مبارک مہینہ میں چار دن کے فصل سے دو اہم حادثۂ وفات پیش آئے، ایک حادثہ راقم کی حقیقی برادر زادی اور مولوی سید محمد رابع ندوی سلمہ کی اہلیہ (سیدہ رقیہ دختر ڈاکٹر حکیم مولوی سید عبد العلی صاحب مرحوم) کی وفات کا تھا جو ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ جمعرات کے دن ۹ بجے صبح لکھنؤ کے ایک اسپتال میں پیش آیا، اور

www.abulhasanalinadwi.org

نماز جنازہ وتدفین دائرہ شاہ علم اللہ کی مسجد کی پشت پر خاندانی قبرستان میں ہوئی
غفر اللہ تعالیٰ لہا واثابہا، انھوں نے تین صاحبزادیاں چھوڑیں جو علی الترتیب مولوی سید
حمزہ حسنی (فرزند مولوی سید محمد ثانی حسنی مرحوم) مولوی سید عبداللہ حسنی (فرزند مولوی محمد
میاں) اور مولوی حافظ سید جعفر مسعود حسنی (فرزند مولوی سید واضح رشید ندوی) کے
حبالۂ زواج میں ہیں۔

اس حادثہ سے ٹھیک چار ہی دن بعد راقم کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ اَمۃ العزیز
صاحبہ (جو بالکل مادر محترمہ مشفقہ کے قائم مقام تھیں) والدہ عزیزان عزیز القدر مولوی
سید محمد رابع ندوی ومولوی سید واضح رشید ندوی کی اچانک وفات کا حادثہ ۳۰؍۲۲
رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کو (۱۲؍۱۳؍ فروری ۱۹۹۶ء کی درمیانی شب میں) پیش آیا،
پہلے سے اس حادثہ کے پیش آنے بلکہ قریب کے بھی آثار نہیں تھے، البتہ کئی گھنٹے
پہلے سے ذکر وتسبیح اور استغفار کی طرف ان کی طبیعت نمایاں طریقہ پر مائل نظر آئی،
راقم کو ڈیڑھ بجے رات کو سوتے سے جگایا گیا، گھر جا کر دیکھا تو حادثہ پیش آچکا تھا یا
پہنچنے کے بعد ہی چند منٹ میں پیش آیا، مرحومہ اپنے والد نامدار مولانا حکیم سید عبدالحی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی تھیں، مولانا کے صاحبزادہ گرامی قدر مولانا
حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم سے عمر میں چھوٹی اور راقم سے بڑی تھیں، اور
چار فرزندوں سید محمود حسن مرحوم، مولوی سید محمد ثانی مرحوم، مولوی سید محمد رابع ندوی
اور مولوی سید محمد واضح رشید ندوی (سلمہا اللہ تعالیٰ واطال بقا ئہما) کی والدہ محترمہ،
ان میں سے دو صاحبزادوں کا انتقال ان کے سامنے ہو گیا تھا، بڑے بیٹے سید
محمود حسن مرحوم کا ۲۱ سال کی عمر اور عین جوانی میں اور ثانی الذکر فاضل ومصنف اور

www.abulhasanalinadwi.org

داعی الی اللہ مولوی سید محمد ثانی حسنی کا ۶۸ سال کی عمر میں) اور انھوں نے صبر و احتساب کے ساتھ اس کو برداشت کیا تھا، مرحومہ کا بیعت و اصلاح کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سہارنپور سے تھا، ان کے مشفقانہ خطوط جن میں کہیں کہیں ہمشیرہ صاحبہ کو بھی خطاب ہے اکثر محفوظ ہیں، تدفین حضرت شاہ علم اللہ صاحب کے روضہ میں اپنے والدین ماجدین برادرِ محترم اور فرزند ارجمند عزیزی مولوی محمد ثانی مرحوم کے جوار میں ہوئی غفر اللہ تعالیٰ و رفع درجاتہا، ہمشیرہ صاحبہ مرحومہ اپنے اسلاف اور خاندانی خصوصیات سے متصف اور ان کی وارث اور نمونہ تھیں، شفقت عام، صلہ رحمی، حسن سلوک، ذکر و عبادت دعا و تضرع ان کی خاص صفات تھیں غفر اللہ لہا و رفع درجاتہا۔[1]

جہاں تک اس راقم کا تعلق ہے مرحومہ کو اس کے ساتھ شفیق ماں کا سا تعلق تھا وہ بھی ان کو اسی نظر سے دیکھتا اور یہی محسوس کرتا تھا، جب اپنے مسکن رائے بریلی پہنچنا ہوتا سب سے پہلے ان کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوتا، اور وہ انتہائی مسرت کا اظہار فرماتیں، جب باہر جاتا تو ان کی دعائیں لیتا ہوا اور وداعی سلام کرتا ہوا جاتا، اگر یہ مہینہ رمضان کا نہ ہوتا تو راقم اس کو "شہر الحزن" لکھتا کہ یہ دو عظیم حادثے تابڑ توڑ پیش آئے، لیکن ان دونوں جانے والیوں کے حق میں یہ رحمت و انتظام خداوندی تھا، کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں ان واقعات کے پیش آنے سے ان کے لئے جو دعائیں کی گئیں اور قرآن پڑھ کر ایصال ثواب ہوا وہ زمانہ اور فضا کے فرق سے بہت کم مسافرین

---

[1] مولوی محمد رابع حسنی ندوی کا مضمون ان کے اوران کی صفات و خصوصیات کے بارہ میں تفصیل کے ساتھ "تعمیر حیات" مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

آخرت کو حاصل ہوتا ہے، تعزیت اور ایصال ثواب کی اطلاع کے بھی مختلف شہروں اور سمتوں بلکہ ملکوں سے راقم کے نام اور ان کے فرزندوں کے نام اتنے خطوط آئے جو بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں، پھر اس کے کچھ ہی عرصہ بعد حج کا زمانہ آگیا، مخلص احباب نے حرم شریف اور منیٰ و عرفات میں دعائیں کیں، بعض نے ایصال ثواب اور دعاؤں کے لئے طواف کئے، ایک عزیز دوست نے حج بدل بھی کیا وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

ایک داعی الی اللہ و خادم دین کی وفات

۷ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۹۶ء اتوار کی شب میں ۹ بج کر ۴۵ منٹ پر حاجی شاہ حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوری نے اس دنیا سے رحلت کی اور دعوتی و تبلیغی میدان میں (خصوصاً مشرقی پنجاب اور اس کے میدانوں اور پہاڑوں میں بسی ہوئی مسلمان آبادی میں جو تقسیم کے بعد سے ارتداد، مساجد کے انہدام اور تبدیلی، اور نئی نسل کے غیر دینی تعلیم اور ہندو دیو مالا کے اثرات سے متأثر ہونے کے خطرہ کا شکار تھی دین کی دعوت اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کے سرگرم داعی اور کارکن تھے) ایک عظیم خلا چھوڑ دیا، مرحوم ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے مجاز اور خادم خاص تھے، ان کی ولادت ۱۹۱۰ء میں ہوئی تھی، انھوں نے ۸۶ سال کی عمر پائی، ضعف اور پیرانہ سالی میں بھی وہ برابر اس علاقہ اور پہاڑوں کا دورہ کرتے تھے، جو ارتداد اور دین سے ناواقفیت اور نئی نسل کے غیر اسلامی نشوونما کا نشانہ تھی رحمہ اللہ تعالیٰ و اثابہ و رفع درجاتہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا مفتی ابوالسعود صاحب کی وفات

۲۶ فروری ۱۹۹۶ء کو بنگلور سے فون پر راقم کو اچانک یہ اطلاع ملی کہ جنوبی ہند کی ممتاز دینی شخصیت عالم ربانی مولانا مفتی ابوالسعود باقوی امیر شریعت جنوبی ہند کا آج اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا، مولانا مرحوم مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر اور اس کے تاسیسی رکن تھے، آپ نے جنوبی ہند کی درسگاہ مدرسہ باقیات الصالحات سے فراغت حاصل کی اور مدت تک اس مدرسہ کے مہتمم رہے، ۳۴ برس قبل بنگلور میں دارالعلوم سبیل الرشاد کے نام سے ایک مدرسہ اور ادارہ قائم کیا جو نہ صرف بنگلور بلکہ جنوبی ہند کے صحیح العقیدہ اور صحیح المسلک مستند اور مؤقر اور فیض رساں مدارس عربیہ کی صف اول میں سے ہے، مولانا ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے بھی رکن تھے اور امارت شرعیہ کرناٹک کے امیر شریعت، وفات کے وقت عمر تقریباً ۸۰ برس تھی، بنگلور جانا ہوتا تو مدرسہ باقیات الصالحات میں کچھ قیام اور خطاب بھی ہوتا اور مولانا کی ہم نشینی اور کرم فرمائی کا شرف بھی حاصل ہوتا، ان کے صاحبزادہ گرامی مولانا اشرف علی صاحب اپنے نامور والد کے قائم مقام اور جانشین ہوئے، جو ان کی حیات میں بھی مدرسہ کے انتظام و اہتمام اور دینی فرائض و رہنمائی کی تکمیل و انصرام میں ان کے دست راست اور معاون خاص تھے۔

عالم اسلام اور عالم عربی کے دو جلیل القدر فضلاء اور حامیان دین کا انتقال

عالم عربی بلکہ عالم اسلامی کے ایک راسخ العلم، صحیح الفکر، رجوع الی الاسلام

www.abulhasanalinadwi.org

کے طاقتور داعی اور مسلمان مفکر اور مصنف اور باحث شیخ محمد الغزالی کا ۱۹ ؍ شوال ۱۴۱۶ھ (۹ ؍ مارچ ۱۹۹۶ء) کو اناسی سال کی عمر میں ریاض میں انتقال ہو گیا، شیخ کے خاندان کو مصر سے بلانے کے لئے خادم حرمین شریفین ملک فہد نے ایک مخصوص طیارہ مصر بھیجا تاکہ ان کا خانوادہ جنۃ البقیع میں ان کی تدفین میں شرکت کر سکے، وہاں شیخ شہداء وصالحین اور دعاۃ و محدثین کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

راقم سطور جب جنوری ۱۹۵۱ء میں مصر گیا اور وہاں چار مہینے کے قریب اس کا قیام، اور دورہ رہا، اور وہاں کے مصنفین و ادباء، اہل طرز خاص اور اصحاب فکر و نظر اور دین کے داعیوں اور ترجمانوں سے ملاقاتیں اور مکالمے رہے جن کی روداد راقم نے اپنے سیاحت نامہ اور روزنامچہ "مذکرات سائح فی الشرق العربی" میں درج کی ہے[1]) تو وہ جن فضلائے دین کے ترجمانوں اور دعوتی و تحقیقی کام کرنے والوں اور وقت کے فتنوں اور مزعومہ روشن خیالی اور ترقی پسندی کی دعوت و کوشش کا مقابلہ کرنے والوں سے خاص طور پر متأثر ہوا اور ان میں اس نے وہ سطحیت و مرعوبیت اور مزعومہ روشن خیالی نہیں پائی، ان میں جامع ازہر کے فاضل اور تحریک اخوان المسلمین کے ترجمان شیخ محمد الغزالی تھے، جو شعبۂ اوقاف کے ڈائرکٹر، ادارۃ الدعوۃ الاسلامیہ کے منیجر اور وزارت اوقاف کے وکیل بھی رہے۔

ان کی بڑی خصوصیت علوم شریعت میں گہری و وسیع نظر اور اس کی صحیح اور جرأت مندانہ ترجمانی تھی، راقم نے اپنے روزنامچہ مصر پر نظر ڈالی تو ۱۹ شوال کو مقامات

---

[1] اس کتاب کا اردو میں ترجمہ مولانا شمس الحق صاحب ندوی استاد دارالعلوم و مدیر "تعمیر حیات" کے قلم سے "مشرق اوسط کی ڈائری" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

وہ نکلے جن میں ان سے ملاقات یا مکالمہ رہا یا ہم سفری ورفاقت، راقم نے ان کے ساتھ قاہرہ کے مضافات اور مصر کے بعض اضلاع اور مرکزوں کا دورہ بھی کیا جن میں بنہا، قویسنا اور عزیزیہ کا سفر اور مصر کے بعض دیہات شامل ہیں۔ وہ تقریباً ۴۰ کتابوں کے مصنف ہیں، ۱۴۰۹ھ کو ان کو اسلامی خدمات پر شاہ فیصل عالمی ایوارڈ ملا، سال رواں ۱۹۹۶ء میں المنظمة الإسلامية للتربية والعلوم ایسیکو نے بھی سلطان حسن عالمی ایوارڈ کے لئے نامزد کیا اور انعام کا اعلان بھی کر دیا لیکن یہ خبر اس وقت شائع ہوئی جب شیخ اس دنیا سے رحلت کر چکے تھے، مرحوم خاکسار راقم کی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمين" اور دوسری عربی تصنیفات کے بارہ میں جو بلاد عربیہ سے شائع ہوئیں یا ان کی نظر سے گزریں اچھا خیال اور تأثرات رکھتے تھے اور راقم سطور سے ایک دوستانہ بلکہ برادرانہ تعلق محسوس ہوتا تھا۔

دوسرا علمی و دینی حادثہ شیخ الازہر شیخ جاد الحق علی جاد الحق کی وفات ہے۔ جو ۲۵ر شوال ۱۴۱۶ھ کو پیش آئی، شیخ جاد الحق مرحوم عالم اسلام کی سب سے بڑی اور قدیم ترین دانش گاہ جامع ازہر کے ان شیوخ (وائس چانسلرس) میں تھے جنہوں نے جامع ازہر کی عظمت، اس کے ذریعہ دین کی عالمگیر نمائندگی، اس کے بارہ میں غیرت اور حفاظت، دینی روایات اور علمی عظمت کو برقرار رکھنے کی وراثت کا مظاہرہ کیا، وہ کچھ عرصہ مصر کے قاضی عام بھی رہے پھر ۱۹۸۲ء میں وزیر اوقاف کے منصب پر فائز ہوئے، ۱۷ر مارچ ۱۹۸۲ء میں انھوں نے شیخ ازہر کا منصب جلیل سنبھالا اور مرتے دم تک (۱۴ سال) اس عہدہ پر فائز رہے اور خوش اسلوبی سے نباہا، اس طویل عرصہ میں کبھی انھوں نے مداہنت سے کام نہیں لیا بلکہ (جیسا کہ علامہ یوسف القرضاوی نے

ان کی وفات پر لکھا ہے) جب بھی اسلام کی پیشانی پر شکن آنے لگتی وہ سینہ سپر ہو کر خطرہ کا مقابلہ کرتے سرزمین مصر پر اسلام کے خلاف جو فتنہ اٹھتا وہ اس کے خلاف صدا بلند کرتے،" بعض بڑے نازک موقعوں پر جب بعض دوسرے ممالک اور حکومتوں کی اسلامی احکام اور شریعت کے خلاف سازش کے نتیجہ میں کوئی اجتماع یا کانفرنس ہوتی تو شیخ جاد الحق اس کے خلاف بھی آواز بلند کرتے، بیت المقدس اور فلسطین کے بارہ میں بھی ان کا وہی جرأت مندانہ اور خوددارانہ موقف تھا جو ایک غیور مسلمان اور عالم دین کا ہونا چاہیے، راقم سے ان کی ملاقات رابطۂ عالم اسلامی کے صدارتی اسٹیج پر ہوئی، اور ساتھ بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا، ان کو ایک دوست نے "المرتضیٰ" کا نسخہ قاہرہ میں پیش کیا تو انھوں نے اس کی بڑی قدر کی اور تحسین فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، اور جامع ازہر کو پھر ایک بلند مرتبہ، صاحب عزت وحمیت شیخ عطا فرمائے کہ ان کے جانشین اور موجودہ شیخ سے ازہر کی تاریخ کو بڑا داغ لگ رہا ہے اور دین کی تحریف اور غلط رجحانات کی تائید کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں رواق عبد الحی کا افتتاح

دار العلوم ندوۃ العلماء کے وسیع احاطہ میں جہاں ہند و بیرون ہند کے زیر تعلیم طلبہ ایک ایسی تعداد میں جو الحمد للہ بڑھتی جارہی ہے اقامت گزیں ہیں، کئی رواق (دار الاقامہ یا ہوسٹل) پائے جاتے ہیں اور وہ سب ندوۃ العلماء کے بانیوں یا محسنوں یا قابل فخر فضلاء کے نام سے موسوم ہیں، ان میں سے ایک قدیم تر رواق علامہ شبلی نعمانی کے نام سے رواق نعمانی یا شبلی ہوسٹل کے نام سے موسوم ہے، یہ قدیم ترین

www.abulhasanalinadwi.org

دار الاقامہ ہے، جو مولانا حکیم سید عبد الحی صاحبؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء کی حیات ہی میں تعمیر ہوگیا تھا، اس کے بعد ان کے فرزند گرامی قدر ڈاکٹر حکیم مولوی سید عبد العلی صاحب مرحوم کے دور نظامت میں رواق رحمانی (موسوم بنام حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری بانی وناظم ندوۃ العلماء) اور ایک رواق سلیمانی فخر ندوۃ العلماء اور فخر عہد مولانا سید سلیمان ندویؒ کے نام پر بنا اس کے بعد بھی طلبہ کی جدید آمد اور روز افزوں کثرت کی بنا پر ایک نئے دار الاقامہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو ناچیز راقم کے دور نظامت میں منشی اطہر علی صاحب کاکوروی مرحوم کے نام پر ایک نئے رواق کی "رواق اطہر" کے نام سے بنیاد رکھی گئی اور تعمیر عمل میں آئی، منشی اطہر علی صاحب جمعیۃ ندوۃ العلماء اور اس کے دار العلوم کے ممتاز ترین محسنوں اور معماروں میں تھے، زمین کا یہ رقبہ بھی جس پر دار العلوم واقع ہے غالباً ان کا عطیہ یا تعاون اور کوشش کا نتیجہ ہے جس پر دار العلوم اور اس کے سب متعلق شعبے قائم ہیں، ندوۃ العلماء کی سرپرستی اور ذمہ داری میں حصہ لینے کی وجہ سے وہ انگریزی حکومت وقت کے معتوب بن گئے جو اس تحریک وادارہ کو شبہ اور خطرہ کی نظر سے دیکھتی تھی، ان کو اس کی وجہ سے ہندوستان کو خیرباد کہنا پڑا اور وہ مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے، ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) میں ان کا انتقال ہوا اور وہ بقیع شریف میں دفن ہوئے، راقم سطور نے اسی رواق کی افتتاحی تقریب میں یہ کہا تھا کہ ان کا ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ بموجب حدیث "الأرواح جنود مجندۃ فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف" ایک مقبرہ میں مدفون اصحاب ایک دوسرے سے تعارف ومکالمہ بھی کر سکتے ہیں، کیا عجب ہے کہ بقیع شریف کے کسی آسودہ خاک نے ان سے پوچھا ہو کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اور یہاں کیسے

www.abulhasanalinadwi.org

آتے ہیں، انھوں نے اس تقریب سے ندوۃ العلماء کے قیام اور انگریزی حکومت کی مخالفت کو اس نقل مکانی اور ہجرت کا سبب بتایا ہو اور اس طرح ندوۃ العلماء کا نام بلندیٔ شرف کے عالی مرتبہ مدفونین میں پہنچ گیا ہو۔

اس رواق کے بعد جو "رواق اطہر" کے نام سے مشہور ہے طلبہ کی کثرت اور جدید آمد کی بنا پر ایک نئے رواق (دار الاقامہ) کے اضافہ اور تعمیر کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ دار العلوم کے مغربی شمالی جانب ایک سہ منزلہ اقامت گاہ کی تعمیر ہوئی اور مولانا محبوب الرحمن صاحب ازہری نے جو ان اقامت خانوں کے نگرانِ اعلیٰ ہیں اس کا نام رواق عبدالحی تجویز کیا، معتمد تعلیم ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی صاحب بھی اس تجویز میں شریک تھے، ان کا علم راقم سطور کو بھی اس تجویز کے منظور ہو جانے کے بعد ہوا۔

۹ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۹۶ء کو اس نئے دار الاقامہ کے افتتاح اور اس سلسلہ میں ایک تعارفی اور رہنما تقریب منعقد کرنے کی تجویز منظور ہوئی، ۲۸ اپریل کو بعد نماز مغرب رواقِ اطہر کے سامنے جلسہ کا انتظام کیا گیا، دار العلوم کے ذمہ داران اور کارکنان مولوی ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم، مولوی قاضی معین اللہ ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء، مولوی سید محمد رابع ندوی مہتمم دار العلوم، مولانا محبوب الرحمن ازہری اور اساتذہ، شہر کے متعدد اعیان شریک مجلس تھے، اس سے پیشتر عمارت کی دوسری منزل اور دار المطالعہ میں مہمانوں اور اساتذہ کے ساتھ ناچیز راقم سطور نے اس اقدام کی قبولیت اور اس رواق میں قیام کرنے والے طلبہ کی توفیق اور استفادہ کے لئے دعا کی اور کرائی، جس میں اس کو خاص اثر محسوس ہوا۔

— بعد مغرب رواق اطہر کے سامنے لان پر جلسہ منعقد ہوا، طلبہ بلا تکلف سبزہ زار

www.abulhasanalinadwi.org

پر بیٹھ گئے، کچھ کرسیاں مہمانوں اور اساتذہ کے لئے بچھادی گئیں، ایک مختصر ڈائس بھی بنایا گیا جس پر ذمہ داروں اور مہمانوں کی نشست تھی، باہر سے مولانا نور الحسن صاحب راشد کاندھلوی کاندھلہ سے اور مولانا عبداللہ صاحب مغیثی میرٹھ سے تشریف لائے تھے تلاوت و ترانۂ حمد کے بعد پہلے معتمد تعلیم مولوی ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی نے ایک تمہیدی تقریر کی، جس میں نئے رواق کی تعمیر کی ضرورت اور اس کی وجہ تسمیہ پر روشنی ڈالی، اور قدیم رواقوں اور جن کے نام سے وہ موسوم ہیں ان کا بھی ذکر کیا، پھر جس نام نامی سے یہ رواق موسوم ہو رہا ہے اس کے تعارف میں کچھ کہا، اور ندوۃ العلماء کے سلسلہ میں اُن کی خدمات اور مساعی پر روشنی ڈالی، اس تمہیدی تعارف کے بعد مولوی محمد خالد ندوی غازی پوری استاد حدیث دار العلوم نے مولانا سید عبدالحیؒ کی سوانح پر مشتمل ایک مختصر مقالہ پڑھا جو "حیات عبدالحی" کا تقریباً خلاصہ اور نمائندہ تھا، پھر مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی نے (جو وسیع مطالعہ اور خاص تاریخی مذاق رکھتے ہیں اور جن کے اجداد اور خاندانی بزرگوں کا روحانی تعلّق سیّد احمد شہید سے رہا ہے) حیات عبدالحیؒ پر ایک پُر اثر مقالہ پڑھا، پروفیسر محمد یونس نگرامی چیرمین اردو اکیڈمی نے مختصر تقریر میں اعلان کیا کہ وہ مولانا حکیم سیّد عبدالحیؒ پر ایک عالمی سیمینار کا ارادہ رکھتے ہیں، اقلیتی کمیشن کے چیرمین احمد حسن صاحب نے بھی جو شریک اجلاس تھے ایک مختصر تقریر کی جس میں اس تعلیمی مرکز اور اس کے بعض ذمہ داروں کے بارہ میں اپنے تأثر اور عقیدت کا اظہار کیا اور ملک میں ان کی افادیت پر روشنی ڈالی۔

آخر میں راقم سطور نے اس عظیم شخصیت پر جس کے نام سے یہ دار الاقامہ موسوم کیا جارہا ہے کچھ تاریخی اور علمی انداز میں روشنی ڈالی اور کہا کہ اب تک ترکی سے لے کر

www.abulhasanalinadwi.org

انڈونیشیا تک اور مراکش سے لے کر یمن تک علماء و مشائخ، مصنفین و محققین، مصلحین اور داعیان دین، بانیانِ سلطنت اور حاکمانِ وقت کے حالات میں (جن کو عربی میں اعلام کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے) جو کتابیں لکھی گئی ہیں یا تو ان میں ایک ایک صدی کے مشاہیر کے حالات ملتے ہیں، یا ایک ایک فن اور موضوع کی ممتاز شخصیتوں کے مثلاً علوم دینیہ (تفسیر، حدیث فقہ) یا علوم ادبیہ وغیرہ[1] ایسا مجموعہ جس میں تاریخ اسلام کی صدیوں کے اندر پیدا ہونے والے اور مختلف الموضوع اور مختلف الکمال شخصیتوں کا ذکر ہو۔ نزهۃ الخواطر کے سوا کہیں نہیں ملتا، یہ اپنے تاریخی رقبہ میں بھی ممتاز ہے اور اپنے جغرافی رقبہ میں بھی، کہ وہ نہ کسی قرن و عہد سے مخصوص ہے نہ کسی صوبہ یا رقبہ سے۔

مولانا مرحوم کی دوسری کتاب جو "الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند"، کے نام سے دمشق کی بلند مرتبہ عالمی شہرت کی اکیڈمی "المجمع الاسلامی العلمی"، (حال میں موسوم مجمع اللغۃ العربیۃ دمشق) نے شائع کی اور اس کے دو ایڈیشن نکلے، وہ ہندوستان کی علمی خدمات اور تصنیفات کا ایک تعارف، ریکارڈ یا ایک علمی تاریخی، تصنیفی و علمی ڈائرکٹری کی حیثیت رکھتی ہے جس میں صرف و نحو کے علم سے لے کر حقائق و معارف، فلسفہ و عقلیات تک کی تصنیفات کی کتابوں کی فہرست ہے جو ہندوستان کے علماء و مصنفین کے قلم سے نکلیں اور جن کا کوئی نسخہ کسی کتب خانہ میں پایا جاتا ہے یا ان کا ذکر کسی کتاب میں آتا ہے، اس موضوع پر جامعیت و وسعت کی مثیل بھی کوئی کتاب کسی اور ملک

---

[1] اس سلسلہ میں ایک ایک صدی یا ایک ایک موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا باعتبار صدی یا موضوع کے ناموں کا ذکر "کاروانِ زندگی" کے اسی حصہ کے ابتدائی صفحات میں آچکا ہے، کتاب کا تفصیلی تعارف بھی گزر چکا ہے، یہاں "رواق عبد الحی" کے افتتاحی جلسہ کی مناسبت سے تقریر میں اس تصنیفی و تحقیقی کارنامہ پر اجمالی طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یا اسلامی زبان میں ہمارے علم میں نہیں ہے، اسی طرح ان کی ایک تیسری کتاب جو دائرۃ المعارف العثمانیہ کی طرف سے "الہند فی العہد الاسلامی" کے نام سے شائع ہوئی ہے ایک بصیرت افروز اور پُراز معلومات کتاب ہے، جس میں ہندوستان کے اسلامی عہد کے بارہ میں تاریخی معلومات، مسلمان حکومتوں کے احسانات، نظم و نسق رفاہ عام کے کاموں اور خدمات کی تفصیلات ہیں، ان علمی کارناموں کو سامنے رکھ کر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یورپ میں جو کام "اکیڈمی" کرتی ہے مشرق میں اسے "ایک آدمی" کر لیتا ہے، اور اخیر دور میں یہ فخر ہندوستان کو حاصل ہوا[1]۔

اس تقریر پر یہ نشست ختم ہوئی، اس کا انتظام پہلے سے سوچ لیا گیا تھا کہ اس رواق میں مولانا مرحوم کی تصنیفات کا ایک ذخیرہ موجود رہے جس سے طلبہ استفادہ کر سکیں، نیز آویزاں کتبوں سے بھی ان کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہو سکیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رواق کو جو اس کے ایک مخلص اور باکمال بندہ کے نام پر قائم ہوا ہے مفید اور نافع بنائے اور یہاں سے فارغ ہو کر دہ لوگ نکلیں جو تحقیق و تصنیف کا بھی کام کریں اور اصلاح و دعوتِ دین کا بھی۔

ہندوستان کے پیمانہ پر نئے انتخابات

— یہ عنوان اس قابل تھا کہ اس کا مصرعہ کی شکل میں لکھا جاتا ؏

---

[1] اردو میں بھی مولانا مرحوم کی دو محققانہ بلند پایہ کتابیں ہیں، ایک "گل رعنا" (تذکرۂ شعرائے اردو) جس میں اردو شعراء کے تذکرہ کے بارے میں مقبول و مشہور ترین کتاب "آبِ حیات" (مصنفہ مولوی محمد حسین آزاد) کی بعض بے احتیاطیوں اور خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، دوسرے "یادِ ایام" جو صوبہ گجرات کی ایک مبصرانہ تاریخ اور وہاں کے مشاہیر رجال کا تعارف ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

اس لئے کہ اب ملک میں جو جنرل الکشن (انتخابات عامہ) ہونے والے تھے، سیاسی جماعتوں کے مقاصد کے نہ صرف اختلاف بلکہ تضاد، فرقہ وارانہ بنیاد پر نہ صرف اقتدار کی کوشش بلکہ دوسرے فرقہ کے مخصوص دیومالائی مذہب، تہذیب، ثقافت (CULTURE) اور زبان کی بیخ کنی کے نہ صرف عزائم بلکہ کھلے ہوئے اعلانات اور دھمکی آمیز خطابات اور تحریرات پر مبنی تھے، اس میں خاص طور پر (B. J. P.) جس کو بعض اہم صوبوں میں اقتدار بھی حاصل ہوا تھا اور اس کو اپنے عزائم اور وعدوں کو پورا کرنے کا موقع بھی ملا تھا، اس میدان میں پیش پیش تھی، اس کے عزائم و اعلانات میں آبادی کے غیر ہندو عناصر اور مخصوص مذہب و تہذیب و ثقافت رکھنے والے فرقوں کی (جن میں مسلمان ہی زیادہ تر مقصود و نشانہ تھے) معنوی، ذہنی، تہذیبی، ثقافتی و تعلیمی، لسانی و ادبی نسل کشی پیش نظر تھی، جو نسل کشی (GENOCIDE) کی سب سے وسیع اور مہیب شکل ہے، دوسرے معنوں میں وہ ہندوستان کو ایک دوسرا اسپین بنا دینا چاہتی ہے جہاں کے مسلمان اور عرب صرف تاریخ ہی کے ذریعہ جانے اور پہچانے جاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ صدیوں تک رہے، انھوں نے حکومت کی اور دنیا کے سامنے ایک ترقی یافتہ تہذیب و ثقافت اور علوم و عقلیات و ادبیات اور علمی و دینی تحقیقات کے نمونے پیش کئے جن سے حقیقت پسند مغربی مؤرخین کے اعتراف کے مطابق یورپ نے اپنے ترقی و اکتشافات و فتوحات کے لئے دور بیداری و ترقی (RENOUNCE PERIOD) میں فائدہ اٹھایا،[1] اس سلسلہ میں مسٹر اڈوانی، اٹل بہاری

---

[1] ہندو احیائیت (HINDU REVIVALISM) کے عزائم اور کوششوں کے سلسلہ میں گرو گولوالکر کی دو کتابیں (WE—OUR NATION DEFINED) اور دوسری (BUNCH OF THOUGHT)

(باقی ص ۲۳۸ پر)

باجپئی اور شیو سینا کے قائد اور رہنما بال ٹھاکرے خاص طور پر قائدانہ و مفکرانہ کردار ادا کر رہے تھے اور ہندو احیائیت (HINDU REVIVALISM) کے خاص داعی اور قائد تھے، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور بھارتیہ جنتا پارٹی (B. J. P.) اسی فلسفہ اور تحریک پر عقیدہ رکھتی ہیں اور ان کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

دوسری طرف یہ ایک سانحہ اور المناک حقیقت ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی قائدانہ جماعت اور مکتب خیال (انڈین نیشنل کانگریس) جس کی کوششوں اور قربانیوں کو ہندوستان کی آزادی میں بڑا دخل ہے اور اس کا سہرا اس کے سر بندھتا ہے) اپنی بعض کوتاہیوں، مؤثر اور مخلص و بے غرض قائدین و رہنماؤں کے فقدان کی وجہ سے بے اثر اور ملکی قیادت سے تقریباً کنارہ کش ہو گئی تھی، اس کی بنیاد جمہوریت (DEMOCRACY) نامذہبیت (SECULARISM) اور عدم تشدد (NON VIOLENCE) پر تھی جو اس ملک کی صورت حال، مختلف مذاہب اور فرقوں کا قدیم وطن و مسکن ہوتے اور ان کے تاریخی کارناموں اور تہذیبی و علمی و اخلاقی خدمات اور بین الاقوامی شہرت اور موجودہ دور میں بھی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بڑے دانشمندانہ اصول اور بنیادی حقائق تھے جن کی رعایت اور پابندی کئے بغیر یہ ملک کسی دور میں بھی پر امن، با اعتماد و احترام اور تعاون و اشتراک عمل کی زندگی نہیں گزار سکتا، کانگریس عرصہ سے بجائے ایک تحریک (MOVEMENT) کے قائم اور سرگرم رہنے کے انتظامیہ (ADMINISTRATION) میں محدود

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۷) بی جے پی کے عزائم اور اس کے بعض صوبوں میں اقتدار اور نتائج کے بارہ میں کاروانِ زندگی حصہ پنجم کے صفحات ۶۰-۷۸، کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

لہ بال ٹھاکرے کے نظریات اور اعلانات کے لئے ملاحظہ ہو، کاروانِ زندگی حصہ پنجم از ص ۴، تا ص ۵،

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگورہ گئی اور جیساکہ کتاب کی جلد پنجم میں کہاگیاہے کہ انتظامیہ سے عام طور پر (جا بے جا) شکایات ہوتی ہیں، وہ کسی تحریک، تبدیلی خیال اور تربیت عوام کا کام نہیں کرسکتی اس کے نتیجہ میں جون ۱۹۹۱ء کے الکشن میں بی جے پی، یوپی میں برسر اقتدار آگئی اور اس نے حکومت بنالی، یہ حکومت اگرچہ زیادہ دن نہیں رہی لیکن اس کے قائدین نے اپنے دوروں اور نشر واشاعت کے ذرائع سے ملک کی اکثریت پر گہرا اثر ڈالا، پھر اپنی پارٹی کو ہندو اکثریت میں مستحکم ومقبول بنانے کے لئے اجودھیا میں واقع بابری مسجد کو منہدم کرکے ہندو اکثریت میں اور ہندو احیاپرست کے داعیوں اور حامیوں میں مزید مقبولیت حاصل کی۔

۱۹۹۶ء کے اوائل سے نئے الکشن کے لئے جب جدوجہد اور دوروں کا آغاز ہوا تو ملک کی صورت حال یہ تھی کہ ایک طرف بی جے پی اور اس کی اگر پورے طور پر حمایت کرنے والی نہیں لیکن اس کی قدر کرنے والی اور اس کے برسر مقابل نہ آنے والی جماعتیں تھیں۔ اس صورت حال میں صرف ایک جنتا پارٹی تھی جس میں کچھ حقیقت پسند وسیع الفکر اور جمہوریت نواز قائدین تھے، جو کسی نہ کسی درجہ میں ان تین اصولوں پر یقین رکھتے تھے یا ان کو ہندوستان جیسے ملک کے لئے موزوں اور مفید سمجھتے تھے مگر افسوس ہے کہ اس پارٹی میں کوئی بڑا بارسوخ آزمودہ کار اور باوقار قائد نہ تھا، وی. پی. سنگھ جو کسی حد تک اس کے لئے موزوں تھے اور تقریباً ڈیڑھ سال ملک کے وزیر اعظم رہ چکے تھے اس وقت اپنی کسی تکلیف یا بیماری، یا سیاسی مصلحت اور نتائج کی طرف سے پورے طور پر مطمئن نہ ہونے کی بناء پر الکشن میں کھڑے نہیں ہوئے تھے[1]، جنتا پارٹی میں سماج وادی

---

[1] الکشن سے کچھ روز پہلے وہ راقم سے رائے بریلی ہمارے مسکن (دائرہ شاہ علم اللہ) میں ملنے (باقی صفحہ ۲۴۰ پر)

پارٹی کے لیڈر ملائم سنگھ یادو جی سابق وزیر اعلیٰ صوبجات متحدہ (یوپی) کی ایک شخصیت تھی جس سے راقم شخصی طور پر واقف، ان کی جمہوریت نوازی نا فرقہ واریت کا معترف اور لکھنؤ میں رہنے کی وجہ سے کسی حد تک شاہد عینی تھا، ان کے علاوہ بھی کچھ شخصیتیں تھیں جن کے اعلان وکردار سے راقم دوسری پارٹیوں کے مقابلہ میں زیادہ واقف اور مطمئن تھا اس لئے اس کی جذباتی حمایت، اور فکری تائید جنتا پارٹی کے ساتھ تھی، لیکن اس نے اخبارات کے نمائندوں کو انٹرویو دینے اور متعین طور پر کسی پارٹی کی حمایت میں احتیاط برتی، اس صورت حال میں بعض اخبارات میں اس کے نام سے بعض فرضی انٹرویو و مضامین کانگرس کی حمایت میں شائع ہوئے، اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ کانگرس کو وہ اس وقت تک تمام سیاسی پارٹیوں پر ترجیح دیتا رہا ہے اور اسی کو زیادہ وسیع النظر، وسیع القلب اور آزمودہ کار سیاسی جماعت اور ہندوستان کی جنگ آزادی کا ہیرو سمجھتا رہا اور اس کے خاندان اور بزرگوں کا جذباتی اور فکری تعلق (تحریک خلافت کے اشتراک اور علمائے حق کی شرکت کی وجہ سے) اسی سے رہا ہے، لیکن اب وہ اس جماعت میں قحط الرجال، جرأت وحقیقت پسندی کی کمی اور کسی مقبول و متفق علیہ شخصیت کے نہ ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ پر امید نہ رہا تھا، اپنی آخری ملاقات میں (جو دسمبر میں وزیر اعظم ہند نرسمہا راؤ جی سے خود ان کی طلب و دعوت پر دہلی میں ہوئی) کہا تھا کہ: "نرسمہا راؤ جی ملک اس وقت بالکل لاوارث ہو رہا ہے، قیادت اور تحریک کا فقدان ہے اور بیحد خطرہ کی بات ہے۔

(الیکشن کی مہم) کے سلسلے آنے تھے، اس سے پہلے وہ بار بار شریفانہ اور دوستانہ طریقہ پر ملتے رہے تھے، انھوں نے جنتا پارٹی کی تائید میں اظہار خیال کیا اور خود کھڑے نہ ہونے کا عذر بیان کیا۔

۲۴ مارچ ۱۹۹۶ء کو جب چیف الکشن کمیشن کے جاری کردہ الکشن نوٹیفکیشن (ELECTION NOTIFICATION) کے بعد الکشن کی سرگرمی شروع ہوئی اور سارے ملک پر ایک طوفان اور آندھی کی طرح الکشن، حمایت ومخالفت، دوروں اور تقریروں کی ایک گھٹا چھاگئی، درجن ڈیڑھ درجن پارٹیاں تھیں اور سیکڑوں کی تعداد میں آزاد امیدوار تھے، جہاں تک امیدواروں اور پارٹیوں کا تعلق ہے نظر آیا کہ جیسا ڈر تھا بی۔ جے۔ پی کو بہت کم نے سپورٹ (SUPPORT) کیا، پولنگ اپریل و مئی کی تاریخوں میں ہوئی، دیوے گوڑا (وزیر اعلیٰ کرناٹک) جو متحدہ محاذ کے قائد تھے اس وقت حامیوں اور مؤیدین کی اکثریت رکھتے تھے وہ صدر جمہوریہ کی دعوت کا انتظار کرتے رہے لیکن صدر نے بی۔ جے۔ پی کے لیڈر مسٹر اٹل بہاری باجپئی کو دعوت دے دی، انھوں نے اپنا پرچہ داخل کیا اور ۱۵ مئی کو وزارت عظمیٰ کے لئے حلف اٹھایا اور وہ (عارضی طور پر) وزیر اعظم منتخب ہوئے اس وقت اس اندیشہ نے کہ کہیں وہ مستقل وزیر اعظم نہ قرار پائیں اور ان کو حمایتیوں اور مؤیدین کی اکثریت حاصل ہوجائے، ہندوستان عمومی طور پر ایک انتشار، اندرونی اختلافات اور تصادم اور اقلیتیں بالخصوص مسلمان معنوی نسل کشی اور دینی وفکری ارتداد کا اگر نشانہ نہیں تو اس خطرہ میں نہ پڑجائیں[1]، ملت کا درد رکھنے والے ہی نہیں اور اسلامی حمیت وغیرت کا جذبہ رکھنے والے ہی نہیں بلکہ ملک کے سچے بہی خواہ، صحیح الفکر اور ملکوں اور معاشروں کی تاریخ پر گہری نظر رکھنے والے اندیشہ میں پڑگئے کہ اس ملک کی تعمیر وترقی، نیک نامی بلکہ دوسرے ملکوں کی قیادت کی اہلیت اور مواقع کے بجائے یہ ملک خود خانہ جنگی، باہمی تصادم اور اپنی توانائی کو ضائع کرنے

[1] انھوں نے اس کا بھی اعلان کیا تھا کہ وہ مشترک عائلی قانون (UNIFORM CIVIL CODE) کا بھی نفاذ کریں گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کے خطرہ کا نشانہ نہ بن جائے، اس وقت سوائے دعا اور اللہ سے امید رکھنے کے سوا کہ یہ ملک اولیاء اور مجددین کی سرزمین، انسانیت دوست، ایثار پیشہ، حریت اور مساوات کے داعیوں کا موطن و مرکز اور محنتوں اور قربانیوں کا میدان ہے، اللہ تعالیٰ اس میں آزادی سے اپنے عقیدہ اور مفید انسانیت اصول و اخلاق و تعلیم پر عمل کرنے اور اسی پر اپنی آئندہ نسل کو تیار کرنے کی آزادی برقرار رکھے۔ اور اپنی صلاحیت و توانائی صرف جان و ایمان کی حفاظت پر صرف کرنے کے بجائے دوسروں کو نفع پہنچانے اور تبلیغ حق پر بھی صرف کرنے کی توفیق اور موقع دے، چند دنوں کے اس تاریخی وقفہ میں اٹل بہاری باجپئی جی نے بحیثیت عارضی وزیر اعظم کے دورہ کرنا شروع کر دیا اور خاص طور پر صوبجات متحدہ (یو۔پی) کے پرانے شہروں کا دورہ کیا اور ہر جگہ ان کی بڑی پذیرائی اور اعزاز ہوا۔

اس سلسلہ میں کسی سیاسی کوشش اور جوڑ توڑ کے بجائے اچانک انھوں نے یہ محسوس کر کے کہ وہ حمایت کے ووٹ حاصل کرنے کے وقت اپنی اکثریت ثابت نہ کر سکیں گے اور ان کو شرمندگی اٹھانی پڑے گی، انھوں نے ۲۸ مئی کو صدر جمہوریہ کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا، ان کی تصویر اخباروں میں آئی کہ وہ چہرے پر شرمندگی کے ساتھ ہاتھ رکھے ہوئے استعفیٰ پیش کر رہے ہیں، ۱۱ مئی کو صدر جمہوریہ نے متحدہ محاذ کے صدر دیوے گوڑا کو وزیر اعظم منتخب کیا اور انھوں نے وزیر اعظم کے طور پر حلف اٹھایا، ۱۳ جون ۱۹۹۶ء کو انھوں نے اعتماد کا ووٹ حاصل کر لیا اور وہ ملک کے نئے وزیر اعظم قرار پائے۔ "وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ"۔

جنوبی ہند کا چند روزہ قیام اور دورہ

شمالی ہند میں سخت گرمی، بارش میں تاخیر ہونے، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک مہینہ گرمی کی تعطیل ہونے کی وجہ سے خیال ہوا کہ پچھلے سالوں کے معمول کے مطابق گرمی کی شدت کا زمانہ بمبئی میں مہربان دوست، کریم النفس میزبان، حاجی غلام محمد صاحب (معروف بہ محمد بھائی) مالک بمبئی آندھرا ٹرانسپورٹ کمپنی کی کوٹھی سہاگ پیلس واقع مدن پورہ میں وقت گزارا جائے اور وہاں ناتمام تحریری کاموں کی تکمیل کی جائے اس پروگرام کے تحت ۲۸ر مئی ۱۹۹۴ء کو لکھنؤ سے بمبئی کا ہوائی جہاز سے سفر کیا گیا، دو ہفتے کے قریب وہاں قیام رہا اور حسب معمول بڑے سکون وراحت اور اطمینان و خلوت کے ساتھ تحریری و تصنیفی کام میں مشغولیت رہی، ہمارے دونوں رفیق خاص حاجی عبدالرزاق رائے بریلوی اور تحریر معاون و کاتب مولوی نثار الحق ندوی ساتھ تھے، پہلے سیرت پر اپنی عربی کتاب "السیرۃ النبویۃ" مطبوعہ دار الشروق جدہ کے دسویں ایڈیشن میں جو اضافے لکھنؤ کے قیام میں کئے تھے ان کو اردو میں منتقل کر کے اس کے اردو ترجمہ میں جو "نبی رحمت" کے نام سے شائع ہوا ہے شامل کیا گیا، اس کام میں مولوی عبدالرزاق ندوی اور مولوی نثار الحق ندوی سے مدد ملی، پھر کاروانِ زندگی کے حصہ ششم کی تکمیل میں مصروفیت رہی، بمبئی کے قیام میں صرف جمعہ کی نماز کی ادائگی کے لئے (جو ہمیشہ جامع مسجد میں ہوتی ہے) کوٹھی سے اترنا اور شہر میں جانا ہوتا تھا، باقی سارا وقت اسی پرسکون وراحت ماحول میں اور تحریر و تصنیف میں گزرتا تھا۔ عصر کے بعد محبی انیس چشتی صاحب "تاریخ دعوت وعزیمت" کا حصہ اول پڑھ کر سناتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بمبئی قیام کے دوران میں محب ومحترم ڈاکٹر سیّد قمرالدین صاحب کے قیام کی وجہ سے جو رفاقت اور طبی مدد کے لئے بمبئی تشریف لائے تھے اور ساتھ مقیم تھے، نیز پروفیسر انیس چشتی صاحب اور مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کے یکجا قیام اور رفاقت کی وجہ سے پوری دلبستگی اور مسرت رہی، ایک دن اپنے کرم فرما دوست ومحب بابو بھائی مہتہ کے شاندار ہوٹل بنام "SUBA PALACE" میں چند گھنٹے قیام رہا، عرصہ سے شوق تھا کہ سمندر میں جو "بحیرہ عرب" کے نام سے موسوم ہے اور اس کے ساتھ بہت سی دینی، تاریخی وجذباتی یادیں وابستہ ہیں سیر کی جائے، انھوں نے اس کا انتظام کیا اور انڈیا گیٹ سے موٹر لانچ پر بیٹھ کر بہت دور سمندر کی سیر کی، ہوٹل میں چند گھنٹے قیام کر کے شام کو "سہاگ پیلس" میں واپس آگئے۔ دو روز کے لئے لوناولہ بھی گئے جو بمبئی سے ۱۰۰ کلو میٹر کے فاصلہ پر بمبئی سے دو ہزار فٹ کی بلندی پر ہے، اور محب مکرم حاجی عبدالکریم صاحب ساکن جوگیشوری کی کریمانہ ضیافت میں رہے۔

وہاں سے آنے کے بعد ۱۵ / جون کو بنگلور بذریعہ ہوائی جہاز روانگی ہوئی، ہوائی جہاز چار گھنٹے کی تاخیر سے روانہ ہوا، بنگلور میں اپنے قدیم میزبان اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مخلص معاون جناب ضیاء اللہ شریف صاحب کی کوٹھی پر (جن کے تعاون اور دلچسپی کی بدولت دارالعلوم کے لئے بنگلور میں دو عمارتوں کی تعمیر ہوئی) قیام ہوا، باوجود اس کے کہ عصر کے وقت بنگلور پہنچنا ہوا تھا، اعلان کے مطابق مدرسہ سبیل الرشاد حاضری ہوئی جہاں بعد مغرب ایک جلسہ کے انعقاد اور طلبہ سے خطاب کا اعلان ہوگیا تھا، یوں بھی حضرت مفتی ابوالسعود صاحب بانی مدرسہ وامیر شریعت کرناٹک کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ بنگلور حاضری ہوئی تھی، تعزیت کے لئے بھی

وہاں حاضر ہونا تھا، ان کے صاحبزادہ گرامی مولانا مفتی اشرف علی صاحب ہوائی اڈہ پر تشریف لے آئے تھے اور جلسہ کی دعوت دی تھی۔

بعد مغرب جلسہ کا انعقاد ہوا، راقم نے راستہ میں سوچا تھا کہ عزیز طلبہ اور شریک محفل فضلاء کو ان کی ذمہ داریوں اور عہد حاضر کے تقاضوں کی طرف متوجہ کیا جائے جن کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور معاون دو اصولوں اور شعاروں کی پابندی و التزام ہے ایک اعلان حق، دوسرے ذاتی منفعت اور ہر طرح کے استحصال سے اجتناب اور زہد و استغناء انہیں دونوں چیزوں کی اس وقت دین کی حفاظت، شریعت کے تحفظ اور ملت کے اپنے خصوصیات و شعائر کے ساتھ بقاء و دوام کے لئے ضرورت ہے راقم اس کے لئے کسی آیت یا ماخذ کا انتخاب نہیں کر سکا تھا جس سے وہ اپنی تقریر شروع کرے لیکن قاری نے (اتفاقی طور پر) قرآن کی اس آیت سے قرأت کا آغاز کیا۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ	یہ سب (پیغمبران گزشتہ) ایسے تھے
وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا	کہ اللہ کے احکام پہنچایا کرتے تھے
اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ	اور اس باب میں اللہ ہی سے ڈرتے
حَسِيْبًا	تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے
(سورۃ الاحزاب - آیت ۳۹)	تھے، اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے

راقم نے اسی آیت کریمہ کی روشنی میں تقریر کی اور علمائے سلف کی بے نظیر حق گوئی جیسی کن اخلاقی جرأت و شجاعت اور ادائے فرض کی تابناک مثالیں، پھر ان کے ایثار و قربانی اور زہد و استغناء کے بعض مؤثر واقعات سنائے اور کہا کہ اس وقت دین و ملت کی حفاظت کی یہی شکل و شرط ہے اور ہمارے مدارس کے فضلاء اور ملت کے علماء کو اسی

راستہ پر چلنے کی ضرورت ہے۔

اگلے دن ۱۶ جون کو "ہاسن" روانگی ہوئی جو ہمارے میزبان ضیاء اللہ شریف صاحب کا وطن ہے، وہاں ایک دارالایتام اور بچوں کے گھر کے افتتاحی جلسہ میں شرکت اور خطاب کرنا تھا اور بنگلور کا سفر حقیقتاً اس مقصد کے لئے کیا گیا تھا جلسہ عصر کے بعد مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ کے افتتاحی خطاب سے شروع ہوا، جو بمبئی سے ہمسفر تھے، مغرب کے بعد راقم نے تقریر کی جس کا بنیادی اور عمومی مضمون اسلام میں رحمت کی اہمیت و فضیلت، قرآن میں اس کا مقام اور سیرت نبویہ میں اس کے مظاہر اور مثالیں پیش کیں اور اس مرکز و ادارہ کے قیام کو اسی کی تعلیم کا نتیجہ اور اس جذبہ محرک کا مظہر بتایا گیا۔

جلسہ میں بعض اہم شخصیتیں اور قدیم تعلقات کے حامل شریک تھے، جن میں بنگلور کے عزیز سیٹھ صاحب جن کی تحریک و دعوت پر نومبر ۱۹۶۶ء میں مسلم مجلس مشاورت کے ایک نمائندہ اور ممتاز وفد نے جنوبی ہند کا ایک عظیم الشان تاریخی دورہ کیا تھا، جس کی روداد راقم کے قلم سے "بارہ[12] دن ریاست میسور میں" کے نام سے شائع ہوئی تھی، جس کا آغاز مصحفی کے اس شعر سے کیا گیا تھا جو بہت حسب حال بشارت انگیز اور فال نیک تھا

چلی بھی جا جرس غنچہ کی صدا پہ نسیم
کہیں تو قافلۂ نو بہار ٹھہرے گا

ان کے علاوہ جناب مقصود علی خاں صاحب مدیر اخبار "سالار" اور پروفیسر بی شیخ علی صاحب سابق وائس چانسلر منگلور اور گوا یونیورسٹی اور مولانا اشرف علی صاحب مہتمم مدرسہ سبیل الرشاد قابل ذکر ہیں، بی شیخ علی صاحب نے ایک اچھا تجزیاتی مقالہ بھی پڑھا،

www.abulhasanalinadwi.org

جس میں مختلف مناسبتوں سے ندوۃ العلماء اور اس کی خدمات کا بھی ذکر کیا، مولانا اشرف علی صاحب مہتمم مدرسہ سبیل الرشاد (بنگلور) نے بھی ایک مفصل تقریر فرمائی۔

رات ہاسن ہی میں رہ کر یہ قافلہ، ۸ جون کو ٹمکور کے لئے روانہ ہوا، جہاں کی دعوت عزیز القدر مولوی خالد بیگ ندوی عرصہ سے دے رہے تھے اور وہ بھی مقاصد سفر میں شامل تھا، وہاں الجامعۃ الاسلامیہ دارالارقم کا سنگ بنیاد رکھنا تھا جس میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مقاصد اور طریق کار کے مطابق دینی عربی تعلیم دینی تھی اور اس کا سرپرست بھی انھوں نے عزیز گرامی قدر مولوی محمد رابع ندوی مہتمم دارالعلوم کو بنایا تھا، یہ مقام بنگلور سے ۷۰ کلو میٹر پر ہے وہاں ظہر کی نماز پڑھ کر اور کچھ دیر آرام کر کے تلنگل میں جو ٹمکور سے ۲۰ کلو میٹر اور بنگلور سے پچاس کلو میٹر پر ہے، جامعہ کی عمارت و مرکز کا سنگ بنیاد رکھنا تھا، راقم بعد نماز عصر اپنے رفقاء کے ساتھ وہاں پہنچا، مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ خطاب فرما رہے تھے اور بڑا مجمع موجود اور ہمہ تن گوش تھا، ان کی تقریر کے اختتام پر راقم نے اپنی تقریر کا آغاز سورۂ علق کی ابتدائی آیات اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الخ سے کیا اور اس پر روشنی ڈالی کہ پہلی وحی کا آغاز ہی لفظ اقرأ سے ہوا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت کا دامن ہمیشہ کے لئے قرأت و علم سے باندھ دیا گیا ہے، جو کبھی جدا نہیں ہو سکتا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اس امت نے علم کی جو خدمت کی اور تصنیف و تحقیق کا جو ذخیرہ پیدا کیا اس کی مثال کسی امت اور کسی دین کی تاریخ میں نہیں ملتی لیکن یہ ضروری ہے کہ علم کا دامن اسم سے بندھا رہے، وہ اللہ ہی کے نام سے شروع کیا جائے اور اللہ ہی کے نام پر ختم کیا جائے اس لئے فرمایا کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ یہ بھی ضروری ہے طالب علم اور صاحب علم کو اپنی یہ حقیقت فراموش نہ ہونے

www.abulhasanalinadwi.org

پاسکے کہ وہ خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا ہوا ہے اور کبھی خود پرستی و خود فریبی کا شکار نہ ہو، اس لیے فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ؕ اگر ایسا ہوا تو پھر علم اور صاحب علم کا وہی حشر ہوگا جو فریب خوردہ والحاد زدہ مغرب میں دیکھنے میں آیا اور جس کی حقیقت اقبالؔ نے اس شعر میں بیان کی ہے ؎

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

تقریر کے بعد جامعہ اسلامیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور دعا کی گئی۔ وہاں سے ضیاء اللہ شریف صاحب کے ساتھ بنگلور روانگی ہوئی جو ۵۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

۱۸ جون کا دن بنگلور میں گزارا گیا بعد نماز عصر مدرسہ اصلاح البنات کا سنگ بنیاد رکھا گیا، مولانا عبد الکریم باریکھ صاحب کی مستورات کے ایک جلسہ میں مبسوط تقریر ہوئی، ان کی تقریر کے بعد راقم نے اصلاح معاشرہ کی طرف توجہ دلائی اور تقریب نکاح کو سادہ طریقہ پر ادا کرنے کی اہمیت اور اس کے لئے صحابہ کرامؓ کے طرز عمل کی بعض مثالیں پیش کیں[1]۔

بعد نماز مغرب مسجد حاجی سر اسماعیل سیٹھ صاحب میں (جہاں اس روز تقریر کا اعلیٰ پیمانہ پر اعلان ہوا تھا اور عزیز مکرم مولوی مصطفےٰ رفاعی ندوی نے اس کی دعوت اور انتظام کیا تھا) راقم کی باوجود تکان کے مبسوط تقریر ہوئی جس کا عنوان تھا،

---

[1] اس سلسلہ میں حضرت عبد الرحمن بن عوف کا واقعہ سنایا گیا کہ انھوں نے مدینہ میں نکاح کیا اور باوجود قرب مکانی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرکت کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ آپ اس سے کہیں زیادہ ضروری اور بابرکت کام میں مشغول ہوں گے جب آنحضرت کو انھوں نے اس کی اطلاع دی تو آپنے ایک لفظ بھی شکایت کا نہیں فرمایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

"عہد حاضر میں امّتِ مسلمہ کی ذمہ داری" مسجد حاضرین سے کھچاکھچ بھری ہوئی تھی معلوم ہوا کہ سامعین تقریر سے بہت متأثر نظر آرہے تھے، راقم نے امّتِ مسلمہ کا تمام اسلامی ممالک بالخصوص ہندوستان میں دینی واخلاقی احتساب کیا اور بتایا کہ مسلمان اگر دینی تعلیمات پر پورے طور پر عمل کرتے اس کا عملی اور قابل مشاہدہ وتجربہ نمونہ ہوتے اور اس کے ساتھ دعوت إلی اللہ اور دعوت إلی الحق کا فریضہ بھی انجام دیتے تو ہمسایہ قوموں اور ملک کی آبادی واکثریت کے دلوں میں اس دین سے واقفیت حاصل کرنے اور اس سرچشمہ صلاح واصلاح کا انکشاف کرنے کے لئے طاقتور تجسس اور شوق پیدا ہوتا، اور ہمسایہ اقوام کی بڑی تعداد اسلام قبول کرنے کے لئے اور اس زندگی کا نمونہ بننے کے لئے تیار ہو جاتی لیکن افسوس ہے کہ صورت حال اس سے مختلف ہے اور مسلمان اس خصوصی صفت سے عاری ومحروم ہو گئے ہیں، یا انھوں نے عاری ومحروم بنا لیا ہے جس کو قرآن مجید میں "فرقان" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے "وَيَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا" (اللہ تعالی تمہیں ایک شان امتیازی عطا فرمائے گا) اس کے لئے راقم نے تاریخ اسلام سے اور خود ہندوستان کی بعض اصلاحی تحریکوں (مثلاً حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے تربیت یافتہ لوگوں کے کردار اور طرز عمل) کی بعض مثالیں دیں اور مسلمانوں کو ایسی اعتقادی، اخلاقی وروحانی معاشرتی وتہذیبی، ممتاز نمایاں زندگی گزارنے کی ترغیب وتحریض کی اور دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

رات اپنے میزبان ضیاء اللہ شریف صاحب کی کوٹھی پر گزارنے کے بعد ۱۹؍ جون کو صبح یہ قافلہ اپنے قدیم میزبان اور مخلص ومکرّم دوست موسیٰ سیٹھ صاحب مرحوم کے فرزند ہاشم موسیٰ صاحب کی فرودگاہ میں منتقل ہو گیا، جہاں مرحوم کے فرزندوں نے

www.abulhasanalinadwi.org

بڑے تعلق و محبت کا اظہار کیا، وہاں دن کا بڑا حصہ گزار کر اور ان کے مخلص اور عزیز فرزندوں کی ضیافت میں رہ کر عصر کو ہوائی اڈہ پہنچا اور وہاں سے راقم سطور اور رفیق سفر حاجی عبدالرزاق بذریعہ ہوائی جہاز دہلی آئے، جہاز ۱۱ بجے رات کو پہنچا وہاں عزیزی نیاز احمد رائے بریلوی ملے جو خاص تعلق رکھتے ہیں اور سفروں کے معاملہ میں اور جہاں کہیں قیام ہو وہاں خیریت کی اطلاع دینے اور خیریت معلوم کرنے میں مستعد اور پیش پیش رہتے ہیں، ان کی رہنمائی اور معیت میں ہوائی اڈہ سے تھوڑے فاصلہ پر ضیاء اللہ شریف کے بنگلہ پر رات گزاری، ۲۰ جون کو صبح ہوائی جہاز سے جو قدرے لیٹ چلا ۱۲ ½ بجے دن کو لکھنؤ ہوائی اڈہ پہنچے جہاں عزیزوں اور دوستوں کی ایک جماعت انتظار میں ملی ان کی معیت میں اپنے مستقر دارالعلوم ندوۃ العلماء پہنچے۔

نئے وزیر اعظم صاحب مسٹر دیوگوڑا کی ملاقات کے لئے دارالعلوم میں آمد

۳ جولائی ۱۹۹۶ء کو مرکزی وزیر سی ایم ابراہیم صاحب (جن سے پہلے کوئی تعارف و ملاقات نہ تھی) کا دہلی سے اچانک فون آیا کہ ہم فلائٹ سے صبح لکھنؤ پہونچ رہے ہیں، کیا آپ سے ۹ بجے آپ کی قیام گاہ پر ملاقات ہو سکتی ہے؟ ہم نے اثبات میں جواب دیا وہ ۹ کے بعد تشریف لائے تھوڑی دیر بیٹھے اور کہا کہ کچھ دیر بعد وزیر اعظم صاحب مسٹر دیوگوڑا آپ سے ملنے آئیں گے، یہ بات ہمارے لئے ہر طرح سے خلاف توقع اور خلاف معمول تھی، ان سے اس سے پہلے نہ کوئی تعارف تھا، نہ کبھی ملاقات ہوئی تھی، وہ اردو سے بالکل ناآشنا ہیں، ہماری کتابیں یا مقالات جو انگریزی میں ہیں وہ بھی ان کی نظر سے نہیں گزرے ہوں گے، ورنہ خیال ہوتا کہ شاید ہمارے مقالات

یا کوئی تصنیف نظر سے گزری ہے، ایک بجے جناب محمد شفیع قریشی صاحب گورنر یوپی دار العلوم تشریف لائے، نماز ظہر سے فارغ ہو کر راقم بھی ان کے پاس مہمان خانہ میں وزیر اعظم صاحب کے انتظار میں بیٹھ گیا، جو کسی مجلس میں خطاب کر رہے تھے اور اس سے فارغ ہو کر آنے والے تھے، ۲ بجے کے بعد وزیر اعظم صاحب سی. ایم ابراہیم صاحب اور متعدد اہم اشخاص اور پارٹیوں کے رہنماؤں کے ساتھ تشریف لائے، وزیر اعظم صاحب مہمان خانہ کے دروازہ سے کچھ دور جوتے اتار کر ادباً واحتراماً ننگے پاؤں مہمان خانہ میں داخل ہوئے اور تقریباً آدھے گھنٹے بیٹھے، لکھنؤ کے "قومی آواز" کی ۴ جولائی کی اشاعت میں اس کی جو رپورٹ شائع ہوئی وہ پیش کی جاتی ہے:-

مولانا علی میاں سے وزیر اعظم ملنے ندوہ گئے

لکھنؤ ۳ جولائی۔ وزیر اعظم مسٹر دیوگوڑا نے آج دار العلوم ندوۃ العلما میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور ندوہ کے بعض دوسرے ذمہ داروں سے ملاقات کی اور ان سے مختلف مسائل اور معاملات پر تبادلہ خیال کیا دار العلوم ندوۃ العلماء کا دورہ ان کے شائع شدہ پروگرام میں شامل نہیں تھا لیکن آج وزیر اعظم نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا، وزیر اعظم کے ہمراہ ریاستی گورنر محمد شفیع قریشی، متحدہ محاذ کے لیڈر مسٹر شرد یادو، مسٹر رام ولاس پاسوان اور مسٹر سی ایم ابراہیم بھی ندوۃ العلماء گئے اور گفتگو میں شریک رہے۔

مسٹر دیوگوڑا کے ندوہ کے دورہ کو صرف رسمی ملاقات کہا گیا ہے، ملاقات کے دوران مولانا محمد رابع حسنی بھی موجود تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

خبر رساں ایجنسی یو۔ این۔ آئی کے بموجب وزیر اعظم اور علی میاں میں براہ راست انگریزی میں گفتگو ہوئی اور کسی ترجمان کی خدمات نہیں حاصل کی گئیں، وزیر اعظم کے ہمراہ جانے والوں میں مسٹر وسیم احمد بھی شامل تھے۔

چونکہ اس وقت ملک میں عام طور سے مسلمانوں میں خاص طور سے بابری مسجد کے معاملہ کو دفعہ (۲) ۱۳۸ کے تحت سپریم کورٹ کے سپرد کئے جانے کا مسئلہ موضوع گفتگو ہے اور چونکہ یہ معاملہ متحدہ محاذ کے مشترکہ پروگرام میں بھی شامل ہے اور اس لیے بھی کہ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر ہیں اور مسلم اقلیت کے تمام معاملات و مسائل میں ان کی رائے کو بہت اہمیت حاصل ہے اس لئے وزیر اعظم کی ان سے اس غیر متوقع پروگرام کو بہت اہمیت دی جارہی ہے لیکن بات چیت بند کمرہ میں ہوئی اور اس کے بارہ میں یہ کہا گیا کہ یہ رسمی ملاقات تھی، وزیر اعظم سے اس معاملہ میں ان کی پریس کانفرنس میں بھی سوال کیا گیا اور انھوں نے اس کو ایک رسمی ملاقات قرار دیا اور کہا کہ وہ دعائیں حاصل کرنے کے لئے ندوہ گئے تھے۔

معلوم ہوا ہے کہ مولانا علی میاں نے ملک اور سماج میں اخوت، رواداری اور امن کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ ہر ایک کو بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے کام کرنا چاہیئے۔ ("قومی آواز" لکھنؤ ۴ جولائی ۱۹۹۶ء)

وزیر اعظم صاحب کی ندوۃ العلماء میں اچانک آمد اور راقم سے ملاقات پر بی۔ جے۔ پی اور اس کے پریس کو سخت اعتراض ہوا، اس نے اس پر شدید نکتہ چینی کی،

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے ساتھ ہندوستان کے دونوں عالمگیر شہرت رکھنے والے، نیز جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لینے والے، انگریزی حکومت کی نظر میں کھٹکنے والے، تعلیمی و ثقافتی اور مذہبی مرکزوں دارالعلوم ندوۃ العلماء اور دارالعلوم دیوبند کو بھی اپنے اعتراض اور اتہام کا نشانہ بنایا، یہاں "قومی آواز" ہی میں شائع ہونے والے خبر و بیان کو نقل کیا جاتا ہے:۔

ندوۃ العلماء کے وزیر اعظم کے دورہ پر اعتراض

بھارتیہ جنتا پارٹی کے صدر بہت برہم ہیں

الہ آباد، ۸ جولائی۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے ریاستی صدر کلراج مسرا نے وزیر اعظم مسٹر دیوے گوڑا کے لکھنؤ کے دورہ کے دوران پہلے سے کسی پروگرام کے بغیر دارالعلوم ندوۃ العلماء جا کر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے ملاقات کرنے کی نکتہ چینی کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے قوم دشمن طاقتوں کی ہمت افزائی ہوگی۔

یہاں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے مسٹر کلراج مسرا نے دعویٰ کیا کہ اب بھی ندوۃ العلماء کے احاطہ سے قوم دشمن سرگرمیوں کا سلسلہ جاری ہے اور بھارتیہ جنتا پارٹی وزیر اعظم کے وہاں جانے کو ایک سنگین معاملہ تصوّر کرتی ہے۔

انھوں نے کہا کہ ریاست کے ۱۲، اضلاع میں پاکستان کی انٹر سروز انٹلی جنس کی سرگرمیوں میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے اور ہندوستان مخالف لٹریچر اور سماعی و بصری کیسٹ مفت تقسیم کئے جا رہے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسٹر کملا راج مسرا نے کہا کہ ضلع حکام کو اس کا علم ہے لیکن اعلیٰ سیاسی لیڈروں کے دباؤ میں وہ کوئی کارروائی کرنے سے مجبور ہیں، انھوں نے کہا کہ سہارنپور ضلع میں دیوبند اور لکھنؤ میں ندوہ ان سرگرمیوں کے خاص مرکز ہیں۔

انھوں نے وزیر اعظم مسٹر دیو گوڑا کے اس اعلان کی بھی مخالفت کی کہ وہ ہر ماہ ۲ دن کے لئے ریاست کا دورہ کریں گے اور کہا کہ یہ اخلاقیات کے خلاف ہے، اگر وہ وزیر اعظم کی حیثیت سے آئیں تو ان کا خیر مقدم ہے لیکن اگر وہ الیکشن کی مہم چلانے آتے ہیں تو بھارتیہ جنتا پارٹی ان کی مخالفت کرے گی، وزیر اعظم کے ایک دورہ پر لاکھوں روپیہ صرف ہوتے ہیں اور حفاظت کے مسائل اس کے ماسواء ہوتے ہیں۔

وزیر اعظم صاحب کے نام راقم کا خط

راقم نے اس کے بعد ضرورت محسوس کی کہ نئے وزیر اعظم صاحب کے نام جنھوں نے بڑے نازک اور پرآشوب دور میں وزارت عظمیٰ ہی کا نہیں ملک کی قیادت کی ذمہ داری قبول کی ہے ایک خط لکھا جائے جس میں ان کی آمد کے شکریہ کے ساتھ ان کو اس دور کی نزاکت اور ملک کے اس خلاء کی طرف متوجہ کیا جائے جو کسی دردمند حقیقت پسند اور خالص وطن دوست قائد اور ذمہ دار حکومت کے نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے اور ملک ان جمہوری اصولوں سے اعراض اور تغافل کی وجہ سے شدید خطرہ میں مبتلا ہو گیا ہے، جو جنگ آزادی کے قائدین اور تحریک آزادی کے رہنماؤں نے مقرر کئے تھے یہ خط یہاں نقل کیا جاتا ہے۔[1]

(ملاحظہ ہو حاشیہ ص ۲۵۵ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالی مرتبت جناب دیوے گوڑا صاحب وزیر اعظم ہند

آداب و احترام کے بعد تحریر ہے کہ آپ نے لکھنؤ آمد کے موقع پر دار العلوم ندوۃ العلماء میں خود تشریف لاکر اور بے تکلف مجلس میں بیٹھ کر میری جو عزت افزائی اور عالمی شہرت کی ایک عظیم تعلیم گاہ اور ثقافتی مرکز کی جو قدر افزائی فرمائی اس کے لئے میں اور میرے رفقائے کار اور ادارہ کے ذمہ دار دل سے شکر گزار ہیں، آپ نے اس سے نہ صرف اپنے خلوص اور سادگی کا ثبوت دیا بلکہ ایک صحت مند اور قابل تقلید روایت قائم کر دی۔

آپ ہندوستان کی قیادت اور وزارت عظمیٰ کا منصب سنبھالنے پر آپ سے زیادہ ملک مبارکباد کا مستحق ہے کہ اس نازک، پُرخطر بلکہ مہیب موقع پر کہ یہ عظیم تاریخی ملک اور تہذیبی مرکز، قیادت اور رہنمائی اور منصفانہ اور حقیقت پسندانہ نظم و نسق اور عدل و انصاف کے لحاظ سے سالہا سال سے "لاوارث" ہو رہا تھا، اور عظیم خطرہ سے دوچار تھا، اس کو ایک وسیع القلب، وسیع الفکر اور حقیقت پسند قائد اور منتظم اعلیٰ حاصل ہوا، اس میں آپ کی وہی خصوصیات اور قابل قدر تجربات کے علاوہ ہماری اور خدا کے بہت سے بندوں کی دعاؤں کو بھی دخل ہے جنھوں نے وطن عزیز کے لئے ایک بہتر اور صالح تر رہنما اور منتظم اعلیٰ کے حاصل ہونے

(حاشیہ [illegible]) یہ خط ایک معتبر ذریعہ سے سی ایم ابراہیم صاحب کے پاس بھجوا دیا گیا اور ان سے درخواست کی گئی کہ اسکو وزیر اعظم صاحب تک پہونچا دیں اور اس کا اطمینان کر لیں کہ انھوں نے اس کو پڑھ لیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

کی دعا کی اور خدا نے (جس کو یہ ملک اپنی بہت سی خصوصیات اور گزشتہ تاریخ کی وجہ سے عزیز ہے) اس کو جلد ایک بہتر رہنما اور منتظم اعلیٰ عطا کیا۔

آپ کی تشریف آوری، عزت افزائی کی قدر کرتے ہوئے اور اس کا حق ادا اور شکر سمجھتے ہوئے چند باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، جن کو مذہب و اخلاق، تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے اور دنیا کے تقریباً تمام ترقی یافتہ ممالک کی سیاحت و مطالعہ اور متعدد عالمی شہرت و اعتبار کے علمی و ادبی اداروں اور تنظیموں کا رکن ہونے کی وجہ سے پورے اعتماد اور بصیرت کے ساتھ پیش کر سکتا ہوں۔

پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ تاریخ عالم، مذاہب کی تعلیمات، اور تجربہ بتاتا ہے کہ جس چیز کو سب سے زیادہ کامیابی ہوئی اور ہوتی ہے اور جو تمام مشکلات پر فتح حاصل کرتی ہے وہ "خلوص" اور "صداقت" ہے جس سے ناممکن چیزیں ممکن ہو جاتی ہیں اور دشمنیاں دوستی سے بدل جاتی ہیں اس لئے سب سے زیادہ اسی پر عمل کیا جائے اور اس کو فتح و کامیابی کا راز سمجھا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جنگ آزادی کے رہنماؤں اور ہمارے ملک کے بعید النظر اور عمیق النظر قائدین نے (جن میں مہاتما گاندھی، مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو خاص طور سے قابل ذکر ہیں) اس ملک کے لئے جن تین اصولوں اور شرطوں کی پابندی ضروری قرار دی تھی وہ آج بھی ضروری اور اس ملک کی سالمیت، حفاظت اور ترقی کے لئے شرط ہیں یعنی

www.abulhasanalinadwi.org

(۱) جمہوریت (DEMOCRACY) (۲) نامذہبیت (SECULARISM)،
(۳) عدم تشدّد (NON VIOLENCE) اس لئے آج بھی اور آئندہ بھی ان
تینوں اصولوں پر قائم رہنے اور ان کو قائم رکھنے کی سخت ضرورت
ہے ورنہ یہ کثیر المذاہب، کثیر اور متنوع تہذیبوں، زبانوں، ثقافتوں
اور معاشرتی نظام رکھنے والا ملک ہمیشہ ایک میدان جنگ بنا رہے گا
اور طاقتیں اور قابلیتیں ملک کو ترقی دینے کے بجائے خطروں، خانہ جنگی اور انتشار
کو دور کرنے میں صرف ہوں گی، اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک تو کسی
مذہب میں دخل نہ دیا جائے اور کوئی ایک عائلی قانون (PERSONAL
LAW) سب فرقوں اور ملک کے مختلف حصّوں پر نافذ کرنے کی کوشش
نہ کی جائے، اسی طرح میڈیا اور نشر واشاعت کے ذرائع کو کسی مذہب
اور فرقہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے اور اس کی مذمت واہانت کا ذریعہ
نہ بنایا جائے، ساتھ ہی ساتھ نصابِ تعلیم اور کورس کی کتابوں میں کسی
مذہب وفرقہ کے خلاف ہجو ومذمت اور توہین کے مضامین و اسباق
شامل نہ ہونے دیئے جائیں جیسا کہ اس وقت صورت حال ہے، پھر اس
کے ساتھ ضروری ہے کہ تاریخ کو پیچھے لے جانے کے بجائے آگے لے جایا
جائے اور وہ غلطی نہ کی جائے جو بابری مسجد کے انہدام میں کی گئی ورنہ اس
کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں، جینی، بودھ اور دوسرے مذاہب کے لوگ
کھڑے ہو سکتے ہیں اور اپنے ان قدیم معبدوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں جن کو
مندروں اور شوالوں کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا ہے، ایسے ہی آثار قدیمہ

www.abulhasanalinadwi.org

اور قدیم عمارتوں کا معاملہ ہے جن میں مختلف عہدوں میں تبدیلی کی گئی اور یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں۔

یہ وہ بنیادی نکات ہیں جو آپ کی حقیقت پسندی، وسیع النظری اور حب الوطنی کے اعتماد پر اور آپ کی تشریف آوری اور عزت افزائی کا حق اور شکریہ سمجھتے ہوئے عرض کئے جاتے ہیں، امید ہے کہ ان کو پیش نظر رکھا جائے گا، پھر اس دعا پر یہ عریضہ ختم کیا جاتا ہے کہ خدا آپ کی اس ملک کی قیادت، رہنمائی اور نظم و نسق میں مدد فرمائے اور اہل ملک کا زیادہ سے زیادہ تعاون آپ کو حاصل ہو۔

دعاگو

ابوالحسن علی ندوی

مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس، ۷؍جولائی ۱۹۹۶ء دہلی

۷؍جولائی ۱۹۹۶ء کو اعلان کے مطابق دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا، اس کی رپورٹ امارت شرعیہ بہار کے ترجمان ہفتہ وار "نقیب" کی اشاعت ۱۵؍جولائی ۱۹۹۶ء سے نقل کی جاتی ہے تاکہ وہ تاریخ میں داخل ہو جائے اور محفوظ رہے:۔

مسلم پرسنل لا بورڈ ــــــ فیصلے اور تجاویز

نئی دہلی۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس مورخہ ۷؍جولائی ۹۶ء کو دہلی میں صدر بورڈ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں ارکانِ عاملہ کے علاوہ مدعوئین حضرات نے بڑی تعداد میں شرکت کی، اجلاس میں بابری مسجد کے مسئلہ پر تفصیلی مباحث ہوئے اور سپریم کورٹ کے ذریعہ تصفیہ کی تجویز کا بھی تفصیلی جائزہ لیا گیا، تمام آراء کو سننے کے بعد اجلاس نے پیش کردہ نکات پر دستوری قانونی اور سیاسی نقطۂ نگاہ سے جائزہ لینے کے بعد اس تعلق سے پالیسی کی سفارش مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی، جس کے کنوینر جناب یوسف حاتم مچھالا ایڈوکیٹ بنائے گئے، جس میں بقیہ والا اصحاب ایم پی، جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب، جناب م۔ افضل صاحب سابق ایم۔ پی، جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ، اور بورڈ کے سکریٹری جناب عبدالرحیم قریشی اور مولانا محمد ولی رحمانی شامل ہیں، اس کمیٹی کا اجلاس شام میں منعقد ہوا اور کافی غور و خوض کے بعد اس نے ایک متفقہ رپورٹ پیش کی، کمیٹی کی سفارش کے مطابق اجلاس نے ایک قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا کہ "ہم حکومت ہند کی اس فکرمندی کی قدر اور ستائش کرتے ہیں کہ بابری مسجد کے تنازعہ کا جلد از جلد تصفیہ کیا جائے، تاہم بورڈ نے یہ ضروری سمجھا اور مطالبہ کیا کہ سپریم کورٹ میں دستور کی کسی موزوں دفعہ کے تحت بابری مسجد کے مقدمات کی سماعت کے آغاز تک ہائی کورٹ میں ان کی سماعت میں رکاوٹ نہ پیدا کی جائے اور اس کو جاری رکھا جائے بلکہ اس میں روزانہ سماعت کی درخواست کی جائے چونکہ دفعہ ۱۳۸۔(۲) کے تحت کی تکمیل ضروری ہے پہلے سپرد کیے جانے والے معاملات کے تعلق سے ریاستی اور مرکزی حکومتوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

درمیان معاہدہ اور دوسرے اس معاہدہ کے مطابق سپریم کورٹ کو اختیار سماعت دے اور دائرہ اختیار کا تعین کرنے کے لیے پارلی منٹ میں قانون کی منظوری۔ اس لیے اس قرارداد میں مزید کہا گیا ہے کہ متحدہ محاذ حکومت کے مشترکہ اقل ترین پروگرام میں دفعہ ۱۳۸ (۲) کے تحت بابری مسجد کے نزاع کو سپریم کورٹ کے حوالہ کرنے کی تجویز ہیں، ریاستی حکومت سے مجوزہ معاہدہ اور پارلی منٹ میں منظوری کے لیے مجوزہ قانون کی تفصیلات نہیں ہیں اس لیے بورڈ محسوس کرتا ہے کہ اس تعلق سے بورڈ اور حکومت کے درمیان تفصیلی جائزہ اور گفتگو کی ضرورت ہے، اجلاس نے گفتگو کے لیے مذکورہ کمیٹی کو مجاز گردانا، اجلاس میں وقف ایکٹ بابت ۱۹۹۵ء و یمنس ایکٹ کے مسائل بھی زیر بحث آئے کہ ان کے بعض پہلو شریعت کے مطابق نہیں ہیں، بورڈ نے وقف ایکٹ کے جائزہ کا کام اس کمیٹی کے سپرد کیا اور ویمنس ایکٹ کے جائزہ کے لیے کمیٹی کی تشکیل کا اختیار صدر بورڈ کو دیا۔ اجلاس کے آغاز میں سپریم کورٹ میں زیر کارروائی مقدمات کی نوعیت اور مرحلہ سماعت کا جائزہ لیا گیا، مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے لٹریچر کی تیاری کے سلسلہ میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو مولانا مختار احمد ندوی، مولانا محمد رابع ندوی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا جلال الدین انصر عمری اور مولانا محمد ولی رحمانی سکریٹری بورڈ پر مشتمل ہے۔"

www.abulhasanalinadwi.org

ندوۃ العلماء کا جلسہ انتظامی اور اس میں ایک اہم خطاب

۳۰ صفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۹۶ء کو ندوۃ العلماء کا جلسۂ انتظامی منعقد ہوا، جس میں شرکت کے لئے اس کے اہم ارکان نزدیک اور دور کے مقامات سے تشریف لائے ان میں مولانا محمد سعید مجددی (فرزند و جانشین حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالیؒ) مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، مولانا محمد سالم صاحب مہتمم دار العلوم (وقف) کے علاوہ مدراس، بنگلور، کلکتہ، پٹنہ، بھوپال، اورنگ آباد وغیرہ کے اراکین نے شرکت اور مولانا محمد سعید صاحب مجددی نے صدارت فرمائی، اس چیدہ و برگزیدہ مجمع اور اہم موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے راقم نے ملت اسلامیہ کے لئے اس وقت کے سب سے بڑے خطرہ کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت سمجھی اور حسب ذیل خطاب کیا جو دار العلوم ندوۃ العلماء کے ترجمان رسالہ "تعمیر حیات" کے شمارہ ۸ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ (۲۵ جولائی ۱۹۹۶ء) سے نقل کیا جاتا ہے، یہ تقریر جو زبانی تھی اس کو اسی وقت مولوی نذر الحفیظ صاحب ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء نے قلم بند و محفوظ کر لیا تھا۔

وقت کے زبردست چیلنج اور ملّت اسلامیہ کے لئے خطرہ کا فہم اور مقابلہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، اما بعد فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ

www.abulhasanalinadwi.org

مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ (التوبة: ۱۲۲)

حضرات! اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا قرآن مجید میں مدارس دینیہ کا تذکرہ ہے، کیا ان کے فرائض اور واجبات کا ذکر ہے تو میں کہوں گا کہ قیامت تک کے لئے اس آیت میں مدارس کے فرائض اور ذمہ داریوں کی پوری تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے، اس آیت میں مدارس کی ذمہ داری کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے یہ تو عملاً ممکن نہیں کہ سب مسلمان گھروں سے نکل آئیں تو ایسا کیوں نہیں ہوا کہ مومنوں کی ہر جماعت میں سے ایک جماعت دین میں سمجھ پیدا کرنے کے لئے گھروں سے نکل کھڑی ہوتی تاکہ جب یہ لوگ دین سیکھ کر اور اس میں گہری سمجھ پیدا کر کے اپنے ملک و قوم میں واپس جائیں تو انھیں عصر حاضر کے فتنوں سے ڈرائیں اور باخبر کریں تاکہ ان کی قوم ان فتنوں سے چوکنا ہو جائے اور ان سے بچنے کی کوشش کرے، حقیقت میں مدارس کا کام یہی ہے کہ وہ ایسے افراد تیار کریں جو اپنے زمانے کے نئے نئے فتنوں اور سازشوں سے واقف ہوں اور ان کے مقابلہ کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔

حضرات! تاریخ کے ایک طالب علم اور مشرق و مغرب کو قریب سے دیکھنے اور ایک تجربہ کار و واقف کار کی حیثیت سے میں عرض کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی تاریخ میں دو بڑے عالمگیر خطرات پیدا ہوئے، ایک تو صلیبی حملہ تھا، جس کا مقصد صرف بیت المقدس پر قبضہ کرنا نہ تھا بلکہ مغربی طاقتوں کے پیش نظر حرمین شریفین پر بھی قبضہ کرنا تھا، اگر سلطان صلاح الدین ایوبی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایک قائد و مخلص مجاہد کھڑا کیا ہوتا تو خدانخواستہ آج عالم اسلام کا وجود ختم ہو گیا ہوتا، ایک مرعوب

پیدا ہوا، اس نے مسلمانوں کی منتشر طاقتوں کو یکجا کیا اور پوری قوت سے صلیبیوں پر ضرب کاری لگائی اور ان کو ایسی شکست دی کہ دوبارہ عالم اسلام پر یورش کی جرأت انھیں نہ ہو سکی، یہ ذہن میں رہے کہ اس یورش کے پیچھے کوئی دعوت و تحریک اور فلسفہ نہیں تھا۔

دوسرا خطرہ تاتاری یورش کی صورت میں سامنے آیا، تاتاری جیسی وحشی قوم نے عالم اسلام پر زبردست حملہ کیا، شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، سروں کے مینار کھڑے کر دیے[1] ان کا اصل نشانہ اگرچہ عراق، ایران اور ترکستان تھے اور انھوں نے انھیں پوری طرح تاراج کر کے رکھ دیا تھا لیکن ان تاتاریوں کی ہیبت اور غیر معمولی دھاک دلوں پر ایسی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس زمانہ میں یہ بات ضرب المثل بن گئی تھی "اِذا قیل لک ان التتر انهزموا فلا تصدق" (ہر بات مان لینا لیکن اگر تم سے یہ کہا جائے کہ تاتاریوں کو شکست ہو گئی تو اس بات پر یقین نہ کرنا) اس طرح کہاں عراق و ایران اور کہاں انگلستان کا ساحل، مورخین نے لکھا ہے کہ تاتاریوں کی ہیبت سے انگلستان کے ساحل پر مچھیرے عرصہ تک شکار کھیلنے نہیں نکلے، اس زمانہ میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ عالم اسلام سیاسی و مادی لحاظ سے ختم ہو جائے گا، ان کے حملہ کی نوعیت فوجی تھی، یہ مسلمانوں کی نسل کشی کی مہم تھی، ان کی اس یورش کے ساتھ کوئی دعوت نہیں تھی اور نہ کوئی فلسفہ تہذیب، اور تحریک اور دعوت اس کے پس پردہ کام کر رہی تھی اور نہ کسی کلچر اور تہذیب اور ثقافت کو غالب کرنے کا جذبہ ان تاتاریوں کے اندر کارفرما تھا، اللہ تعالیٰ نے

---

[1] تاریخ میں آتا ہے کہ بغداد میں دجلہ کا پانی کبھی شہیدوں کی جو اس میں ڈالے جاتے تھے، لاشوں کے خون کی وجہ سے سرخ اور کبھی کتابوں کی وجہ سے جو نذر دریا کی جاتی تھیں سیاہ ہو جاتا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس فتنہ کو بھی ختم کرنے کے لئے مصری جنرل الظاہر بیبرس کو کھڑا کیا جس نے تاتاریوں کو شکست فاش دی اور وہ بے اثر ہو کر رہ گئے، روحانی و اعتقادی اعتبار سے بھی اسلام کی دعوت نے اس پوری قوم کو مسخر کرلیا۔ اور تاتاری من حیث القوم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرات! لیکن آج کے دور میں جو زبردست چیلنج اور غیر معمولی دوررس اثرات و نتائج کے حامل خطرات ہیں وہ پہلے دو خطرات اور چیلنجوں سے کہیں زیادہ سنگین حد تک مضر اور نقصان دہ ہیں، آج جدید تعلیم یافتہ اور حکمراں طبقہ کے دل و دماغ میں یہ بات پوری طرح راسخ کرنے کی کوشش سیاست و اقتدار اور صحافت کے ذریعہ کی جارہی ہے کہ آج کے دور میں اسلام کا کوئی کردار نہیں، اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں اسلام کا کوئی پیغام نہیں، وہ ایک پرانی یادگار ہے، وہ جدید دور کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اس کی آج کوئی ضرورت نہیں، اس نے ایک زمانہ میں اچھا کردار ادا کیا تھا اس نے دختر کشی ختم کردی تھی، علم کو فروغ دینے میں اس نے بڑا رول ادا کیا تھا، اب قدیم یہودی اور عیسائی مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک بے جان مذہب ہے، اس وقت یورپ و امریکہ کی پوری طاقت اسی پر صرف ہو رہی ہے، آج اسرائیل کی موروثی و نسلی ذہانت و شطارت (چالاکی، جس میں تخریبی ذہانت شامل ہے) اور امریکی وسائل و ذرائع اس کی اعانت اور اثر و نفوذ سب اس بات پر صرف ہو رہے ہیں کہ عالم اسلام کے تمام ممالک حتی کہ حرمین شریفین بھی (خدانخواستہ) اس سازش کا شکار ہو جائیں، ان مغربی طاقتوں نے عالم اسلام کے حکمرانوں اور وہاں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو یہ پوری طرح باور کرادیا ہے کہ اس وقت سیکولرازم اور قوم پرستی کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

مغرب کی مکمّل تقلید ہی میں ان کی ترقی اور کامیابی مضمر ہے، یہ اتنا خطرناک اور عالم اسلام کے خلاف اتنی گہری سازش ہے کہ اس کی سنگینی کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے، اس کے دوررس اثرات ونتائج کا اندازہ کرنے سے راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے، نشر واشاعت کے تمام ذرائع کے ساتھ ساتھ سیاسی اور مادی اثر ونفوذ کو بھی استعمال کیا جارہا ہے، ہمارے پاس اس کے دلائل وشواہد ہیں کہ ان تمام سازشوں کا مرکز اسرائیل ہے اور وہی اس کی قیادت کررہا ہے، اس زبردست فتنہ کا مقابلہ مدارس دینیہ ہی کرسکتے ہیں۔

حضرات! مدارس دینیہ کا کام صرف اتنا ہی نہیں کہ نصابی کتابیں سمجھ لی جائیں اور مسئلے مسائل بتا دیے جائیں، ہم ان کی ناقدری نہیں کرتے، اس نظام تعلیم کا ہم احترام کرتے ہیں، اور اس کے داعی اور ذمہ دار ہیں، لیکن صرف اتنا کافی نہیں، موجودہ فتنوں کو سمجھنا ان سے اچھی طرح باخبر ہونا اور ان کا مؤثر وطاقتور زبان اور دلکش اسلوب میں مقابلہ کرنا وقت کا بنیادی تقاضا ہے، ہمارے طلبہ واساتذہ انگریزی اور کسی غیر ملکی زبان سے بھی واقف ہوں اور ان کے مآخذ سے فائدہ اٹھا سکیں اور ایسا لٹریچر تیار کریں جو جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو متأثر کرسکے، ہمارے اساتذہ وطلباء کا مطالعہ وسیع، متنوع اور اپٹوڈیٹ ہو، ندوۃ العلماء نے عرب قوم پرستی اور علمانیت (سیکولرازم) کے خلاف جو زبردست محاذ قائم کیا تھا اور اس کے فرزندوں نے جس طرح پوری تیاری اور قوت کے ساتھ طاقتور اور مؤثر اسلوب میں اس فتنہ پر ضرب کاری لگائی تھی، اس کا عام طور پر عالم عربی میں اعتراف کیا گیا۔

حضرات! آپ نے طویل سفر کرکے یہاں آنے کی زحمت کی ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

آپ نے اتنا طویل سفر کر کے یہاں آکر غلطی نہیں کی، آپ ایسے مرکز میں آئے ہیں جس نے دین کی خدمت کا ایک گوشہ سنبھال رکھا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ندوہ کے فرزندوں نے عرب ممالک کو اپنی طاقتور تحریروں سے متاثر کیا ہے، انھوں نے عالم عرب میں "قومیت اور علمانیت" کے فتنہ کے خلاف جو آواز اٹھائی تھی وہ رائیگاں نہیں گئی، اس وقت بھی ندوۃ العلماء ایسے محاذ پر کھڑا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے موت و زندگی کا محاذ ہے، اس وقت تمام مغربی طاقتوں کی یہ زبردست کوشش اور سازش ہے کہ اسلام کسی طرح گوشہ نشین ہو کر رہ جائے وہ قصہ ماضی بن جائے، زندگی سے سارے رشتے اس کے ختم ہو جائیں، اس وقت اس فتنہ کے خلاف صف آرا ہونے کی ضرورت ہے یہ اہم ترین اور ایک فیصلہ کن محاذ ہے، یہ اسلام کی زندگی اور موت کا محاذ ہے اسی محاذ پر ندوۃ العلماء کھڑا ہے۔

چند وفیات

ترکی، انگلستان و حجاز مقدس کے طویل سفر سے پہلے، اس کے دوران یا متصلاً اس کے بعد، کئی اہم حادثۂ وفات پیش آئے جن پر تفصیل سے روشنی ڈالنے اور ان قابل قدر لائق تحسین و اعتراف شخصیتوں کے فضائل و کمالات اور ان کی افادیت پر تبصرہ کرنے اور ان کی وفات نے جو خلا پیدا ہو گیا ہے، ان کے اظہار کرنے کے لئے مستقل رسالہ یا طویل مقالہ چاہیئے، یہاں صرف اجمالی تذکرہ، حادثہ کی اہمیت اور اس کے جائے وقوع اور زمانہ وقوع پر اکتفا کیا جاتا ہے، تاکہ آئندہ مؤرخوں اور وقائع نویسوں کی نظر سے وہ اوجھل نہ ہوں۔

ان میں سب سے بڑا حادثہ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی کی رحلت کا ہے، جو ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۹۶ء بروز سہ شنبہ جوہانس برگ افریقہ میں پیش آیا، اس وقت آپ کی عمر شریف ۹۲ سال کی تھی، علمی رسوخ، فقہ وحدیث پر عمیق وغائر نظر، افتاء اور فقہی فیصلوں میں وہ سند وحجت کا درجہ رکھتے، پھر ذکر وسلوک میں بھی ایک رہنما اور مرجع ہونے کی بنا پر آپ کو اگر "بقیۃ السلف" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، آپ کی وفات کی خبر اسی دن جنوبی افریقہ کے ٹیلی فون کے ایک پیغام سے ملی، دار العلوم ندوۃ العلماء میں قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا خاص اہتمام کیا گیا۔ اور دار العلوم کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد مولانا برہان الدین صاحب نے ایک تعارفی وتعزیتی تقریر کی۔

دوسرا قابل ذکر حادثہ اور ایک علمی خسارہ مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری کی وفات کا ہے جو ۱۴ جولائی ۱۹۹۶ء کو پیش آیا، مولانا قاضی اطہر صاحب کو اس عہد ونسل کے ممتاز فضلاء اور راسخین فی العلم میں شمار کرنا چاہیے خاص طور پر ہندوستان کی اسلامی عہد کی تاریخ اور اس کے مشاہیر واساطین کی معرفت وتعارف میں ان کو امتیاز خاص حاصل تھا، اور وہ اس میں سند ومرجع کی حیثیت رکھتے تھے ۱۹۵۸ء میں ان کی کتاب "رجال السند والہند" شائع ہوئی تو ملک و بیرون ملک کے علمی حلقوں میں اس کی بڑی پذیرائی ہوئی اور ایک عربی ملک کے سربراہ نے اس کے امتیاز کا اعتراف کیا، اور اس کی علمی داد بھی پیش کی، ہندوستان کے اسلامی عہد کی تاریخ کے مختلف گوشوں، دوروں اور پہلوؤں پر ان کی متعدد فاضلانہ کتابیں ہیں اور بعض کے عربی میں ترجمے بھی ہوئے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

تیسرا حادثہ مولانا قاری ودود الحق صاحب ندوی کی وفات کا ہے جنھوں نے ۱۰ر اگست ۱۹۹۶ء کو اپنے قدیم وطن لکھنؤ میں سفر آخرت کیا، انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۸ سال کی تھی۔

قاری صاحب نے درسیات کی تکمیل دار العلوم ندوۃ العلماء میں کی، وہ ندوی ثقافت کا ایک نمونہ تھے، دین سے گہری وابستگی، دنیا سے باخبری، دعوت اسلامی وغیرت دینی اور ملی حمیت سے ان کے علمی مزاج کا خمیر اٹھا تھا، اللہ تعالیٰ نے ظاہری وجاہت بھی عطا فرمائی تھی، قرآن کریم بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے، سالہا سال یہ بلبل خوشنوا بمبئی کی ایک بڑی مسجد اور جلسوں میں چہکتا رہا، علالت کے اشتداد کے زمانہ میں لکھنؤ منتقل ہوئے اور وہیں وفات پائی وہ ذاتی اور خاندانی طور پر طبیب بھی تھے، بمبئی میں انھوں نے مطب بھی کیا، بمبئی کے اہل تعلق وواقفین اور ان کی قرأت سننے والے اور مطب سے فائدہ اٹھانے والے اب بھی ان کو یاد کرتے ہیں، ندوۃ العلماء کے اہم جلسوں میں وہی تلاوت قرآن سے افتتاح کرتے تھے، خاص طور پر اس کے ۸۵ سالہ عالمی جشن منعقدہ ۳۱ر اکتوبر، ۱ر ۲ر نومبر ۱۹۷۵ء میں انھوں نے موقع ومحل کی رعایت سے موزوں آیات پڑھ کر لوگوں کے دلوں کو تسخیر کر لیا اور ایک سماں بندھ گیا، وہ ندوہ کی مجلس انتظامیہ اور مجلس نظامت دونوں کے رکن تھے۔ غفر اللہ له ورفع درجاته۔

ایک بڑا حادثہ مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی کا سانحۂ وفات ہے، جنھوں نے ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ (۱۳ر اگست ۱۹۹۶ء) کو مرکز نظام الدین میں وفات پائی۔

مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی اپنے علمی رسوخ، تدریسی مہارت وتجربہ اور اخلاص وتعلق مع اللہ میں بھی ایک امتیازی شان رکھتے تھے، ان کی وفات سے خاص طور

www.abulhasanalinadwi.org

پر نظام الدین دہلی کے عالمی مرکز میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا، مولانا مرکز کے ایک سرپرست مشیر اعلیٰ اور اپنے اخلاص، دور بینی اور مردم شناسی اور جامعیت کے ساتھ (جس کی ایسے علمی و دعوتی مراکز میں جہاں دنیا کے مختلف حصّوں، حلقوں، ذوقوں اور رجحانات کے حامل اور نمائندے آتے ہیں، قیام کرتے ہیں اور دعوت کا عزم و ارادہ لے کر جاتے ہیں سخت ضرورت ہوتی ہے) ایک صاحب نظر، پختہ کار مدرس و استاذ بھی تھے، جن کو خاص طور پر فن حدیث و سیرت میں پختگی و رسوخ حاصل تھا، اسکے ساتھ ان کے حالات و معمولات اور وفات کا واقعہ بتاتا ہے کہ وہ اہل اللہ میں سے تھے، اللہ تعالیٰ ان کے مراتب بلند فرمائے، ان کے تعارف و تعزیت کے لئے یہ چند سطریں کافی نہیں، اس کے لئے مستقل کتاب و سوانح کی ضرورت ہے، شاید اللہ تعالیٰ اُن کے ذی علم اور صاحب صلاحیت و صلاح خاندان میں کسی کو اس کی توفیق دے۔

ایک حادثۂ وفات محبّی پروفیسر ضیاء الحسن صاحب فاروقی کا ہے جو ۳۰ جولائی ۱۹۹۶ء کو پیش آیا۔ وہ اپنی حمیتِ دینی، دینداری اور صلاح کے ساتھ تاریخ و ادب اور سیاسی و علمی، ادبی و فکری نیز دینی و اصلاحی تحریکات و انقلابات پر گہری و وسیع نظر رکھتے تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے قرابت کا رشتہ بھی تھا، اور آپ ان کے برادر زادہ مولانا وحید احمد صاحب اسیر مالٹا کے داماد بھی تھے، سالہا سال جامعہ ملیہ اسلامیہ کے مؤقر استاد اور ایک عرصہ تک قائم مقام شیخ الجامعہ بھی رہے، پھر ذاکر حسین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فار اسلامک اسٹڈیز کے صدر رہے، وہ دار المصنفین اعظم گڈھ (دار شبلی اکیڈمی) کی مجلس انتظامی اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کی مجلس

www.abulhasanalinadwi.org

عالم کے رکن بھی تھے، ہندوستان کی یونیورسٹیوں کے پروفیسر صاحبان میں سے شاید (فاضل گرامی پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی کو مستثنیٰ کر کے) کسی سے راقم کو ایسا ربط اور مناسبت نہیں رہی جتنی پروفیسر ضیاء الحسن صاحب فاروقی سے تھی۔

ان فاضل و نامور مرحومین میں ایک دیندار رئیس، کریم النفس، عالی خاندان شخصیت کا اضافہ کیا جاتا ہے وہ نواب زادہ الحاج ساجد حسین صاحب سنبھلی کی ذات ہے، جنھوں نے، ۲ر ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ (۱۲ر ستمبر ۱۹۹۶ء) کو وفات پائی، وہ ایک دیندار، پابند شریعت، باوضع اور باوقار شخصیت تھے، مولانا مدنیؒ سے روحانی تعلق تھا، خوش وضع صاحب استقامت رئیس تھے، راقم سطور سے بھی مراسلت رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً یاد فرماتے رہتے تھے، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ سے سرفراز کرے۔

آخر میں اپنے ایک ایسے عزیز و محب، متفق الخیال اور متقارب الفکر، دوست کی وفات پر چند سطریں لکھنی ہیں٭ جو اگرچہ وطن و مسکن کے اعتبار سے بعید المسافت تھے لیکن فکر و خیال، ہم آہنگی اور خلوص و صداقت کی بنا پر بہت سے قریب المسکن دوستوں سے زیادہ قریب و مانوس تھے، یہ حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب مدیر ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور کا ذکر ہے، جنھوں نے ۲۷ر۲۸ر جون ۱۹۹۶ء کی درمیانی شب میں وفات پائی۔

حکیم صاحب ایک دو بار ہندوستان تشریف لائے، دار العلوم ندوۃ العلماء میں بھی قیام فرمایا، اور راقم کے وطن رائے بریلی بھی تشریف لے گئے، اطمینان اور تفصیل کے

٭ مرحوم کے حادثۂ وفات کی اطلاع طویل بیرونی سفروں اور پاکستان سے مواصلات کی کمی اور دشواری کی بنا پر راقم سطور کو بہت تاخیر سے ملی۔

ساتھ ان سے دینی دعوت، مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ، آزاد مسلم ممالک کے طریق کار، اور ان میں دینی بیداری، نئی نسل کی ذہنی ودینی تربیت کے وسائل ونظام کے بارہ میں تفصیلی گفتگو ہوئی اور مختلف دینی تحریکوں سے اس سلسلہ میں جو فروگزاشتیں ہوئیں یا افراط وتفریط کا معاملہ ہوا ان پر ناقدانہ لیکن ہمدردانہ ومخلصانہ تبصرہ بھی ہوا، اور خیالات میں بڑا توارد محسوس ہوا، ان میں فکری اعتدال وتوازن کے موجود ہونے کا خاص طور پر احساس ہوا، وہ ایک اہل حدیث خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور عامل بالحدیث تھے، جماعت اسلامی سے بھی ان کا تعلق رہ چکا تھا، پاکستان کے حالات ایسے چل رہے تھے کہ ان کے ردعمل کے طور پر ایک دردمند حساس مسلمان کے دل میں انتہاپسندی اور افراط وتفریط کا پیدا ہوجانا محل تعجب نہ تھا، لیکن جہاں تک محسوس وتجربہ ہوا وہ غلو اور جماعتی عصبیت سے دور تھے، اسی بنا پر سنا گیا ہے کہ جنرل ضیاء الحق صاحب مرحوم کو بھی ان سے خاص مناسبت اور اعتماد تھا، ان کے زیر نگرانی کئی ادارے چلتے تھے، "ملتقیٰ" رسالہ بھی نکلتا تھا، جس میں وہ راقم کی تحریریں بھی شائع کراتے تھے، مرحوم نے تحریک قادیانیت کا بھی مقابلہ کیا اور اس سلسلہ میں مضامین اور رسالے لکھے وہ ان تمام تحریکات ونظریات کے خلاف تھے جن میں انتہاپسندی اور افراط وتفریط پائی جائے، وہ ان مصروفیتوں اور حالات کی ناسازگاری کے باوجود وسیع المطالعہ اور وسیع النظر تھے، اور ندوۃ العلماء کے ہم آہنگ، جس کی دو خصوصیتوں سے ان کو خاص طور پر اتفاق تھا، ایک "قدیم صالح" اور "جدید نافع" کے درمیان اجتماع دوسرے عربی زبان کو ایک زندہ زبان کی طرح پڑھانا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجے بلند کرے۔

www.abulhasanalinadwi.org

راؤ عطاء الرحمٰن خاں صاحب رائے پوری مرحوم

"کاروانِ زندگی" کی اس جلد میں "وفیات" کے "اضطراری عنوان" سے فراغت ہوگئی تھی، اور جن اہلِ فضل یا اہلِ تعلق و محبت نے اس وقت تک سفرِ آخرت اختیار کرلیا تھا، ان کا تعارف، ان کے حادثۂ ارتحال کا ذکر آچکا تھا کہ اچانک، اریا ۱۸؍اکتوبر ۱۹۹۶ء کو محترمی راؤ عطاء الرحمٰن خاں صاحب رائے پوری کی وفات کی، ان کے صاحبزادے لئیق الرحمٰن خاں صاحب کے ٹیلیفون سے اچانک اطلاع ملی، اور ایک "خاندانی" حادثہ کی طرح اس کا دل پر اثر ہوا، معلوم ہوا کہ ۲؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۶؍اکتوبر ۱۹۹۶ء کو بدھ کی شب میں انھوں نے سفرِ آخرت اختیار کیا، غفر اللہ لہ ورفع درجاتہ۔

۱۹۴۰ء کے آخر سے جب حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رائے پور (قصبہ رائے پور ضلع سہارنپور) کی خانقاہ رحیمیہ میں حاضری کا سلسلہ شروع ہوا تو وہاں کے سُکان، روساء اور عقیدت مندوں میں سے جن حضرات کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر باش، مقرب اور معتمد علیہ اور بے تکلف پایا، اور جو انتظامات، مشورے اور واردین و صادرین کی خدمت میں پیش پیش نظر آتے تھے، ان میں ایک نمایاں شخصیت قصبہ رائے پور کے زمیندار اور معتمد علیہ مشیر راؤ عطاء الرحمٰن خاں صاحب کی تھی، حضرت کے اسفار میں مہمانوں کے اکرام، نگہداشت اور علاج و معالجہ سب چیزوں میں ان کی رائے وقیع و مؤثر تھی، بعد میں جب کئی کئی روز رائے پور قیام کرنے کی سعادت حاصل ہونے لگی، اور وہاں کے شرفاء و روساء سے ذاتی واقفیت ہوئی تو راؤ عطاء الرحمٰن خاں صاحب کی معاملہ فہمی، تجربہ و حقیقت شناسی،

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گہری عقیدت اور فدویت کا اندازہ ہوا، اس کے ساتھ ان کی زندہ دلی، خوش طبعی، مردم شناسی اور ذہانت کا بھی تجربہ ہوا، اور حضرت کی راحت وصحت کو سب پر مقدم رکھنے کا بھی بار بار مشاہدہ سامنے آیا، اکثر وہی شام کو اخبار بھی لاتے اور حضرت کو پڑھ کر سناتے، خانقاہ میں حاضری دینے والوں مختلف المراتب مہمانوں اور علمی اور سیاسی شخصیتوں سے واقفیت اور مرتبہ شناسی میں بھی ان کو بہت دخل تھا، ناچیز راقم سطور پر تو ان کی خاص نظر عنایت تھی اور وہ بہت بے تکلف تھے حضرت کی وفات کے بعد رائے بریلی کی حاضری میں ان ہی سے دل بستگی اور تسکین حاصل ہوتی تھی، اور حضرت کی حیات کے مبارک ایام اور شفقت ودلنوازی کی جھلک سامنے آتی تھی، افسوس ہے کہ انھوں نے بھی داغ مفارقت دیا، اور ۲ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ کی شب میں سفر آخرت اختیار کیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

قاضی محمد جلیل عباسی صاحب کا انتقال پُر ملال

راقم شہید آباد کے سفر سے جہاں رابطۂ ادب اسلامی کا سیمینار تھا لکھنؤ واپس ہوا تو محترمی قاضی محمد جلیل عباسی صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر معلوم ہوئی، جنھوں نے ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ، ۲۸ نومبر ۱۹۹۶ء کو پنجشنبہ اور جمعہ کی درمیانی شب میں جو ایک مبارک ساعت اور عالم آخرت کا سفر کرنے والوں کے لئے فال نیک اور مبارک وقت ہے چل بسے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

قاضی صاحب مرحوم ان ممتاز اور با توفیق جدید تعلیم یافتہ اصحاب، قانون دانوں

اور ملک کی سیاست اور ملت کی نمائندگی اور ملک کی خدمت کرنے والے ممتاز اصحاب میں تھے جنھوں نے باضمیر اور با اصول اور با مقصد اور سنجیدہ اور ممتاز تعلیم یافتہ حضرات اور سیاسی اور ملی نمائندوں کی طرح ملک وملت دونوں کی خدمت، پارلیمنٹ کی ممبری اور وزارت کے منصب کے ساتھ انجام دی، اور کبھی اپنے اصولوں اور معیار سے ہماری معلومات میں، انحراف یا ضمیر کا سودا نہیں کیا، وہ ایک ممتاز اور قابل احترام خاندان کے فرد اور محسن ملت وبانی دینی تعلیمی کونسل اترپردیش قاضی محمد عدیل عباسی صاحب مرحوم کے برادر خورد تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجے بلند کرے، ان کے خاندان اور اہل تعلق اور ملت سے ان کے انتقال پر تعزیت کی جاتی ہے۔

سید غلام محی الدین صاحب مرحوم

اب جگر تھام کے اور دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے ایک مخلص رفیق کار اور انگریزی میں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی متعدد اور اہم کتابوں کے مترجم اور اسلامی ودعوتی موضوعات پر براہ راست بھی انگریزی میں لکھنے والے فاضل سید غلام محی الدین صاحب[1] کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے، جنھوں نے ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ ۹ نومبر ۱۹۹۶ء یوم شنبہ کو وفات پائی۔

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے قیام کے آغاز ہی سے مرحوم کا اس مجلس سے بطور خاص اور راقم سطور کو مجلس کی اور اپنی اہم تصنیفات ومطبوعات کے انگریزی ترجمے اور خود اہم دعوتی وتاریخی موضوعات پر انگریزی میں بلند معیار سے لکھنے کا پورا تعاون حاصل رہا، خاص طور

---

[1] مرحوم کا یہی خاندانی نام تھا، لیکن وہ اپنی انگریزی کتابوں اور تراجم کے سرورق پر محی الدین احمد لکھا کرتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پر ڈاکٹر محمد آصف صاحب قدوائی مرحوم کی وفات کے بعد انگریزی میں ان سے زیادہ موثر اور بلند پایہ مترجم اور اہل قلم اپنے قریبی حلقۂ تعارف اور احباب میں نہیں مل سکا، اپنے عہدہ اور سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ان کا یہی سب سے بڑا عزیز مشغلہ تھا، جو وہ بڑی دل چسپی، خلوص اور قابلیت کے ساتھ انجام دیتے رہے، ان کے قلم سے جو کتابیں انگریزی میں نکلیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہوئیں ان کی تعداد پچیس[۲۵] تک پہونچتی ہے، ان میں مجلس کی متعدد اہم ضخیم اور کثیر الاجزاء کتابیں شامل ہیں، اور خود ان کی تصنیف شدہ کتابیں بھی، ان کتابوں میں "تاریخ دعوت وعزیمت" کا مکمل سٹ بھی شامل ہے، "المرتضیٰ" بھی ہے، اور سیّد احمد شہیدؒ کی سیرت بھی، ان کی اس محنت کا ثمرہ دور دور پہونچا، اور مغربی ممالک میں جہاں کی زبان انگریزی ہے، ان سے استفادہ کیا گیا، اور بعض جگہ ان کتابوں کی طباعت واشاعت بھی ہوئی، امید ہے کہ یہ محنت دل سوزی اور دنیا کی ایک وسیع اور موثر زبان میں اسلامی عقائد وحقائق، انقلاب انگیز اور عہد آفریں اسلامی شخصیتوں کا تعارف، اسلام اور اس کے داعیوں اور قائدین کے بارے میں ان غلط فہمیوں کو رفع کرنے کی کوشش جو مغربی ممالک اور مغربی زبانوں میں پائی جاتی ہیں، اسلام کے اثرات اور احسانات کی تشریح، سیرت نبوی کی پیش کش، اور انسانیت کے محسن اعظم کا تذکرہ اور اس کے عالمگیر احسانات واثرات پر تبصرہ اور بہت سی ان غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوششوں جو مغربی مصنفین ومستشرقین کی کتابوں اور مزعومہ تحقیقات نے ایک بڑے علمی حلقہ میں پیدا کر دی ہیں، ازالہ کی کوشش، ان کی مغفرت کا سامان اور سفر آخرت کا ایک بڑا زادِ راہ ہوگا، واللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

انگریزی میں اسلام، سیرت نبوی اور قائدین اسلام واقدار وافکار اسلامی کی تشریح

www.abulhasanalinadwi.org

وترجمان کے علاوہ جوان کے قلم سے صادر ہوئی، ان کا ایک قابل قدر کام یہ بھی تھا کہ وہ مولانا آزاد میموریل اکیڈمی لکھنؤ کے روح رواں اور اس کے انگریزی جرنل کے ایڈیٹر بھی تھے، اس کے ذریعہ انھوں نے جدید اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ سے ایک رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی، جو اسلام کے سنجیدہ اور عمیق مطالعہ، اور ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلمان قائدین کے حصے اور مقام کو سمجھنے اور اس کا اعتراف کرنے پر آمادہ کر سکے، اللہ تعالیٰ ان کی ان خدمات کو قبول فرمائے، اور ان کو اس کا اجر عطا فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

استنبول، لندن اور حجاز مقدس کا ایک طویل اور داعیانہ سفر

ترکی میں دینی بیداری اور اسلامی شعور کی ہلکی جھلکیاں

ترکی کے اسلام سے، اسلامی تمدن بلکہ اسلامی تشخص سے، اسلامی حمیت ہی نہیں بلکہ اسلامیت سے انتساب پر افتخار ہی نہیں بلکہ اظہار و اقرار کے امکانات کو ختم کرانے کے لیے بھی جو مکمل و منظم، منصوبہ بند اور پر عزم کوشش کی گئی جس کے پیچھے اور اس کے اندر (جیسا کہ اب تاریخی اور تحقیقی طور پر ثابت ہو چکا ہے اور راقم نے اس کو اپنی کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" میں تفصیل سے پیش کیا ہے[1]) استعماری و عیسائی طاقتوں نے جن کی بارہا ترکی سے جنگی محاذ دہی، استعماری منصوبوں اور اسلام اور عیسائیت کے تصادم، بلکہ صلیبی جنگوں میں محاذ آرائی و نبرد آزمائی ہو چکی ہے، اور مغربی طاقتوں نے اس کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ ترکی کا نہ صرف مسلمان رہنا بلکہ حامل لوائے خلافت خادم و محافظ حرمین شریفین اور ایک باحمیت اور صاحب شجاعت قوم اور آزاد ملک کی حیثیت سے باقی رہنا نہ صرف عیسائی اقوام بلکہ مغربی طاقتوں کے لئے بھی ہمیشہ ایک خطرہ بلکہ عالمی پیمانے پر سیادت و قیادت اور مغربی تہذیب کے فروغ کے سلسلہ میں سب سے بڑی رکاوٹ رہے گی۔

اس بنا پر مغربی طاقتوں نے (جن میں برطانیہ سب سے پیش پیش رہا ہے) ترکی کے

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" ص ۸۰-۸۵، ناشر مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، طبع چہارم

www.abulhasanalinadwi.org

اس امتیاز کو ختم کرنے اور اس کو نہ صرف دینی حمیت اور اسلام کی حمایت و نصرت کے جذبہ سے بلکہ اسلامی شعائر اور اسلامی نسبت پر فخر کی روایت سے بھی محروم کرنے پر اپنی پوری سیاسی، ذہنی اور تشکیلی ذہانت اور تجربہ مرکوز کر دیا، ان طاقتوں کی خوش قسمتی اور مسلمانوں اور ترکی قوم کی بدقسمتی سے ان کو کمال اتاترک کی ذات میں ایک مستعد، صاحب عزم قوی الارادہ اور منصوبہ ساز قائد (یا ایجنٹ) مل گیا جس نے ترکی ملک اور ترکی قوم کو مغربیت علمانیت (سیکولرزم) کے اختیار کرنے اور مغربی تہذیب کے معیار و اقدار کو منتہائے عروج اور قابل فخر ترقی ماننے بلکہ لادینیت پر آمادہ کر دیا۔[1]

اس انقلاب حال اور ایک پوری نسل کی نئی پیدائش میں تین عناصر نے انقلابی کام کیا۔ (۱) الغاء خلافت (۲) تبدیلی رسم الخط (قدیم ترکی رسم الخط کے بجائے جو عربی رسم الخط کا ترکی سانچہ تھا لاطینی رسم الخط کا اختیار کرنا) (۳) اسلامی قانون کے بجائے سوئس قانون کا اختیار کرنا، چنانچہ برطانوی پارلیمنٹ میں جب یہ سوال کیا گیا کہ اتحادی فوجیں ترکی کی حدود سے کیوں واپس آگئیں تو لارڈ کرزن نے جواب دیا کہ اب کی ضرورت نہیں رہی، اس لئے کہ اب ان تبدیلیوں کے بعد ترکی سے کوئی خطرہ نہیں رہا (گویا ترکی اب خود مغربی سانچہ میں ڈھل کر ایک ایسا لا مذہبی ملک بن جائے گا جس کا اپنے ماضی سے، قومی کلچر سے، اور اس کے علمی و کتابی ذخیرہ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا)

---

[1] کمال اتاترک کی ان انقلابی بلکہ دین و ملت اور تہذیب و ثقافت کے لحاظ سے ارتدادی اقدامات اور فیصلوں اور کارروائیوں کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" شائع کردہ دانش گاہ پنجاب لاہور کی جلد اول میں اتاترک پر مفصل اور پُر از معلومات مضمون پڑھا جائے خاص طور پر ص ۱۰۶۹ سے ص ۱۰۸۰ تک۔

www.abulhasanalinadwi.org

نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی قوم کے افراد کے نام تو اب بھی (عمومی اور اکثری طور پر) مسلمان ہیں، مسجدیں اب بھی قائم اور آباد ہیں، بہت سی اسلامی رسوم اب بھی شرعی طور پر انجام پاتی ہیں، لیکن اب ملک میں مغربی تہذیب پورے طور پر سایہ فگن ہوگئی ہے، پوری قوم برہنہ سر کردی گئی ہے، سر کا ڈھکنا ایک جرم ہوگیا (مسجدوں میں سر ڈھکنے کی اجازت تھی) لیکن ایک چھوٹی سی اقلیت سر پر کچھ ڈالے ہوئے نظر آتی ہے، باہر نکلنے والی عورتیں سو فیصدی بے پردہ ہیں اور ایک بڑی تعداد نیم برہنہ بھی، لاطینی رسم الخط در و دیوار، تختوں اور گھروں کے دروازوں پر اور رہبر لکھنے کی جگہ پر نظر آتا ہے، کہیں خدا رسول کا نام یا مسلمانوں کے نام یا دو کانوں کے نام عربی یا ترکی رسم الخط میں نظر نہیں آتے، عربی مدارس و مکاتب تقریباً معطّل و موقوف ہیں[1] عربی کتابیں جن میں بہت سی قدیم اور قابل احترام کتابیں بھی ہوتی ہیں بازاروں میں رکھی نظر آتی ہیں صرف قدیم یادگاریں، متبرک آثار اور عہد نبوی کے تبرکات، آثار قدیمہ کی طرح محفوظ ہیں اور لوگ ان کی زیارت کو جاتے ہیں۔

لیکن ان ساری تبدیلیوں کے ساتھ یہ ترک قوم کا جس نے صدیوں تک اسلام کا علم بلند رکھا، حرمین شریفین کی خدمت و حفاظت کی اور ان سے اپنے گہرے تعلق کا ثبوت دیا، اور جو حب رسولؐ اور غیرت دینی میں ہمیشہ ممتاز رہی جو نسلاً اور فطرۃً ایک مضبوط کیریکٹر، تشخص اور حمیت کی حامل ہے پورے طور پر تبدیل (بلکہ صحیح الفاظ میں) "تحلیل" نہیں ہو سکی، اب بھی اس کی خاکستر میں ایمان کی چنگاریاں اور اسلام اور مسلمانوں سے محبت اور شرافت کے ذرّات پائے جاتے ہیں، راقم سطور نے سب سے پہلے ۱۹۵۶ء میں

---

[1] صرف اماموں کی تربیت اور تیاری کے لئے ایک مرکز قائم ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ترکی کا سفر کیا، جس کی مفصل روداد اس کی کتاب "دو ہفتے ترکی میں" آچکی ہے اور اس سے ترکی قوم کے ان خصوصی جذبات، نسلی اور قومی خصوصیات، اور اسلام سے ایک ناقابل شکست رابطہ کا اظہار ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے سر پر مغربی تہذیب کا وہ شامیانہ بھی تنا ہوا نظر آتا ہے، جو ساری قوم اور سارے ملک پر سایہ فگن بلکہ طوق وسلاسل بنا ہوا ہے، اس کے بعد راقم کو تین مرتبہ اور رابطہ ادب اسلامی کے جلسوں میں شرکت و صدارت کے لئے جس کا وجود قریبی زمانہ میں مکہ معظمہ میں عمل میں آیا تھا اور چونکہ اسرائیل کے قیام اور لبنان پر اس کے اثرات کی وجہ سے حساس اور باعزت عرب اساتذہ جو سعودی عرب میں تدریس اور مختلف خدمات پر مامور ہیں گرمی کی تعطیل بیروت میں گزارنے بجائے ترکی میں گزارنے کو ترجیح دینے لگے، جہاں نسبتاً ارزانی بھی ہے اور موسم بھی معتدل و خوش گوار ہوتا ہے اور عربوں کا احترام بھی زائد ہے، رابطہ ادب اسلامی کے تینوں اجلاس ترکی کی حدود میں ہوئے اور کامیاب ہوئے۔

رابطۂ ادب اسلامی اور حفلۂ تکریم کا ترکی میں انعقاد

اس مرتبہ اگست ۱۹۹۶ء کی ۸، ۹، ۱۰ تاریخوں میں خاص استنبول میں رابطۃ الادب الاسلامی کے جلسہ کا ہونا طے پایا تھا اسی کے ساتھ (معذرت اور شرمندگی کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ) رابطۂ ادب اسلامی کے خوش حوصلہ داروں نے جن میں ممالک عربیہ کے رابطہ کی شاخ کے صدر اور فاضل ادیب استاد عبدالقدوس ابو صالح پیش پیش تھے، ناچیز راقم سطور کے اعزاز اور اس کی تحریر و تالیفات کے تعارف اور تبصرہ کے لئے راقم کے نام پر بھی ایک حفلۂ تکریم (اعزازی و تعارفی جلسہ) کا اہتمام و اعلان کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حسن اتفاق بلکہ تقدیری عمل کہ اس سے چند ہی دن پہلے نجم الدین اربکان صاحب کے وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہونے کا اعلان ہوا جو رفاہ پارٹی ("WELFARE PARTY") کے صدر اور کسی حد تک دینی رجحان اور فکر کے آدمی ہیں، استنبول کی گذشتہ حاضری کے موقع پر وہ خود راقم سطور سے ہوٹل میں ملنے آئے تھے، اور بے تکلف ملے تھے، اس وقت تک ترکی پارلیمنٹ میں ترک خاتون تانسو چیلر وزارت وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز تھیں، لیکن حال میں نجم الدین اربکان صاحب وزارت کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ترکی کے سفر کی پیشکش کو قبول کرنے میں اس امید کو بھی دخل تھا کہ شاید یہ حاضری رابطہ کے جلسے اور علمی و دینی مذاکرات، ترکی کی دینی فضا کو کچھ متاثر کردیں اور وہاں کے صاحب علم و نظر طبقہ کی تائید و تقویت میں جو ترکی میں اسلام کے دور وقار کو واپس لانے کے خواہش مند ہیں کسی درجہ میں معاون ثابت ہوں، چنانچہ اپنی صحت کی کمزوری، کاموں کی کثرت، ملک کے پیچیدہ و مشکوک حالات کے ہوتے ہوئے سفر کا فیصلہ کرلیا گیا۔

زندگی کا ایک طویل ترین سفر

یہ سفر زندگی کا شاید طویل ترین سفر تھا جو دو بر اعظموں (یورپ اور ایشیا) اور چار ملکوں پر مشتمل تھا، ویسے راقم نے امریکا کے بھی دو سفر کیے ہیں، افریقہ میں مراکش اور وجدا تک گیا ہے، اور ادھر مشرق و شمال میں بخارا اور سمرقند و تاشقند تک بھی، لیکن اس نے اتنے مختلف الجہات، مختلف اللغات اور مختلف الدیانات ملکوں کا ایک سلسلہ میں سفر نہیں کیا تھا، اس سفر کی مختصر روداد اور اس سفر کے تجربات، فوائد اور توقعات

www.abulhasanalinadwi.org

اجمالی طور پر پیش کی جاتی ہیں والغیب عند اللہ تعالیٰ۔

دہلی سے دبئی اور استنبول تک

لکھنؤ سے ۵ راگست ۱۹۹۶ء بروز شنبہ بذریعہ ہوائی جہاز، عزیز القدر مولوی سید محمد رابع حسنی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء اور صدر رابطہ ادب اسلامی ممالک عربیہ، اور عزیزی الحاج عبد الرزاق رائے بریلوی کی معیت میں (جو راقم کی کبر سنی ضعف اور امراض کی وجہ سے سفر میں رفاقت کے لیے ضروری ہو گئے ہیں) دہلی پہنچنا ہوا، وہاں ایک شب رہ کر ۶ راگست کی صبح کو بذریعہ ہوائی جہاز راقم اور اس کے تینوں ساتھی مولوی محمد رابع، حاجی عبد الرزّاق، اور مولوی رضوان ندوی تقریباً گیارہ بجے دبئی کے ہوائی اڈہ پر پہنچے، چونکہ ہم لوگوں کے پاس دبئی کا ویزا نہیں تھا اس لئے اندیشہ تھا کہ استنبول جانے والے جہاز کے انتظار میں ہوائی اڈہ ہی پر وقت گزارنا پڑے گا جو اگلے دن صبح وہاں سے روانہ ہوتا ہے لیکن ہوائی اڈہ پر دبئی کے متعدد معزز اور سربرآوردہ افراد استقبال کے لیے آگئے، جن میں وہاں کے مشہور تاجر اور ممتاز شہری شیخ علی سالم اور شیخ سیف غُریر قابل ذکر ہیں، بھٹکل کے احباب مقیمین دبئی و خلیج بھی اچھی تعداد میں آگئے، وہاں سے ہم لوگ محب گرامی جناب مظفرؔ کولا صاحب کی قیام گاہ پر آئے جو اتفاق سے اپنے وطن بھٹکل اپنی صاحبزادی کے عقد کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے لیکن ان کی قیام گاہ پر مخلصانہ تعلّقات کی بنا پر اور ان کے بعض قریبی رشتہ داروں کی موجودگی کی وجہ سے (جن میں ان کے بھنوئی محمد اسماعیل صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں) کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی، ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

دوسرے رفقاء سفر استنبول مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء و مدیر اعلیٰ "البعث الاسلامی" عزیز القدر مولوی سید محمد واضح حسنی ندوی استاذ دار العلوم و مدیر اعلیٰ جریدۃ الرائد (عربی)، مولوی نذر الحفیظ ندوی استاد دار العلوم، مولوی ضیاء الحسن ندوی صدر شعبہ عربی جامعہ ملیہ، مولوی محسن عثمانی ندوی صدر شعبۂ عربی نہرو یونیورسٹی، پروفیسر مولوی اجتباء ندوی سابق صدر شعبہ عربی الٰہ آباد یونیورسٹی اور انیس چشتی صاحب، کویت کے راستے سے بذریعہ جہاز استنبول پہنچے اور وہاں سب اکٹھا ہو گئے اور رابطہ ادب اسلامی کے منتظموں اور میزبانوں نے اپنے غیر ملکی مہمانوں کو استنبول کے ایک مہذب، وسیع اور سنجیدہ ہوٹل (HOTEL BERR) میں ٹھہرایا جو حسن اتفاق سے سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کی بنائی ہوئی شاندار مسجد سے قریب اور اس کے جوار میں تھا۔

دبئی میں عرب اور ہندوستانی احباب کی آمد کا سلسلہ جاری رہا، کھانا کھا کر آرام کیا مغرب کے بعد باہر نکلنا ہوا دبئی کو جہاں کئی سال کے بعد جانے کا اتفاق ہوا تھا دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہ اب بالکل (عمارتوں کی بلندی و خوبصورتی، تجارت کی منڈی اور زینت و آرائش کی بناپر) چھوٹا بمبئی معلوم ہوتا تھا، صرف مساجد کی وجہ سے جو خوبصورت اور شاندار تھیں، وہ ایک اسلامی شہر نظر آتا تھا، سیف عزیر صاحب نے بازار میں ایک زبردست سہ منزلہ جامع مسجد بنوائی ہے جس کا افتتاح ابھی چند روز قبل ہوا، راقم سے عشاء کی نماز کے بعد وہاں کچھ کہنے کی فرمائش کی گئی، راقم نے ہندوستانیوں، پاکستانیوں کی کثرت اور غلبہ کی وجہ سے اردو ہی میں تقریر کی، پہلے سورۂ "والعصر" پڑھی اور اس کی تفسیر بیان کی کہ اس سے زیادہ جامع اور مختصر پیغام اور نقشۂ حیات پیش نہیں کیا جا سکتا، پھر خاص طور پر حاضرین کو متنبہ کیا گیا کہ آپ یہاں جائز طریقہ پر خوب کمائیں کھائیں لیکن یہ

بات ذہن میں رکھیں کہ یہ کوئی خالص تجارت کی منڈی اور صرف کمانے اور کھانے کی جگہ نہیں ہے، یہ اس جزیرۃ العرب کا ٹکڑا ہے جہاں سے ہم کو ایمان کی دولت ملی، ہدایت ملی، اللہ کے رسول کے دامن سے وابستگی حاصل ہوئی، اسلام سے نسبت اور اس کا شرف حاصل ہوا، اس پر راقم نے حضرت سید احمد شہیدؒ کے سفر حج کا ایک مؤثر اور عبرتناک قصہ سنایا کہ آپ اپنے سات سو ساتھیوں کے ساتھ جو گیارہ جہازوں پر سوار تھے حج کے لئے جا رہے تھے[1] راستہ میں جہاز جزیرۃ العرب کے کسی علاقہ کے کسی محاذ سے گزرا، کسی نے حضرت کو اشارہ کیا کہ دیکھئے! وہ کھجور کا درخت ہے معلوم ہوتا ہے ہم جزیرۃ العرب کے محاذ سے گزر رہے ہیں، آپ عام طور پر باوضو ہوتے ہی تھے فوراً شکرانہ کی دو رکعت نماز کی نیت باندھ لی کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس وقت تک زندہ رکھا کہ ہم جزیرۃ العرب کو دیکھ لیں اور یہاں کا سفر کریں، آپ کو بھی کسی کسی وقت اس خیال کا استحضار کر لینا چاہیے کہ آپ کہاں ہیں اور یہ کیا سرزمین ہے، یہاں کی اصل دولت و نعمت تجارتی منافع نہیں دینی کسب و فیض اور اس پر حمد و شکر ہے۔

---

[1] سید صاحبؒ نے اس سفر حج کا اتنا بڑا اہتمام و اعلان اور اس کی وسیع پیمانہ پر دعوت کا نظم اس لئے کیا تھا کہ بعض معقولی علماء اور سطحی النظر مفتیوں نے یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ چونکہ حج کی فرضیت کے لیے من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران: ۹۷) کی شرط ہے جو وہاں تک پہنچنے کی صلاحیت رکھنے اور راستہ ہموار ہونے اور ہندوستان اور جزیرۃ العرب کے درمیان سمندر حائل ہے اس لیے ہندوستانیوں پر حج فرض نہیں رہا، یہ ایک بڑا فتنہ اور خطرہ تھا کہ کہیں اس سے حج ہمیشہ کے لئے متروک نہ ہو جائے اور پھر دوسرے ارکان کی نوبت آئے، سید صاحب نے اعلان عام کیا کہ ہم حج کو جاتے ہیں جس کا جی چاہے ہمارے ساتھ چلے چنانچہ کلکتہ بندرگاہ پر گیارہ جہاز کرایہ پر لئے گئے اور سات سو ساتھیوں کے ساتھ آپ روانہ ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دبئی کے اس ایک روزہ قیام میں بعد عشاء ایک مخلص منکسر المزاج اور مشفق و تعلیم یافتہ شخصیت خلیل صاحب کے یہاں بھی جانا ہوا، انھوں نے دن ہی میں رات کے کھانے کا وعدہ لے لیا تھا، یہاں دبئی کے بہت سے اہلِ تعلّق پہنچ گئے تھے، کھانا کھانے کے بعد قیام گاہ واپسی ہوئی، ۷ راگست کو صبح سات بجے کے جہاز سے استنبول جانا تھا چنانچہ ایرپورٹ آگئے اور چار گھنٹے کی امارات کی فلائٹ سے استنبول پہنچے، استنبول کے ایرپورٹ پر رابطہ ادب اسلامی کے ذمہ دار ڈاکٹر عبد القدوس ابو صالح اور ترکی کے رابطہ ادب اسلامی کے مقامی ذمہ داران موجود تھے، دہلی سے دیگر رفقاء کویتی جہاز سے رات کو پونے دس بجے پہنچے۔

ہمارے ان عزیز رفقاءِ سفر کے علاوہ جو خاص رابطہ ادب اسلامی میں عملی شرکت کے لئے آئے تھے ہمارے مخلص دوست و کرم فرما جناب محمد عثمان صاحب حیدرآبادی جو سعودی عرب میں "مدیر المشروع ادارۃ الہندسہ والانشاء" (PROJECT MANAGER I. A. P. ENGINEERING AND CONSTRUCTION DEPARTMENT) کے معزز عہدہ پر مامور ہیں اور ریاض و جدّہ ان کا مستقر ہے، حسبِ معمول محض راقم کی رفاقت و اعانت اور سفر میں سہولت پہنچانے کے لیے نیویارک سے سفر کرکے تشریف لائے اور قریبی کمرہ میں قیام کیا، بڑی قابلِ قدر اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ انہی دنوں میں ان کی صاحبزادی کا نیویارک میں آنکھ کا آپریشن ہوا تھا اور وہ ابھی اسپتال سے خارج ہوئی تھیں انھوں نے ناچیز کی رفاقت و اعانت کے لیے امریکا سے (جہاں کے وہ نیشنل بھی ہیں) استنبول کا سفر اختیار کیا اور ہمارے پہنچنے کے اگلے ہی روز وہ پہنچ گئے اور اپنا سارا وقت ہماری راحت و آرام و انتظام کے لیے وقف کردیا، وہ ہماری جسمانی و طبی ضرورتوں اور

www.abulhasanalinadwi.org

سکون وراحت پہنچانے کے انتظامات سے واقف ہیں اور اس کا اتنا خیال رکھتے ہیں کہ ان کے آنے کے بعد بالکل فارغ البال ہو جانا پڑتا ہے۔

دوسرے دن ۸ اگست ۱۹۹۶ء کو صبح دس بجے سے کانفرنس شروع ہوئی، بیرونی شرکاء کی تعداد اسّی سے اوپر ہو گئی، شہر کے فضلاء اس کے علاوہ تھے، دفاتر کے صدر و ذمہ دار اور رابطہ کے مختلف علاقوں کے ارکان خاصی تعداد میں شریک ہوئے۔

راقم جب جلسہ گاہ میں پہنچا تو دیکھا ڈائس پر ایک طرف ڈاکٹر علامہ یوسف القرضاوی تشریف رکھتے ہیں، دوسری طرف نامور مفکر، ادیب و داعی استاذ سید قطب شہیدؒ کے بھائی محمد قطب، راقم ان کے درمیان بیٹھ گیا، استاذ محمد قطب نے افتتاحی تقریر کی، اس میں ادب اسلامی کی اہمیت و ضرورت پر اچھی روشنی ڈالی، پھر ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے تقریر کی، ڈاکٹر عبدالقدوس نے مملکت سعودیہ عربیہ کی طرف سے خطاب کیا، پھر مولوی محمد رابع نے "شبہ القارۃ برصغیر ہند" کے دفتر کی طرف سے خطاب کیا، پھر صدر رابطہ کی حیثیت سے راقم نے خطاب کیا اور جلسہ کا اختتام قرأت پر ہوا۔

پھر اسی روز ۸ر کی شام کو مؤتمر کا دوسرا جلسہ ہوا جو شام کے ۵ بجے سے ۸ بجے تک جاری رہا، صدر نے تقریر سے جلسہ کا آغاز کیا، صدر مکتب عربی ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح کی رپورٹ پیش ہوئی، پھر مولوی رابع نے اپنی رپورٹ برصغیر ہند کے مکتب کی طرف سے پڑھی، پھر ایجنڈا کے دفعات پر بحث ہوتی رہی اور ان پر ایک ایک کر کے غور و اظہار خیال کیا گیا، مغرب کی نماز کے وقت جلسہ اختتام پذیر ہوا، دوسرے روز (۹ر اگست) کو صبح سات بجے سے حفلۂ تکریم (اعزازی جلسہ) کا سیمینار شروع ہوا جس کا موضوع راقم سطور کی ادبی، فکری و دعوتی خدمات کا اظہار اور اس کی تصنیفات، اسلوب اور معیار پر

www.abulhasanalinadwi.org

تبصرہ تھا، اس سیمینار میں سولہ مقالے پڑھے گئے، مقالوں کی خاصی تعداد پڑھنے کا وقت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو دفتر میں جمع کرایا گیا، بیس مقالوں کے عنوان اور مقالہ نگاروں کے نام ریکارڈ میں ہیں، بعض مقالے (خاص طور سے ہندوستانی فاضل مقالہ نگاروں کے) پڑھے نہیں جاسکے۔

جلسہ کی سربراہی ڈاکٹر عبدالمنعم احمد یونس صدر علاقائی دفتر رابطہ ادب اسلامی (قاہرہ) نے کی جو جامع ازہر کی شاخ منوفیہ میں کلیۃ اللغۃ العربیۃ کے وکیل بھی ہیں، افتتاحی تقریر محمد قطب نے کی، اس کے بعد ڈاکٹر سعد دعبیس رکن رابطہ قاہرہ نے عربی قصیدہ پڑھا، اس کے بعد علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے اپنا فاضلانہ مقالہ پڑھا جس کو حاصل اجلاس کہنا چاہیے اور جس کا عنوان تھا "رکائز الفقہ الدعوی عند العلامۃ ابی الحسن علی الندوی" (حکمت دعوت کی بنیادیں اور ستون ابوالحسن علی ندوی کے لٹریچر میں) انھوں نے تفصیل سے اس مقالہ میں (جو فل اسکیپ کے دس صفحات پر مشتمل تھا) راقم کے دعوتی و تحریکی مضامین و رسائل اور تحریروں اور تقریروں میں سے وہ عنوانات اور بنیادی اصول چھانٹ لیے جن پر عام طور پر اس راقم کی فکر و تحریر گردش کرتی ہے اور ان کو ان مضامین کا قدرِ مشترک قرار دیا جاسکتا ہے، ان میں سے (علامہ یوسف القرضاوی کی دلچسپی اور اخلاص، وسعت نظر و مطالعہ اور شہادت بالحق کے جذبہ کو سمجھنے کے لیے جس میں عرب اہل فکر بالعموم اور علامہ یوسف القرضاوی خاص طور پر ممتاز ہیں) عنوانات پیش کیے جاتے ہیں، جو انہی کے الفاظ میں ہیں۔

۱۔ مادیت کے مقابلہ میں ایمان کی جڑوں کو گہرا کرنا۔

۲۔ "عقل" پر "وحی" کو غالب رکھنا۔

www.abulhasanalinadwi.org

۳۔ قرآن مجید سے مضبوط تعلق و وابستگی۔

۴۔ سنت و سیرتِ نبوی سے ربط و تعلق۔

۵۔ روحانی جذبہ و شعلہ کی تحریک۔

۶۔ تخریب کے بجائے تعمیر اور تفریق کے بجائے جمع کی کوشش۔

۷۔ جہاد فی سبیل اللہ کی روح کا احیاء۔

۸۔ اسلامی تاریخ اور اس کے کارناموں سے شعلہ انگیزی کا کام۔

۹۔ مغربی فکر اور مغربی تمدن کی تنقید۔

۱۰۔ نظریۂ قومیت اور جاہلی تعصبات پر تنقید۔

۱۱۔ عقیدۂ ختم نبوت کا اثبات و استحکام اور قادیانی فتنہ کا مقابلہ۔

۱۲۔ فکری ارتداد کا مقابلہ اور اس کی محاذ آرائی۔

۱۳۔ امت مسلمہ کے دور کے دوام اور اس کی تاریخ کے تسلسل پر زور و تاکید۔

۱۴۔ صحابۂ کرام کے فضائل اور دینی منزلت پر روشنی ڈالنا۔

۱۵۔ قضیۂ فلسطین کی اہمیت کا اظہار اور اس کو آزاد کرانے کی جد و جہد کی ضرورت۔

۱۶۔ آزاد اسلامی نظامِ تعلیم کی موجودگی کی ضرورت اور اس کے لئے جدّ و جہد۔

۱۷۔ مسلمانوں کی نئی نسل اور کم عمر افراد کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دہانی۔

۱۸۔ علماء اور ربّانی و حقّانی معاصر داعیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دہانی۔

۱۹۔ اسلامی بیداری اور اسلامی تحریکات کو صحیح راستہ پر لگانے اور انحراف، مبالغہ اور ظاہر پرستی سے بچانے کی کوشش۔

۲۰۔ آخری چیز غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ۔

www.abulhasanalinadwi.org

عرب مقالہ نگاروں میں ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے علاوہ پروفیسر شیخ محمد علی صابونی اُستاد اُم القُریٰ یونیورسٹی (مکّہ معظمہ) پروفیسر ڈاکٹر عبد القدوس ابو صالح صدر شعبۂ تنقید و ادب، امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی، و نائب صدر عالمی رابطۂ ادب اسلامی ڈاکٹر عبد الباسط بدر استاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منوّرہ، وجدہ کالج مراکش کے استاد ڈاکٹر حسن الامرانی، ڈاکٹر عبد الحلیم عویس، (نائب صدر رابطۃ الجامعات الاسلامیہ و مدیر مکتبۂ صحوۂ اسلامیہ مصر) اسی طرح مصر، ترکی، ملیشیا، انڈونیشیا کے متعدد پروفیسر صاحبان نے راقم کی ادبی و اسلامی تالیفات پر مقالات پڑھے جن کی تعداد سولہ تک پہنچتی ہے، ۱۰ اگست کی شام کو راقم کے اعزاز میں ایک شعری نشست بھی منعقد ہوئی، جس میں ۱۵ ملکوں کے نمائندہ شعراء نے اپنے خیالات پیش کئے، دانشورانِ ترک کی طرف سے ترکی کے معیاری خطّاطی کا ایک نمونہ ایک حسین طغریٰ کی شکل میں (جس میں راقم کا نام تھا) پیش کیا۔

ان تعارفی و توصیفی مقالات کے بعد جو راقم کی حیثیت و مرتبہ سے بلند تھے، اور جن میں مقالہ نگاروں کی قدر افزائی اور وسیع القلبی کام کر رہی تھی، راقم نے کچھ کہنا اپنا اخلاقی فرض سمجھا، اس نے فارسی کی پرانی مثل اور اخلاقی تعلیم "ایاز قدر خود را بشناس" پر عمل کیا، اور عرض کیا کہ اس نے جس ملک و ماحول میں زندگی گزاری اور اس کو مطالعہ و استفادہ کے جو مواقع ملے، پھر اس کی فطری استعداد و صلاحیتوں کو اس اعتراف و اعزاز سے کوئی نسبت نہیں جن کا ان مقالات میں اظہار خیال کیا گیا، یہ محض فضل خداوندی، پھر مقالہ نگاروں کی شرافتِ نفس و وسیع القلبی اور وسیع النظری کا نتیجہ ہے۔

البتہ ایک حقیقت کا اظہار بلا تواضع کیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی تصنیفات اور دعوت میں اُمّت مسلمہ کے بارہ میں وہ بلند سطح اختیار کی جس کو اس زمانہ کے عام مصنّفین و مفکّرین نے

www.abulhasanalinadwi.org

نہ صرف نظر انداز کیا، بلکہ اس کے خلاف ذہن پیدا کیا، وہ یہ کہ امّت مسلمہ کو محض ایک متأثر ہونے والی جماعت و نسل کے طور پر پیش کیا گیا، جو صاحب اقتدار طاقتوں، حکومتوں اور انقلابات زمانہ کی تابع اور گرد و راہ رہتی ہے، اس کا ہرگز یہ مقام نہیں کہ وہ زمانہ پر اثر ڈال سکے اور کوئی انقلاب برپا کر سکے، وہ جدید اصطلاح میں ACTOR (تابع و متأثر ہے) FACTOR (اثر انگیز اور انقلاب خیز) نہیں، خاکسار نے اپنی کتابوں بالخصوص "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" میں ثابت کیا کہ امّتِ مسلمہ صرف تابع و مقلّد، اور منفعل اور تحلیل ہو جانے والی امّت نہیں، وہ زمانہ کو نیا رُخ دینے والی اور ایک صالح انقلاب لانے والی دعوت و امّت ہے، علّامہ اقبال مرحوم نے اسی حقیقت کو ابلیس کی زبان سے ادا کیا ہے جس نے اپنے معاونین کے سارے پیش کئے ہوئے خطرات کی تحقیر کرتے ہوئے کہا ؎

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امّت کی بیداری سے میں

ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

ہفتہ کے روز شام کو (۱۰ اگست ۱۹۹۶ء) راقم سطور کے اعزازی جلسہ میں سات اور مقالے پیش کئے گئے، جن میں خاص طور پر (۱) منہج التراجم و معالم التجدید (۲) "ادب الاطفال" (۳) سفرناموں اور سیاحتی مضامین میں دعوتی ممتاز اسلوب" قابل ذکر ہیں۔

اس سلسلہ کے خاصی تعداد کے مقالات وقت کی تنگی اور پروگرام کی کثرت کی وجہ سے پڑھے نہیں جا سکے وہ رابطہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔

ہال عام طور پر حاضرین سے بھرا رہتا تھا اور کرسیوں سے زائد حاضرین ہوتے تھے جن کو کھڑا رہنا پڑتا تھا، رابطۂ ادب اسلامی کا یہ جلسہ اپنے مقصد و دعوت، حاضرین کی اہمیت و کثرت اور استنبول کے علمی، ادبی اور اسلامی حلقوں کی تائید و تعاون سے ہر طرح

www.abulhasanalinadwi.org

کامیاب رہائے[1]

ہوٹل بر "HOTEL BERR" اور اس کے وسیع ہال کے علاوہ رابطہ کے مہمانوں اور مندوبین کے اکرام واحترام اور ضیافت میں متعدد شاندار دعوتیں ہوئیں ان میں سے ایک کارپوریشن کے نائب صدر کی طرف سے کارپوریشن استنبول کے وسیع ہال میں ہوئی، نائب صدر نے ایک پُرجوش خیر مقدمی تقریر کی جس میں انھوں نے رابطہ کے بعض ذمہ داروں کی عربی تصنیفات (بالخصوص جو بچوں کے لیے لکھی گئی ہیں ان میں) خاص طور پر "قصص النبیین للاطفال" کی مقبولیت کا ذکر کیا اور کہا کہ ہمارے گھر کا ایک بچہ جس کی عمر ۸ برس سے زائد نہیں "قصص النبیین" کا ایک حصہ پڑھتا ہے اور گھر والوں کو سناتا ہے متعدد مجلسوں اور نشستوں میں ادب اسلامی کو عام کرنے، اس کو رواج دینے اور ترکی میں اسلامی افکار کو پھیلانے کے سلسلے میں تجاویز پیش ہوئیں، ایک رات ایک مجلس مشاعرہ بھی منعقد ہوئی۔

جمعہ سلطان احمد کی مسجد میں جو شہر کے تقریباً ایک کنارہ پر ہے پڑھا گیا، مسجد بڑی شاندار و خوبصورت ہے جو نمازیوں سے بھری ہوئی تھی، خطیب نے ترکی زبان میں طویل خطبہ دیا آخر میں چار پانچ منٹ کا عربی خطبہ بھی دیا اور نماز ختم ہوئی، نماز کے بعد بحر اسود اور خلیج مرمرہ کو جوڑنے والی آبنائے "باسفورس" پر بذریعہ جہاز سیر ہوئی، جس کے

---

[1] اس سفر کی تفصیلات، جلسوں کی روداد اور ان کے اثرات، اور اہل استنبول کے استقبال واکرام کی روداد کے لیے فاضل عزیز سید ضیاء الحسن ندوی پروفیسر وصدر شعبۂ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ کا مفصل وبلیغ مقالہ بعنوان "ترکی میں ادب اسلامی کا عالمی اجتماع" شائع شدہ رسالہ "تعمیر حیات" شمارہ ۱۰ ستمبر ۱۹۹۶ء ۔ نیز "شہر آرزو استنبول" از مولوی نذر الحفیظ ندوی استاد فاضل دار العلوم ندوۃ العلماء شائع شدہ رسالہ "تعمیر حیات" ۱۰ ستمبر ۱۹۹۶ء۔

www.abulhasanalinadwi.org

ایک طرف یورپ کا علاقہ ترکی نظر آتا تھا، دوسری طرف ایشیا کی سرزمین، اس میں کھانا کھایا گیا پھر بذریعہ کار واپسی ہوئی، عصر کی نماز بحر اسود کے ساحل پر واقع ایک مقام "سریر" (SARIYAR) پر ادا کی گئی۔ گیارہ بجے دن میں ٹیلی ویژن کی طرف سے ایک انٹرویو لیا گیا جس میں راقم سطور اور شیخ یوسف القرضاوی نے حصہ لیا اور جوابات دیئے۔

استنبول کی ایشیائی حصہ کی میونسپلٹی کی طرف سے تقریر کا ایک پروگرام رکھا گیا تھا، ہال اپنی وسعت کے باوجود بھرا ہوا تھا، راقم کی تقریر کا عنوان جو پہلے سے صدر دروازہ پر جلی حروف سے لکھا ہوا تھا "مولانا جلال الدین رومیؒ[1]" تھا۔

راقم اس کے لیے اپنی کتاب "رجال الفکر والدعوۃ" کے تیسرے حصہ سے مضمون نقل کر کے لایا تھا جو اتفاق سے قیام گاہ ہی پر رہ گیا، اس لیے اس نے زبانی برجستہ تقریر کی اور مولانا روم کی اس مؤثر ترین اور زندۂ جاوید شاعری پر روشنی ڈالی جس نے ان کے اور بعد کے عہد کے ہزاروں فلسفہ زدہ اور یونان کے ملحدانہ فلسفہ اور ارتیابیت کے زخم خوردہ فاضلوں کو الحاد و لادینیت یا تشکیک و ارتیاب کے پنجے سے نکال دیا، یہی حال یا اس سے زیادہ برصغیر ہند کے خطّہ میں پیش آیا کہ بیسیوں بلکہ سیکڑوں فلسفہ زدہ اور ارتیابیت کے شکار ازسرنو اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے اور اس کے پُرجوش مبلّغ و داعی بن گئے۔

اس سلسلہ میں راقم نے مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مرحوم کا خاص طور پر نام لیا جن پر مثنوی مولانا روم نے بڑا گہرا اثر ڈالا تھا اور جدید فلسفہ کے بہت سے اثرات کو جنھوں نے اُن کو تزلزل و اضطراب میں مبتلا کر دیا تھا دور کیا، تقریر کے شروع میں علّامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا تھا ؎

---

[1] مولانا جلال الدین رومیؒ جو بلخ خراسان کے باشندہ تھے، قونیہ (ترکی) ہی میں مدفون ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

پیرِ رومی مرشدِ روشن ضمیر
کاروانِ عشق و مستی را امیر

تقریر بہت دلچسپی سے سنی گئی، تقریر کے بعد سوالات کی بھرمار ہوئی، بڑی تعداد میں سوالات کے پرچے ترکی زبان میں لکھے ہوئے جلسہ کے ناظم (CONDUCTOR) کے پاس آئے، انھوں نے ان میں سے انتخاب کرکے سوالات پیش کئے اور ان کے جوابات دیئے گئے۔

جلسہ کے بعد ایک پہاڑی پر جس سے سارا قسطنطنیہ نظر آتا ہے اور سمندر و میدان بھی سامنے آتے ہیں اور جہاں ایک تفریحی ہوٹل بھی ہے، شرکائے جلسہ اور مہمانوں کی ضیافت کی گئی، وہیں کارپوریشن کے صدر جو تازہ تازہ بوسنیا (BOSENIA) کے دورہ سے آرہے تھے تشریف لائے، انھوں نے بوسنیا کے مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کی تفصیل بیان کی، ناچیز نے اس کی روشنی میں ایک مؤثر تقریر کی، جس میں مغربی تہذیب کی بے ثباتی اور پرفریبی اور اب اس کی خودکشی کی آمادگی و تیاری کا ذکر کیا، اور حاملِ لواءِ اسلام ترکی کو اس سے سبق لینے اور خودشناسی اور اسلام کی قدر کی تلقین کی، یہ تقریر اور جلسہ الحمدللہ بہت کامیاب و مؤثر رہے۔

ترکی میں اسلامی تصوّف کے نقشبندی، مجدّدی سلسلہ کے کئی بزرگ، ترک عوام و خواص پر بڑا اثر رکھتے ہیں اور ان کے بہت وسیع حلقہائے ارادت ہیں، ان بزرگوں میں سے ایک ڈاکٹر محمود جوشان ہیں، ان کا حلقۂ ارادت ترکی سے باہر بھی پھیلا ہوا ہے،[1]

---

[1] نقشبندی مجدّدی سلسلہ غالباً مولانا خالد رومی کے ذریعہ جو کردی النسل تھے کردستان و ترکی میں پھیلا وہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی کے خلیفہ و مجاز تھے، ان سے مملکت روم، متعدد ممالک عجم (باقی ۲۹۴ پر)

انھوں نے ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی مرکز بھی قائم کیے ہیں جن کی ترکی کے موجودہ قوانین میں گنجائش موجود ہے، علاوہ ازیں متعدد پرائیویٹ اسپتال، کئی صنعتی کمپنیاں اور اسکول قائم کیے ہیں، ان دونوں مشائخ نے راقم کو اور اس کے ساتھ رابطہ ادب اسلامی کانفرنس کے دیگر شرکاء کو عشائیہ پر مدعو کیا اور اپنے گہرے تاثر اور قدر دانی کا اظہار کیا، راقم نے بھی بعض دعوتوں میں تصوف کی حقیقت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے طریقہ کی خصوصیات اور ان کی توحید و سنت کی دعوت پر روشنی ڈالی۔[1]

دوشنبہ ۱۲ اگست کو دس بجے دن میزبانِ عالم کے میزبان سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کے مزار کی زیارت کے لیے جانا ہوا، وہاں فاتحہ پڑھی اور ان کی قوتِ ایمانی اور ہمت عالی کی داد دی کہ مدینہ منورہ کے بجائے جو ان کا محبوب وطن اور ہجرت نبوی کے باعث متبرک شہر تھا، انھوں نے راہ خدا میں جان دینے کے لیے اس دور دراز علاقہ کو منتخب فرمایا اور کوشش اور وصیت کی کہ اگر شہادت ہو جائے تو بھی ان کو زیادہ سے زیادہ اس علاقہ کے اندر لے جانے کی کوشش کی جائے، اور اس طرح مدنی الولادہ اور مدنی السکونت، میزبان رسول اکرمؐ، قسطنطنیہ کے دہانے پر محو خواب ہیں رضی اللہ عنہ وجزاہ اللہ خیر الجزاء۔ وہاں سے نکل کر عثمانی سلاطین نے دینی تبرکات اور آثار کے لیے "ٹوپ کاپی" کے نام سے جو میوزیم بنایا ہے اس کی سیر کی، دوپہر کو ایک وسیع اثر رکھنے والے مجددی شیخ ڈاکٹر محمود اسعد کے ہاں کھانے کے لیے جانا ہوا، ان سے ملاقات

(سنہ ... کا واقعہ) اور کردستان و ترکستان مستفید و فیضیاب ہوئے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تاریخ دعوت وعزیمت حصہ چہارم ص ۳۶۸ تا ص ۳۷۰۔)

[1] ماخوذ از مقالہ "ترکی میں ادب اسلامی کا عالمی اجتماع" از مولوی سید ضیاء الحسن ندوی رسالہ "تعمیر حیات" ۱۰ ستمبر ۱۹۹۶ء

کی گئی، ان کے کام کی وسعت معلوم ہوئی، وہاں تصوّف اور مجددی سلسلہ پر ایک مختصر تقریر بھی ہوئی ایک اور صوفی مشرب بزرگ کے ہاں بھی جانا ہوا جنھوں نے اماموں کی تعلیم وتربیت کا ایک بڑا مرکز کھول رکھا ہے، کہا جاتا ہے کہ آٹھ سو نوجوان ان کے یہاں زیر تربیت ہیں وہیں عشاء کا کھانا بھی کھایا گیا۔

استنبول کے خاص احباب ورفقاء

استنبول میں راقم کے متعدد احباب اور شناسا ہیں جن سے قاہرہ کے قیام میں ربط وتعلّق پیدا ہوا اور وہ مدت گزر جانے کے بعد بھی باقی رہا، ان میں سب سے نمایاں شیخ امین سراج[1] ہیں جنھوں نے برابر تعلّق قائم رکھا اور رابطہ کے گذشتہ اجلاسوں کے دعوت دینے اور انتظام کرنے میں پیش پیش رہے ہمارے استنبول پہنچنے کے بعد ہی سب سے پہلے علّامہ یوسف القرضاوی ملنے کے لیے ہوٹل ہی میں تشریف لائے اور دیر تک بیٹھے، پھر انہی کی موجودگی میں شیخ امین سراج آئے اور بڑی گرمجوشی سے ملے، ابھی وہ دونوں یہیں تھے کہ ہمارے قدیم عزیز دوست یوسف صالح قراجا جو کئی سال تک لکھنؤ میں رہ کر دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فائدہ اٹھا چکے ہیں اور ہماری اکثر کتابوں کے مترجم ہیں، آئے اور گرم جوشی سے ملے، مختلف ذرائع سے معلوم ہوا کہ ہماری متعدد کتابوں کا ترجمہ ترکی میں ہو چکا ہے اور وہ مقبول ہیں، بعض کتابوں کے دو دو ترجمے ہوئے ابھی حال میں "المرتضیٰ" کا ترجمہ ہوا، جو "المرتضیٰ علی" کے نام سے بہت خوبصورت شائع ہوا ہے، شاید کسی دوسرے

---

[1] شیخ امین سراج سے قاہرہ کے طویل قیام ۱۹۵۱ء سے ربط وتعلق ہے، وہ مسجد فاتح میں درس بھی دیتے ہیں اور ان کے کثیر تعداد میں تلامذہ ومستفیدین ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

غیر عربی اور غیر اُردو ملک میں ہماری عربی تصنیفات کے ترجمے اتنے شائع اور مقبول نہ ہوئے ہوں۔

ان تین قدیم احباب کے علاوہ ایک تیسرے لائق و مخلص ترکی دوست کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے جن کا نام علی نار[1] ہے وہ ترکی کے ادیب و مقالہ نگار ہیں عربی پر بھی اچھی قدرت رکھتے ہیں۔

وزیر اعظم ترکی کے نام خط

سوء اتفاق کہ اس زمانہ میں نجم الدین اربکان صاحب ایران اور بعض دوسرے اسلامی ملکوں کے دورہ پر گئے ہوئے تھے ان سے نہ ملنے کا افسوس رہا، اس کمی کی تلافی کے لیے راقم نے عربی میں ان کے نام ایک خط لکھا جس کو ترجمہ اور ان کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے اپنے دوست امین سراج اور علی نار کو پیش کر دیا کہ ان کی واپسی کے بعد ان کو پیش کر دیں، ذیل میں اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے[2]۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

قابل احترام گرامی منزلت جناب نجم الدین اربکان صاحب وزیر اعظم

جمہوریہ اسلامیہ ترکی حفظہ اللہ وایدہ بروح منہ ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری بڑی تمنا تھی کہ اس سفر میں جناب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا،

---

[1] نار کے معنی ترکی میں انار کے ہیں، جس کو اردو میں انار کہا جاتا ہے اس کو ترکی میں نار۔

[2] یہ ترجمہ عزیز القدر مولوی سید بلال عبد الحی فرزند مولوی سید محمد الحسنی مرحوم مدیر "البعث الاسلامی" کے قلم سے ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس سے اس میمون و بامقصد سفر کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا اور جو ضروری اور اہم باتیں عرض کرنی تھیں اس کا موقع ملتا، اور وہ ترک قوم جس نے اعداء اسلام کو زیر کرنے، مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنے اور پورے عالم میں مسلمانوں کو باعزت کرنے اور اسلامی قیادت کے جھنڈے کو بلند کرنے کا اہم کردار ادا کیا ہے اس کے سامنے دل کا ساز چھیڑنے اور صدا لگانے کا موقع ملتا اور اس طرح جو حق مجھ پر عائد ہوتا ہے اس کی کچھ ادائگی ہوتی۔

لیکن افسوس کہ یہ آرزو پوری نہ ہو سکی اور آپ ایک بامقصد سفر پر تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ اس کو مبارک فرمائے اب اس مکتوب کے ذریعہ سے براہ راست آپ سے گفتگو کرنے کا موقع حاصل ہو رہا ہے۔

سب سے بنیادی قدم جو اٹھایا جانا چاہیئے جو منظم بھی ہو اور مستحکم بھی، اور ایسا انقلاب انگیز ہو جس کی اس محبوب قوم اور ملک کو ضرورت ہے، اور جو اس اس کو اس کے پہلے مرکز قیادت تک پہنچا دے، وہ یہ ہے کہ اس قوم کو خاص طور سے قوم کے اس طبقہ کو جو تعلیم یافتہ اور مثقف اور یونیورسٹیوں کا ساختہ پرداختہ ہو، اور جس کے ہاتھ میں زمام قیادت آنے والی ہو، اس کو یورپ و امریکا کی غلامی سے آزاد کرایا جائے، جس کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ اس کو لادینیت اور مغربی مسیحیت کے پھندے سے خلاصی دلائی جائے اور اس پر جو عقلی، تمدنی، تہذیبی اور تنظیمی مغربی حجاب ہے اس کو زائل کیا جائے، جس تہذیب کے نتیجہ میں نئی تعلیم یافتہ نسل اپنی معنوی قوت، جوش و جذبہ اور قربانی کی روح سے عاری ہو گئی ہے اس کے اندر مادی آرائش و زیبائش سے مقابلہ کرنے اور سیاست کی عقلی و تمدنی سازشوں

www.abulhasanalinadwi.org

سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے۔

اسی طرح نوجوانوں میں اسلام پر اعتماد بحال کیا جائے بالخصوص وہ نوجوان جو مثقف اور تعلیم یافتہ ہوں، جن کے اندر صلاحیت ہے کہ وہ اسلام کے خلود وبقا اور ہر جگہ اور ہر زمانہ میں اسلامی قیادت کی صلاحیت اور اس پر اعتماد بحال کرنے میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں اور عقلی وجذباتی تاثیر ونفوذ رکھتے ہیں اس تعلیم یافتہ نسل کو جس کے اندر سوسائٹی کو نئے رنگ میں رنگنے کی صلاحیت ہے اعتماد ووثوق بحال کرنے والے لٹریچر کے ذریعہ صحافت اور ذرائع ابلاغ سے اس کو احساس کہتری سے بچایا جائے، جو اسلامی عقائد اور اسلامی نظام انسانیت واجتماع کے سلسلہ میں اس کے اندر پیدا ہوگیا ہے، یہ وہ مہلک مرض ہے جو اس امت کو روگ کی طرح لگ گیا ہے، وہ امت جس کو اپنے دین پر ناز ہے اور اپنے عقائد وشعائر پر فخر ہے، وہ ایک معنوی ارتداد کا شکار ہو رہی ہے اور یورپ کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہے، حلال وحرام اور اچھے برے کی تمیز کے بغیر اس نے اپنا بنیادی عالمی قیادتی کردار کھودیا ہے بلکہ وہ عقائدی، فکری اور قیادتی ارتداد کا شکار ہوگئی ہے۔ واقعات کی روشنی میں اور ایمانی تقاضے کی روشنی میں یہ سب سے اہم ضرورت ہے اور قیادت کی اہم ترین ذمہ داری ہے کہ اسلام کے بارہ میں یہ باور کرادیا جائے کہ وہ اپنی تمام جزئیات کے ساتھ دین حق ہے، اور تمام میدانوں میں اس کے اندر بھرپور قائدانہ صلاحیتیں ہیں اور وہ انسانیت جو مغرب کی مادی وملحدانہ سازش کی شکار ہوگئی ہے اس کو بچانے کا بھی تنہا یہی ایک راستہ ہے، اس کے لیے تعلیم وتربیت وتہذیب، ذرائع

www.abulhasanalinadwi.org

ابلاغ اور صحافت کے نظام کو بدلنا ہوگا۔ اور اس نصاب تعلیم اور ان کتابوں کو رواج دینا ہوگا جو نئی نسل اور تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہنوں کی اسلامی تشکیل کر سکیں اور جب تک یہ انقلابی اور تعمیری عمل انجام نہیں دیا جائے گا اس وقت تک اس امت کی دین سے وابستگی، دینی حمیت اور اس کی راہ میں قربانیوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔

ان تمام کاموں میں جلد بازی اور جوش کے بجائے حکمت و مصلحت اور تدریج کی ضرورت ہے، اور تعلیم یافتہ طبقہ سے مدد لینے کی ضرورت ہے، جس کے ہاتھ میں صحافت اور ذرائع ابلاغ ہیں اور جو تربیتی و تعلیمی نظام کے مالک ہیں اس کی بنیاد توجہ الی اللہ اور اخلاص پر ہونی چاہیے۔

الحمدللہ آپ کے اندر اس کی صلاحیت موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قیادت کا ایک ایسا موقع عطا فرمایا ہے جو عام طور پر سیاسی قائدین اور اہل اقتدار کو نہیں ملتا، اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے اور یہ امت اعداء اسلام کی جس سازش کا شکار ہوگئی ہے آپ کے ذریعہ وہ اس شکنجے سے نکل سکے۔" واللہ ولی التوفیق۔

مخلص

ابوالحسن علی ندوی

لندن کا سفر

استنبول سے (جو کبھی عالم اسلام کا دارالخلافہ اور اس کی طاقت و عظمت کا

www.abulhasanalinadwi.org

مرکز تھا) لندن کا جانا پروگرام میں شامل تھا[1] جو سیاسی دینی اور حربی حیثیت سے استنبول کا اس کے عروج کے زمانہ میں بھی حریف ومدّمقابل رہا ہے، اور اب بھی مغربی تہذیب، مسیحی اقتدار اور بین الاقوامی اثر کے لحاظ سے اس سے کوئی مناسبت ورشتہ نہیں رکھتا، لیکن ایک داعی اور مفکر و مؤرخ کو ایک سلسلہ میں ایسے متضاد کام اکثر کرنے پڑتے ہیں اور کبھی اس کو ان مقامات ومراکز کا سفر کرنا پڑتا ہے جو آپس میں ربط ومناسبت نہیں رکھتے، راقم کے لندن کے اس سے پیشتر نصف درجن سے زیادہ سفر ہو چکے ہیں اور جب سے وہ اسلامک سنٹر آکسفورڈ یونیورسٹی کا صدر منتخب ہوا ہے اس وقت سے تو اس کو تقریباً ہر سال جانا پڑتا ہے۔

لیکن اس سال جانے کی خاص وجہ یہ ہوئی کہ عزیز القدر مولوی سید سلمان ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء کو انگلستان آنے کی دعوت دی گئی تھی، جس کے خاص محرک مولانا عیسیٰ منصوری تھے، وہاں ایک دینی مدرسہ کے قیام کا منصوبہ چل رہا تھا، مولوی سلمان کے سفر سے اس منصوبہ کی تکمیل اور تجویز میں رہنمائی حاصل کی گئی کہ نوٹنگھم (NOTTIN GHAM) میں جو لندن سے ڈیڑھ سو میل کے فاصلہ پر ہے ندوۃ العلماء کے طرز فکر پر اور اس کی شاخ کے طور پر دینی وعربی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا جائے اور اس میں دار العلوم ندوۃ العلماء کا نصاب جاری کیا جائے، اس کے لئے طے ہوا کہ راقم کو ہندوستان سے دعوت دی جائے اور وہ اس کا عملی افتتاح کرے، راقم اس سال (۱۹۹۶ء) میں اسلامک سنٹر آکسفورڈ کے سالانہ جلسہ میں شریک نہیں ہو سکا تھا، جو اگست کی ابتدائی تاریخوں میں منعقد ہوا تھا، یہ خیال بھی اس سفر کا اگر محرک نہیں تو مؤید اور مقوی ضرور بنا کہ

---

[1] استنبول میں ۷ اگست سے ۱۳ اگست تک (۶ روز) قیام رہا، ۱۳ اگست بروز منگل استنبول سے لندن روانگی ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامک سنٹر میں بھی کچھ وقت گزارا جائے گا، اور اس غیر حاضری کی تلافی کی کوشش کی جائے گی۔

اس منصوبہ کے پروگرام کے ماتحت راقم نے اپنے دونوں عزیز وفاضل خواہرزادوں مولوی سید محمد رابع ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء (جو اسلامک سنٹر کے ممبر ورکن بھی ہیں) مولوی سید محمد واضح حسنی ندوی استاد اعلیٰ دارالعلوم ندوۃ العلماء، و مدیر اعلیٰ صحیفہ الرائد (عربی) محبّی محمد عثمان صاحب رفیق خاص، اور اپنے عزیز در فیق ومعاون حاجی عبدالرزاق رائے بریلوی کی معیت میں (جن کی اس سفر میں شروع سے رفاقت رہی اور جو ضعف اور طبی شکایات کی وجہ سے راقم کے خاص معاون اور خبر گیراں ہیں) نیز محبّی عرفان صاحب لکھنوی کی معیت میں جو عزیز القدر مولوی واضح کے دہلی سے کویت لائن کے ذریعہ ہم سفر رہے ہیں ۱۲ار اگست کو استنبول سے لندن کے لیے روانہ ہوئے جہاز کو ساڑھے تین، پونے چار بجے کے قریب لندن کے لئے روانہ ہونا تھا، اس وقت تک عصر کا وقت نہیں آتا تھا اور خیال تھا کہ جہاز (جس کو سفر میں چار گھنٹے لگیں گے) بعد مغرب یا عشاء کے وقت پہنچے گا اس لئے ہم نے ظہر، عصر کی جمع تقدیم کی کہ جہاز پر نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے گا، جہاز تقریباً پونے چار بجے کے قریب استنبول سے روانہ ہوا، یہ خیال نہیں تھا کہ جہاز اگرچہ یورپ یورپ ہی کا سفر کر رہا ہے لیکن وہ مشرقی یورپ سے مغربی یورپ کو جا رہا ہے ہمیں حیرت ہوئی کہ وہ جب لندن کے ایرپورٹ پر پہنچا تو اچھا خاصا عصر کا وقت تھا، کسٹم وغیرہ سے خارغ ہو کر جب باہر نکلے تو احباب اور استقبال کرنے والوں کی اچھی خاصی تعداد نظر آئی جن جن میں ڈاکٹر فرحان نظامی (جنرل سکریٹری اسلامک سنٹر) پروفیسر ڈیوڈ براد ننگ رکن اسلامک سنٹر، مولوی اکرم ندوی معاون اسلامک سنٹر، مولانا عیسیٰ منصوری اور اپنے میزبان

www.abulhasanalinadwi.org

قدیم مسرور لکھنوی، عطاء اللہ پاکستانی اور لندن کے متعدد احباب نظر آئے، وہاں سے محبی فرحان نظامی کے ساتھ اسلامک سنٹر آکسفورڈ کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں باطمینان مغرب کو پہنچ گئے۔

قیام فرحان نظامی صاحب کی قیام گاہ پر رہا جہاں ہر سال ٹھہرنا ہوتا ہے، وہاں ہر طرح کا آرام و بے تکلفی اور ہندوستانی معاشرہ تھا، لیکن ایک خلا اور کمی شدت سے محسوس ہوئی کہ اس مرتبہ (اسلامک سنٹر کے جلسہ کی تاریخیں گزر جانے کی وجہ سے) فاضل گرامی پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی تشریف نہیں رکھتے تھے، وہ دو ہی تین دن پہلے دہلی واپس ہو چکے تھے، ان کی موجودگی میں بڑی اچھی علمی مجلسیں اور مذاکرات رہتے تھے، معلومات و تحقیقات کے دفتر کھل جاتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ ہم انگلستان میں نہیں دارالمصنّفین اعظم گڑھ یا مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ میں ہیں۔

اگلے دن چہار شنبہ ۴؍اگست کو فرحان صاحب کے مکان پر آرام کیا اور سفر کا تکان دور کیا، اس کے دوسرے دن اسلامک سنٹر کی مرکزی عمارت میں جانا ہوا، عمارت دیکھ کر جو اب بہت شاندار اور منظم ہے بڑی خوشی ہوئی، اس کے مختلف شعبوں کو دیکھا اور ترقیات اور جدید تنظیمات سے ایک ذمہ دار رکن بلکہ صدر ہونے کی حیثیت سے مسرّت و عزّت محسوس کی۔

سب سے زیادہ خوشی اور فخر و شکر اس پر ہوا کہ سنٹر کے ایک حصّہ میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا حکیم سیّد عبدالحی صاحب سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی کتاب "نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر"[1] کو کمپیوٹرائز کر دیا گیا ہے، جو صرف مصنّف ہی کے لئے نہیں

---

[1] یہ کتاب دارعرفات رائے بریلی کی طرف سے زیادہ رائج اور عام فہم نام "الإعلام بمن فی تاریخ الھند من الأعلام" کے نام سے آٹھ جلدوں میں چھپ گئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

برصغیر ہند کے لئے ایک سرمایۂ فخر اور بے نظیر کارنامہ کی حیثیت رکھتی ہے اس میں پہلی صدی ہجری سے لے کر اپنی وفات (جو ۱۶ر جمادی الآخرۃ ۱۳۴۱ھ ـ ۲ر فروری ۱۹۲۳ء کو پیش آئی) تک کے ساڑھے چار ہزار سے زیادہ ہندوستان کے أعلام ومشاہیر، علماء ومشائخ، معلمین اساتذہ سلاطین، وزراء، اہل کمال اور اصحاب تصنیفات کے تراجم (تعارف وتذکرے) ہیں اور جس کی اس موضوع پر نظیر مراکش سے لے کر ہندونیشیا تک کوئی اسلامی ملک پیش نہیں کرسکتا، جس میں پہلی صدی ہجری سے لے کر مصنّف کی حیات تک اعلام اور اہل کمال کے تراجم ہوں۔[1]

کمپیوٹر میں داخل شدہ ساری معلومات (اشخاص کے نام، جگہوں کے نام، تصنیفات کے نام، تاریخیں وغیرہ) کی ایک مکمّل فہرست تیار کی گئی ہے، مثلاً اگر شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں تو یہ انڈکس جتنی بار نوٹس میں شاہ صاحب کا نام آیا ہے انھیں پورے سیاق وسباق کے ساتھ دے دے گا، تلاش کرنے والے کو جس سیاق وسباق سے دلچسپی ہوگی اس پر ایک بار کلک کرنے سے مفصّل نوٹ سامنے آجائے گا، عام موضوعات میں صوفیاء، علماء، ادارے، کتابیں اور تصنیفات شامل ہیں، "نزھۃ الخواطر" کی شروع کی جلدوں کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہوگیا ہے اور باقی جلدوں کی معلومات کمپیوٹر میں داخل کی گئی ہیں۔

بڑی عبرت وموعظت کی بات ہے کہ ایک کتاب جو لکھنؤ کے ایک معمولی محلّہ بازار جھاؤلال میں ایک معمولی مکان کے بالاخانہ پر بیٹھ کر بلا کسی اعانت ورفاقت کے محض اپنی محنت دل سوزی، دیدہ ریزی اور عزم بلند کی مدد سے تیار کی گئی تھی اور اس کے متعلق یہ بھی اطمینان

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "حیات عبدالحیؒ"، ص ۲۶۷ ـ ص ۲۷۱

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں تھا کہ وہ کبھی زیورِ طبع سے آراستہ بھی ہوگی اور جس کی تالیف کے آخری مرحلہ میں اچانک مصنف کی وفات ہوگئی، وہ یہ بھی نہ بتا سکے کہ وہ کہاں رکھی ہے[1]۔ یہ کتاب ایسی مقبول ہوگی کہ اس کے تین ایڈیشن نکلیں گے اور وہ دنیا کے ایک شہرۂ آفاق علمی و تحقیقی مرکز آکسفورڈ میں یہ مقام پائے گی کہ اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہو اور اس کے مندرجات کو کمپیوٹر کے ذریعہ سہل الاستفادہ بنایا جائے، یہ سب "وَاللّٰهُ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ"، اور "لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ"، کی تصدیق و تفسیر ہے۔

محبی فرحان نظامی صاحب کے مکان پر دو دن آرام کرنے کے بعد نوٹنگھم (NOTTINGHAM) میں جامعۃ الہدیٰ کے قیام کے محرک و سرپرست محترمی رضاء الحق صاحب آکسفورڈ تشریف لائے اور شام کو راقم اور محمد رابع ندوی کو اپنی موٹر پر بٹھا کر نوٹنگھم کی طرف روانہ ہوئے، انھوں نے بتایا کہ وہ یہاں سے ۱۳۰ میل[2] ہے، راقم سخت تھکا ہوا تھا، بار بار فاصلہ پوچھتا تھا، بالآخر منزلِ مقصود آئی اور وہاں مغرب کی نماز پڑھی اور آرام کیا، اگلے دن جو جمعہ کا دن تھا انھوں نے اسکیم کے خاص خاص احباب و رفقاء کو جمع کیا اور راقم نے ان کے سامنے اس دینی و عربی نصاب پر اظہار خیال کیا جو انگلستان جیسے ملک میں مناسب اور موزوں ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نصاب سامنے رکھتے ہوئے اس حقیقت پر زور دیا کہ زبان و دین کو ایک دوسرے سے وابستہ اور معاون ہونا چاہئے اور اس سے دین کی دعوت کا سلیقہ اور جذبہ پیدا ہونا چاہئے، انھوں نے اس سے اتفاق ظاہر کیا، اور اس ارادہ

---

[1] اس وقت مصنف کے فرزند اکبر ڈاکٹر مولوی حکیم سید عبد العلی صاحب میڈیکل کالج لکھنؤ کے طلبہ کی (جہاں وہ طالب علم تھے) ایک پارٹی کے ساتھ مدراس گئے ہوئے تھے، مکان پر مصنف کی وفات کے وقت صرف یہ راقم سطور جس کی عمر دس سال سے زائد نہ تھی موجود تھا۔ [2] انگلستان میں ابھی کلومیٹر نہیں چلتے، میل ہی چلتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

کا اظہار کیا کہ وہ اس تحریک کے معاونین وقائدین کو ایک جگہ جمع کریں گے ان کے سامنے مبسوط وواضح طریقہ پر یہ تخیل پیش کیا جائے، جمعہ کی نماز ہم نے نوٹنگھم کی جامع مسجد میں پڑھی اور مجمع سے (جو زیادہ تر ہندوستانیوں اور پاکستانیوں پر مشتمل تھا) اردو میں دینی ودعوتی خطاب کیا، شام کے وقت لیسٹر (LEICESTER) کے اسلامک فاؤنڈیشن میں جانا ہوا، جہاں مرکز کے ذمہ داروں جن میں پروفیسر خورشید احمد صاحب چیرمین، خرم مراد صاحب اور عزیز گرامی عبدالرحیم قدوائی صاحب موجود تھے، وہاں ایک تعارفی واستقبالیہ تقریر مرکز کی طرف سے اور خطاب ہماری طرف سے ہوا اور رات نوٹنگھم میں اپنے میزبان رضاء الحق صاحب کے یہاں گزاری۔

اگلے دن مولوی رضاء الحق صاحب اور ان کے معاونین نے جامعۃ الہدیٰ کی مجوزہ عمارت کے (جو بڑی وسیع اور شاندار عمارت ہے اور غالباً کسی اسپتال کی تھی جس کو خرید لیا گیا) ایک وسیع کمرہ میں جلسہ کا انتظام کیا، قرب وجوار کے منصوبہ سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم واہل فکر اچھی تعداد میں جمع ہو گئے، لیسٹر سے بھی پروفیسر خورشید احمد چیرمین، اور خرم مراد صاحب اور مناظر احسن صاحب ڈائرکٹر، ڈیوز بری سے مولانا یعقوب کاوی صاحب اور بہت سے اہل تعلق ومعرفت جمع ہو گئے، راقم پر اس مقام وموقع کی اہمیت کا احساس غالب آیا کہ برطانیہ اور اس میں بھی خاص لندن کے مرکز نے مشرق وایشیا برادران میں بھی خاص طور پر ممالک اسلامیہ بلکہ مراکز دینی پر ایک ایسا نظام تعلیم بلکہ تعلیمی تخیل نافذ ومسلط کیا، جو ایمانیات، نبوت کی تعلیمات، اور اصل مقصدِ علم وفکر سے نہ صرف مختلف و متبائن تھا بلکہ اس کا حریف ومتضاد تھا، اس نے علم کا رشتہ واہبِ علم ومعلومات، اور خالق کائنات سے نہ صرف منقطع کر دیا بلکہ اس کا حریف ومتبائن بنا دیا اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے راقم نے سورۂ علق کی ابتدائی آیات: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ہ اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ ہ الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ہ

پڑھیں اور کہا کہ اللہ نے علم کو اسم (الٰہی) سے مربوط اور اس کے ماتحت اور اس کی رہنمائی میں حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے، اور وہی علم معتبر و نافع ہے جو اسم الٰہی سے وابستہ اور اس کے زیر فرماں اور اس سے رہنمائی حاصل کرنے والا ہو، جو علم اس اسم سے کٹ جائے گا یا مستغنی ہو جائے گا وہ بجائے ہدایت کے ضلالت کا اور بجائے عدل وانصاف اور اصلاح کے قائم کرنے کے ظلم و زیاں اور تخریب کا باعث ہوگا۔

یہی المیہ یہاں مغرب میں پیش آیا کہ علم و اسم میں نہ صرف جدائی بلکہ مغایرت و منافرت پیدا ہوئی، اس کے نتیجہ میں دین و دولت اور تعلیمات الٰہی اور سیادت و حکومت میں نہ صرف مغایرت بلکہ نبرد آزمائی پیدا ہو گئی، ریاست اور حکومت نے اپنے ملک کے مذہبی مرکز و نمائندہ "کلیسا" سے آزادی اور چھٹی حاصل کر لی اور وہ لادینیت کے راستہ پر پڑ گئی، اس کا جو انجام ہوا اس کو ترجمان حقیقت علامہ اقبال نے (جو جدید تعلیم و مطالعہ کے ماہر و مبصر اور کیمبرج کے ممتاز فاضل تھے) بڑی خوبی سے ان اشعار میں بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں :۔

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی ۔۔۔ سماتی کہاں اس فقیری میں میری

خصومت تھی سلطانی و راہبی میں ۔۔۔ کہ وہ سربلندی ہے یہ سربزیری

سیاست نے مذہب سے پیچھا چھڑایا ۔۔۔ چلی کچھ نہ پیر کلیسا کی پیری

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی ۔۔۔ ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا ۔۔۔ بشیری ہے آئینہ دار نذیری

اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی ۔۔۔ کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری

www.abulhasanalinadwi.org

اب اگر اس ملک میں اگر کوئی اسلامی تعلیمی ادارہ بڑے پیمانہ پر قائم کیا جارہا ہے تو اس کو خود بھی اسی اساس (علم واسم کے ربط اور اسمِ الٰہی اور ہدایات ربّانی کی نگرانی اور سرپرستی میں تحصیل علم ومعرفت کے سلسلہ کے آغاز وانجام) کو اپنا اوّلین ورہنما اصول بنانا اور خود مغرب اور اپنے ماحول کو اسی کی دعوت دینا ہے اور یہ اس "بحر ظلمات" میں روشنی کا ایک مینار اور نئے سفر کا آغاز ہوگا، اور اسی بنیاد وتخیل پر اس "جامعۃ الہدیٰ" کو قائم اور سرگرم ہونا چاہیئے، اور یہی اس کا نہ صرف وجہ جواز بلکہ ادائے فرض کا مرادف ہے[1]۔

لندن کے خاص احباب میں سے ولی آدم صاحب افریقی برابر ملتے رہے اور اپنے خصوصی احباب کو بھی ملاتے رہے، ان کے علاوہ مولوی اقبال صاحب اعظمی جو لیسٹر میں ایک مکتبہ کے مالک ہیں اور اسلامی لٹریچر کے انگریزی ترجمہ اور نشر واشاعت کا کام دلچسپی اور حکمت کے ساتھ کرتے ہیں، برابر ملتے رہے، ہماری کتاب "قصص النبیین للاطفال" کے انگریزی ترجمہ (STORIES OF THE PROPHETS) کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی ہے اور اس سے انگلستان کے مقیم مسلم گھرانوں میں بچوں کو دینی تعلیم وواقفیت کا کام لیا جاتا ہے، اس کے علاوہ انھوں نے ہماری دوسری کتابیں بھی شائع کی ہیں۔

ناٹنگھم (NOTTINGHAM) میں ایک دو دن گزارنے کے بعد راقم نے ضروری سمجھا کہ وہ کم سے کم ایک شب اپنے لندن کے قدیم میزبان اور لکھنؤ کے دوست عزیزی مسرور صاحب کے یہاں ایک شب گزارے اور وہیں سے حجاز مقدس کے لیے روانہ ہوں، وہیں محبی عطاء اللہ پاکستانی کے ساتھ بھی کچھ وقت گزارنے کا موقع ملے، عزیز القدر مولوی

[1] تقریر کو تحریر کی شکل میں پیش کرتے ہوئے مضمون میں اضافہ کردیا گیا اور اس کو زیادہ مفید اور چشم کشا بنانے کی کوشش کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید محمد واضح ندوی نے پہلی مرتبہ لندن کا سفر کیا تھا اس لیے اس کا انتظام کیا گیا کہ وہ لندن کی سیر کر لیں اور خاص خاص مقامات دیکھ لیں یہ کام بھی تکمیل کو پہنچ گیا تھا، ۷ اگست کو مسرور صاحب کے مکان پر شب گزاری کے بعد ہمارا یہ چھوٹا سا کارواں ۸ اگست کو حجاز مقدس میں حاضری دینے اور زیارت مدینہ اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے (جو گویا اس طویل سیاحتی دعوتی طواف کا نہایتہ المطاف تھا) لندن ایرپورٹ پہنچا اس وقت مدینہ طیبہ کو سامنے رکھتے ہوئے اقبالؒ[1] کے شعر میں ایک لفظ کا تغیر کرتے ہوئے زبان حال گویا تھی:

باایں دوری رہ یثرب گرفتم   نوا خواں از سرور عاشقانہ
چوں آں مرغے کہ در صحرا سر شام   کشاید پر بفکر آشیانہ

لندن سے جدہ کا یہ سفر اس سیاحت کا طویل ترین ہوائی سفر تھا، تقریباً سات گھنٹے اس فضائے آسمانی میں گزرے، محبی محمد عثمان صاحب نے ٹیلی فون جیب سے نکالا اور بغیر کسی ملانے والے تار یا سلک کے ہمارے جدہ کے قدیم اور دائمی میزبان الحاج محمد نور ولی پٹنی تاجر جدہ سے جو علالت کی وجہ سے صاحب فراش تھے رابطہ قائم کیا اور جدہ پہنچنے کے وقت کی اطلاع دی انھوں نے پیغام سنا اور جواب دیا، ہم لوگ رات کے ۹-۱۰ کے درمیان جدہ ایرپورٹ پہنچے وہاں نور ولی صاحب کے بعض فرستادہ عزیز اور عزیز گرامی پروفیسر مولوی محمد یونس نگرامی کے فرزند اور عزیز جو جدہ ایرپورٹ پر ملازم ہیں استقبال کے لیے ملے کسٹم وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم لوگ محترمی الحاج محمد نور صاحب کے مکان پر پہنچے، نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر آرام کیا۔

---

[1] اقبال کے شعر میں "باایں پیری" ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

صبح کو وہاں سے موٹروں پر مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے، وہاں ظہر سے پہلے پہنچ گئے، ہمارے مخلص دوست محمد عبدالرشید صاحب حیدرآبادی نے جو مسجد نبوی شریف کے مہندس معماری ہیں اور برسوں سے جب وہاں حاضری ہوتی ہے تو وہی خصوصی اجازت کے ذریعہ ہم کو ہماری قیام گاہ سے (جو عموماً عزیزی عبدالمجید نور ولی کا مکان ہوتا تھا)، ہم کو باب السلام تک موٹر سے پہنچاتے اور طویل فاصلہ پیدل طے کرنے سے بچاتے، مگر اس مرتبہ موٹر مسجد شریف کے کسی دروازہ تک (نئی تعمیرات کی بنا پر) نہیں جا سکتی تھی اس وجہ سے انھوں نے ہمارے قیام کا بندوبست مسجد مبارک کے قریب ہی ہوٹل کی ایک عمارت میں کیا تھا جو "قصر الشریف" کہلاتی ہے اور باب جبریل کے مقابل ہے، وہاں ہم اپنے رفقاء کے ساتھ ان کے اور محب عزیز سید حسن عسکری طارق کے مہمان ہوئے جو یہاں محکمۂ ٹیلی فون میں کام کرتے ہیں۔

اپنی قیام گاہ سے لفٹ کے ذریعہ اترنا ہوتا پھر وہیل چیر (WHEEL CHAIR) پر بیٹھ کر ایک بڑا فاصلہ طے کر کے جو مسجد شریف کی توسیع و اضافہ سے پیدا ہو گیا ہے باب السلام سے داخل مسجد ہوتے، راقم آثم اپنے ضعف اور ٹانگوں کی کمزوری اور تکلیف کی وجہ سے مغرب کے وقت حاضر ہوتا، دونوں فرض نمازیں ادا کرتا اور صلاۃ و سلام کی سعادت مواجہہ شریف میں جا کر حاصل کرتا، پھر اپنی قیام گاہ پر آجاتا، ایک مرتبہ وہ گاڑی پر بیٹھ کر جنت البقیع کے صدر دروازہ پر بھی گیا، فاتحہ پڑھی ایصال ثواب کیا، وہاں پہنچ کر اپنے قدیم مشفق و سرپرست حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب بہت یاد آئے، ان کو بھی سلام پیش کیا اور دعائے رفع درجات کی، علاوہ صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور اولیاء و مشائخ کبار کے ہمارے خاندان کے بھی متعدد افراد وہاں آسودۂ خاک ہیں، جن میں ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

جد امجد سید شاہ علم اللہ نقش بندی مجددی (مدفون دائرہ شاہ علم اللہ) کے والد محترم حضرت سید محمد فضیل (م ۱۰۳۲ھ) اور حضرت شاہ علم اللہ کے پیر و مرشد حضرت سید آدم بنوری (خلیفۂ اکبر حضرت مجدد الف ثانیؒ) ہیں، بہرحال یہ ساری سرزمین صحابۂ کرامؓ (جن میں ثالث الخلفاء الراشدین حضرت سیدنا عثمان بن عفان بھی ہیں) اور اہل بیت عظام جن میں دختر رسولؐ سیدہ فاطمۃ الزہراء اور ان کے متعدد احفاد و اسباط شامل ہیں) سے معمور و منوّر ہے ؎

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مدینہ طیبہ میں تین دن قیام رہا، ہمارے آنے کی یہاں کوئی شہرت اور عام طور پر علم نہ تھا، رابطہ کے اجلاس یا کسی اہم تقریب میں شرکت کی وجہ سے اہل تعلق کو ہمارے مدینہ طیبہ حاضری کا علم ہو جاتا تھا، اس مرتبہ ایسی کوئی تقریب نہ تھی اس لیے مدینہ طیبہ کے علماء، اساتذۂ جامعہ اور قدیم واقف کاروں میں سے کوئی ملنے نہیں آیا، صرف دو شخصیتیں مستثنیٰ ہیں ایک شیخ صالح الحصّین کی جو مدینہ طیبہ کے ایک فاضل نجدی رئیس اور ہماری کتابوں کے خاص قدرداں اور ناشر ہیں[۲]۔ دوسرے مولانا عاشق الٰہی بلند شہری جو مشہور دیوبندی فاضل اور بہت سی علمی و دینی رسائل و کتب کے مصنف اور ایک راسخ العلم اور صحیح الفکر عالم ہیں اور عرصہ سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔

---

[۱] اسی طرح حضرت شاہ علم اللہ صاحبؒ کے ایک ولی صفت و "رفیع المرتبت" پرپوتے سید محمد حیا متوفی ۱۱۶۸ھ بھی بقیع میں مدفون ہیں۔

[۲] انھوں نے ہماری کتاب "العقیدۃ والعبادۃ والسلوک" کو طبع بھی کرایا اور اس کی توزیع بھی کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مدینہ طیبہ میں اچانک مولانا سعید احمد خاں صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جو تبلیغی جماعت کے قدیم ترین اور اوّلین داعیوں اور ارکان میں ہیں، اور جن کو بانیٔ جماعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی ترجمانی اور اعتماد کا شرف حاصل ہے انھوں نے کھانے پر بھی مدعو کیا اور قدیم تعلّق کا اظہار کیا۔

۲۲؍اگست بروز پنجشنبہ کو ہم لوگ صبح کے وقت احرام باندھ کر مکّہ معظمہ روانہ ہوئے اور وہاں حسب معمول عزیز گرامی مولوی ڈاکٹر عبداللہ عبّاس ندوی صاحب (حال معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء) کے مکان واقع شارع منصور میں مقیم ہوئے، اسی دن عمرہ سے فارغ ہوئے، روزانہ مغرب وعشاء حرم شریف میں پڑھتے اور طواف کی سعادت حاصل کرتے۔

مکّۂ معظمہ میں حرم شریف کے علاوہ صرف تین جگہ جانا اور کچھ وقت کے لئے رہنا ہوا ایک اپنے محب فاضل وقدیم دوست ڈاکٹر عباد الرحمٰن نشاط صاحب کے یہاں جو لکھمنیاں بہار کے رہنے والے ہیں، امریکا میں تعلیم حاصل کی اور وہیں سے ان سے روابط قائم ہو گئے تھے، ان کے جدّ امجد حضرت شیخ سلطان بلیاوی اور ہمارے جدّ اعلیٰ حضرت سیّد شاہ علم اللہ حسنی حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت سیّد آدم بنّوری کے ممتاز ترین خلفاء میں تھے اس رشتہ سے بھی ان سے ایک خاص ربط ومناسبت تھی، پھر ہماری بعض کتابوں اور تحریروں کے بھی انھوں نے انگریزی میں ترجمے کیے ہیں اب ہماری دعوتی تصنیفات و رسائل کے خاص مبلغ وناشر ہیں، وہ جامعہ ام القریٰ (مکّہ یونیورسٹی) میں پروفیسر اور شعبۂ انگریزی کے صدر ہیں، انھوں نے اپنے وسیع مکان پر (جو محلّہ عزیزیہ میں واقع ہے) راقم کو مع اس کے رفقاء کے دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا، ہم نے وہاں کھانا بھی کھایا اور قیلولہ

www.abulhasanalinadwi.org

بھی کیا اور ان کے بچّوں کو بھی دیکھا، بے تکلّفی اور انس و محبّت کے ساتھ وقت گزرا۔

ایک دن محبّی عبد اللطیف جونپوری (جو مکّہ معظمہ کی ہر حاضری اور قیام کے زمانہ میں اپنی گاڑی پر حرم شریف اور رابطہ کے جلسوں میں لاتے اور لے جاتے ہیں) کے والد کی تعزیت کے لیے ان کے گھر گئے اور تعزیت کا فرض انجام دیا، مکّہ مکرمہ میں مقیم بہار کے عثمانی خاندان سے تعلّق رکھنے والوں نے اپنے یہاں ایک پروگرام بعد نماز عشاء رکھا، اس میں مکّہ مکرمہ اور جدّہ کے حضرات شریک ہوئے، ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی نے جن کے بھائی کے مکان پر یہ پروگرام تھا، راقم کے تعارف میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا حوالہ دیا، راقم نے اس سرے ہی کو لے کر حاضرین سے خطاب کیا، آپ نے جزیرۃ العرب کے ایک محاذ سے گزرتے ہوئے شکرانہ کی جو نماز پڑھی تھی اس کا حوالہ دے کر حرمین شریفین میں رہنے پر تشکر اور اس کے حقوق اور فرائض ادا کرنے کی دعوت دی، تقریر کے علاوہ مدینہ منوّرہ مکّہ مکرمہ اور جدہ میں مصری، شامی، سوڈانی اور خلیجی ریاستوں کے متعدد اہل علم نے صحاح ستہ کے اوائل پڑھ کر حدیث کی سندیں حاصل کیں،

مکّۂ معظمہ میں کچھ تو اس وجہ سے کہ کوئی ایسا اجلاس منعقد نہیں ہو رہا تھا جس کا ہمیں رکنیت کا شرف حاصل ہے جیسے رابطۃ العالم الاسلامی وغیرہ، دوسرے اخبارات میں ذکر نہ آنے کی وجہ سے، تیسرے اس وجہ سے کہ وہ زمانہ گرمی کی تعطیلات کا تھا اور اکثر فاضل اساتذہ اور قدیم احباب گرمیاں گزارنے کے لیے طائف یا دوسرے مقامات پر گئے ہوئے تھے اور مکّہ سے باہر تھے اس لیے صرف دو ہی تین احباب و شناسا جن کو اطلاع مل سکی، سرفہرست استاذ ناصر الدین العبودی سکریٹری رابطۃ العالم الاسلامی جو قیام گاہ پر آکر ملے اور دیر تک بیٹھے، دوسرے قدیم فاضل دوست اور ہماری متعدد کتابوں کے ناشر شیخ محسن باروم تھے جو دار الشروق جدّہ کے مالک ہیں اور ہماری اہم کتاب "السیرۃ النبویہ" کے جس کا ان کے مکتبہ سے دسواں ایڈیشن

www.abulhasanalinadwi.org

شائع ہو چکا ہے) ہماری اطلاع آنے پر مکّہ معظمہ آکر ملے، تیسرے مدرسہ صولتیہ کے موجودہ مہتمم اور ذمہ دار مولوی حشیم صاحب فرزند مولوی شمیم صاحب و نبیرہ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب کیرانوی مکّی۔

مکّہ معظّمہ میں پانچ دن قیام کرکے ہم لوگ جدّہ روانہ ہوئے وہاں عشاء کے قریب پہنچے، اس شب میں عزیز گرامی ڈاکٹر محمد یونس نگرامی کے فرزند عزیز عمار نگرامی کی طرف سے دعوت تھی جو ایک شب پہلے ہونے والی تھی، لیکن ریاض کا ویزا حاصل نہ ہونے کی وجہ سے جس کی ریاض سے روانگی کے لئے کوشش کی گئی تھی گزشتہ شب میں جانا نہ ہو سکا تھا کیونکہ پاسپورٹ امیر مدینہ کے دفتر میں تھے اور پاسپورٹ کے بغیر مکّہ معظمہ سے جدّہ کا سفر نامناسب معلوم ہوا، دعوت میں بڑا اہتمام کیا گیا تھا ان کے متعدد اعزہ جن میں ان کے چچا صاحبان بھی تھے شریک دعوت تھے۔ دعوت سے فارغ ہو کر اپنی پرانی قیام گاہ الحاج محمد نور صاحب کے مکان پر آئے اور آرام کیا اور اگلے دن سفر کی تیاری کی۔

ایک سانحہ اور محرومی

مکّہ معظمہ ہی سے ارادہ تھا کہ جدّہ میں اپنے قدیم و مخلص دوست سید علی حسن فدعق[1] صاحب سے ملاقات کی جائے گی جن سے تعارف و تعلق کو اب ۴۵۔۵۰ برس ہو رہے ہیں[2]، وہ اور استاد محسن بارودم قریب ترین حجازی دوستوں میں تھے، جنہوں نے علمی ادبی حلقوں

---

[1] مرحوم حضرمی الاصل تھے، سادات کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، پہلے سعودی عرب کے شعبۂ مالیات میں ایک اچھے عہدہ پر متعین تھے، سبکدوش ہونے کے بعد جدہ کے میئر منتخب ہوئے۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کاروانِ زندگی، جلد اوّل ص ۳۵۹ و کاروانِ زندگی حصّہ سوم صفحہ ۹۸

www.abulhasanalinadwi.org

سے ہمارا تعارف کرایا اور تبلیغی کام میں مدد بھی کی وہ ہندوستان میں خاص طور پر ہم سے ملنے کے لیے لکھنؤ بھی آئے تھے ہمیں ان کا مکان معلوم نہیں تھا اس لیے خیال تھا کہ جدّہ میں کسی واقف کی رہنمائی میں ان کے گھر جائیں گے، جدہ میں ان کے گھر ٹیلی فون کیا کہ کسی کو محمد نور صاحب کے مکان پر بھیج دیا جائے اور ہم اس کی رہنمائی میں ان کے گھر آجائیں، محسن باروم صاحب نے بتایا تھا کہ اب وہ بول بھی نہیں سکتے، خیال تھا کہ ان کی عیادت ہو جائے گی اور ان کو سلام کر لیں گے، ٹیلی فون پر کسی ہندوستانی رفیق نے جو وہاں موجود تھے معلوم کر کے بتایا کہ ابھی کچھ دیر ہوئی ان کا انتقال ہو گیا، افسوس ہے کہ راقم اپنی معذوری اور اسی دن سفر کی وجہ سے تعزیت کے لیے بھی نہ جا سکا اور مقولۂ قدیم ؎

یک حرف کاشکیست کہ صد جا نوشتہ ایم

میں ایک اور تکلیف دہ اضافہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور رفع درجات فرمائے۔

ہندوستان واپسی اور بمبئی و دہلی کا سفر

۷ ار اگست کو اپنے عزیز رفقائے سفر مجتبیٰ محمد عثمان صاحب، مولوی سید محمد رابع عزیزی عبد الرزاق کی معیت میں بمبئی کا سفر ہوا، جہاز خاصی دیر رات میں ۱۰ بجے کے قریب پہنچا، لیکن ہمارے میزبان مکرّم الحاج غلام محمد صاحب (محمد بھائی) بھائی اسمٰعیل منصوری دو تین رفقاء کے ساتھ ہوائی اڈہ پر موجود تھے، بمبئی میں کچھ آرام اور کام کرنے کے لیے تین دن کے قریب قیام رہا، جس میں راقم نے عزیزی مولوی عبد الرزّاق ندوی سے (جو مولانا مختار احمد صاحب ندوی کے ادارہ دار السلفیہ میں کام کرتے ہیں اور "البلاغ" کی ترتیب و اشاعت میں معاون ہیں) اس طویل سفر نامہ کا آغاز کیا، مولانا مختار احمد صاحب ندوی

خود بھی ملنے کے لئے تشریف لائے اور بمبئی کے دوسرے احباب صوفی عبدالرحمٰن صاحب، مولانا شوکت علی صاحب امام جامع مسجد وغیرہ بھی تشریف لاتے رہے۔

بمبئی سے براہ راست لکھنؤ جانے کے بجائے دہلی جانے کا فیصلہ کیا، اس لئے کہ ہمارے اس طویل سفر کے دوران حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی کی وفات کا حادثہ پیش آیا تھا جو نظام الدین کے مرکز تبلیغ میں مقیم اور کام کے سرپرست اور مشیر اعلیٰ تھے، ویسے تعزیت اور بعض مشوروں کے لیے لندن سے فیکس روانہ کر دیا گیا تھا، ان کی وفات سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا تھا[1]۔ اب اس عظیم ترین اور مبارک ترین مرکز دعوت و دینی جدوجہد میں کوئی ایسی بلند قامت و قیمت، صاحب اخلاص و روحانیت اور جامع شخصیت نہیں رہی تھی، نہ خاندان کاندھلہ کا کوئی سن رسیدہ بزرگ جو اس عالمگیر تحریک کے شیرازہ کو مجتمع رکھے اور اس میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہونے دے، مولانا اپنے علمی رسوخ، تدریسی مہارت و تجربہ اور اخلاص و تعلق مع اللہ میں بھی ایک امتیازی شان رکھتے تھے۔

بمبئی سے مع اپنے سابق رفقاء[2] کے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی کا سفر کیا، رفقاء میں عزیز مکرم شاہد حسین صاحب (انچارج دفتر نظامت ندوۃ العلماء) بھی شامل ہو گئے، جو دفتر کی کسی ضرورت سے بمبئی آئے ہوئے تھے، دہلی میں اپنے معاون و رفیق کار مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب مل گئے اور انھوں نے ہی ایک وسیع ہوٹل میں "JAY BEES GUEST HOUSE" کے نام سے حوض خاص میں واقع ہے ٹھہرایا، وہاں سے ہم لوگ نظام الدین حاضر ہوئے، تعزیت کا فرض انجام دیا اور عزیزان گرامی قدر اور ذمہ داران کار مولوی محمد زبیر صاحب

---

[1] مولانا مرحوم کے بارے میں وفیات کے عنوان کے ماتحت تعارفی اور تعزیتی سطور لکھا جا چکا ہے۔
[2] ان رفقاء میں سے محبی محمد عثمان صاحب اپنے کسی علیل عزیز کو دیکھنے اپنے وطن حیدرآباد چلے گئے تھے باقی ساتھ ہی تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

(فرزند حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مرحوم امیر جماعت تبلیغ) اور عزیز القدر مولوی سعد صاحب (فرزند مولوی ہارون صاحب مرحوم و نبیرہ مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم امیر جماعت تبلیغ) سے ضروری اور خصوصی گفتگو کی، اور ان امکانات و خطرات سے بچنے کا مشورہ دیا گیا جو مولانا اظہار الحسن صاحب کی وفات سے ممکن الوقوع ہو گئے ہیں اور اس شیرازہ کو مجتمع رکھنے کے لئے اپنے تجربہ و مطالعہ کی روشنی میں معروضات پیش کیں جو توجہ سے سُنی گئیں۔

نظام الدین سے فارغ ہو کر وہاں سے پاریکھ صاحب ہمیں دہلی کے ایک دور دراز حصہ شاہ جہان آباد کالونی نزد پالم ایرپورٹ لے گئے جس کے قریب ایک نئی مسلم کالونی کا سنگ بنیاد رکھنا تھا اس سے فارغ ہو کر راقم اپنے دونوں رفیقوں مولوی محمد رابع اور حاجی عبدالرزاق کے ساتھ اپنے عم زاد اور رفیق قدیم مولوی سید ابوبکر حسنی ایم۔ اے (سابق پروفیسر نہرو یونیورسٹی دہلی) کی جائے قیام واقع فراش خانہ گیا، جہاں سالہا سال دہلی کے سفر میں قیام کیا جاتا رہا ہے، وہاں نماز ظہر پڑھی، دوپہر کا کھانا بھی کھایا اور آرام بھی کیا وہاں سے عصر کی نماز کے بعد دہلی کے ہوائی اڈہ کے لیئے روانہ ہوئے اور لکھنؤ کی فلائٹ اختیار کی جو تاخیر سے ۹ بجے اور ۱۰ بجے کے درمیان لکھنؤ پہنچی اور یہ سفر اتمام کو پہنچا۔ وَلِلّٰہِ الأمر من قبل ومن بعد۔

اندور کا ایک سفر

اندور جہاں رفیق عزیز و معاون خاص مولوی قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء) کے تعلق سے کئی بار جانا ہو چکا تھا، اور بعض اہم علمی و ادبی مجلسیں

www.abulhasanalinadwi.org

بھی ہوئیں جن میں باہر سے آئے ہوئے بعض عرب فضلاء بھی شامل ہوئے، اور اس سلسلہ میں مانڈو اور دوسرے تاریخی مقامات پر بھی جانا ہوا، اور اس کے نتیجہ میں (خاص طور پر) مولوی معین اللہ صاحب کی محبت و خلوص کی وجہ سے احباب و متعارفین کا ایک حلقہ بھی پیدا ہو گیا تھا، انھیں کی دعوت و تعلق سے ۳۰ ستمبر ۱۹۹۶ء کو پھر اندور جانا ہوا، وہاں کے احباب اور قدر دانوں نے ایسی پذیرائی اور محبت و تعلق کا اظہار کیا جو ہندوستان کے کم شہروں میں دیکھنے میں آیا، وہاں انھیں کے مدرسہ "الفلاح"، اور اس کے مہمان خانہ میں قیام رہا، شہر میں کئی خطابات ہوئے، لیکن اپنے امراض و جسمانی ضعف کی وجہ سے زیادہ قیام نہیں کیا جا سکا اور ۵ / اکتوبر ۱۹۹۶ء کو وہاں سے واپسی ہو گئی، اندور کے اس قیام میں مولوی ابوالبرکات ندوی کے مدرسہ "ریاض العلوم" بھی آنا جانا رہا اور طلبہ و اہل شہر کے ایک بڑے مجمع سے خطاب کا بھی موقع ملا، احباب اور کرم فرماؤں میں ملک شاہ نواز صاحب، قاضی عبدالحمید صاحب اندوری، ڈاکٹر آصف صاحب، خالد ذکی صدیقی صاحب اور ذکاء اللہ صاحب قابل ذکر ہیں، جن کی برابر رفاقت اور معیت رہی، مولوی قاضی معین اللہ صاحب کے فرزند مولوی عبیداللہ و عبداللہ اور ان کے برادران کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، جن کی وجہ سے ہر طرح کی راحت و سہولت حاصل رہی۔

علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی آمد دارالعلوم ندوۃ العلماء اور ان کے فکر انگیز اور داعیانہ خطابات

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں کی دعوت اور خود راقم کی خواہش و فرمائش پر موجودہ عالم عربی کے ممتاز ترین عالم دین، داعی اور خطیب و معلم علامہ یوسف القرضاوی مصنف "فقہ الزکاۃ" وغیرہ جو اصلاً مصر کے رہنے والے جامع ازہر کے ممتاز فاضل ہیں اور

www.abulhasanalinadwi.org

اب عرصہ سے دوحہ قطر کی جامعہ میں شعبہ دینیات کے صدر و مدرس اعلیٰ ہیں، ہم ۱؍اکتوبر ۱۹۹۶ء کو تشریف لائے اور ۲۱؍اکتوبر تک لکھنؤ میں قیام رہا اور دارالعلوم میں خطابات اور تقریروں کا سلسلہ رہا، یہ خطابات بڑے فکر انگیز، ولولہ خیز، معلومات افزا، اور ندوۃ العلماء کی دعوت و مقاصد اور بنیادی افکار سے ہم آہنگی رکھتے تھے، طلبہ اور اساتذہ بھی اس سے پہلے مشکل سے کسی فاضل خطیب اور بیرونی عالم اور داعی کے خطابات اور مجالس میں اس تعداد، دلچسپی اور قدر دانی کے ساتھ شریک ہوئے ہوں گے، کتب خانہ علّامہ شبلی نعمانی کی شاندار عمارت کا وسیع زیریں ہال ہر خطاب کے موقع پر بھر جاتا تھا، اور سامعین اوّل سے آخر تک پوری یکسوئی اور ذوق شوق کے ساتھ ان کی تقریر سنتے اور لطف اٹھاتے یہ خطابات اور تقریریں مفید علمی موضوعات پر اور دعوتی مقاصد پر ہوتی تھیں، تفسیر، حدیث، فقہ و اجتہاد اور دعوت و فکر اسلامی وغیرہ کے موضوع پر انھوں نے فاضلانہ اور مبصرانہ تقریریں کیں۔

مولانا نذر الحفیظ ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے "تعمیر حیات" کے دو شماروں (۱۰؍نومبر اور ۲۵؍نومبر ۱۹۹۶ء) میں اس کی روداد تفصیل سے لکھی ہے، اس کے چند اقتباسات (تاریخ میں محفوظ رکھنے اور قارئین کتاب "کاروانِ زندگی" حصّہ ششم[1] کی معلومات کے لئے) درج کئے جاتے ہیں:۔

"لکھنؤ میں قیام کے آخری دن غیر معمولی مصروفیت کے گزرے، گیارہ بجے کلیۃ اللغۃ العربیہ کی نئی عمارت کا شیخ کے ہاتھوں افتتاح ہوا، کلیۃ اللغۃ العربیہ کے عمید مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی نے مہمان گرامی کا خیر مقدم کیا۔ مولانا نے

---

[1] مؤلف کتاب ابوالحسن علی ندوی مراد ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اپنی تقریر میں ندوۃ العلماء کے بنیادی مقاصد اور اس کے مخلص بانیوں کی دوراندیشی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "پہلے عربی زبان کی کل قیمت اور اہمیت یہ سمجھی جاتی تھی کہ وہ قدیم درسی کتابوں کے سمجھنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں، اس میں شک نہیں کہ یہ ایک بنیادی بات ہے اور اس کا اصل فائدہ اور مقصد ہے۔

لیکن ندوۃ العلماء کے قیام سے پہلے کسی کو یہ احساس نہیں تھا کہ دعوتی مقاصد کے لیے بھی عربی زبان کو حاصل کرنا چاہیئے اس کو ذریعہ بنا کر عربوں کو دعوت دی جاسکتی ہے اور انھیں ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جاسکتا ہے[1]، وہ عرب جن سے

---

[1] جہاں تک عہدِ قدیم اور پرانے نصابات درس کا تعلق ہے یہ بات کچھ زیادہ قابل تنقید و شکایت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس وقت تک ممالک عربیہ اور وہاں کا تعلیم یافتہ طبقہ و اہل فکر کسی ملحدانہ فتنہ و دعوت، یا کسی فکری و تہذیبی ارتداد، مغرب کی اندھی تقلید یا قومیت عربیہ (ARABNATIONALISM) یا علمانیت (SECULARISM) اور خالص دینی دعوت وقیادت سے خوف و وحشت میں مبتلا نہیں ہوئے تھے جیسا کہ اکثر ممالک عربیہ بالخصوص مصر و شام عراق الجزائر اور لیبیا وغیرہ میں دیکھا جا رہا ہے۔ اس لئے زمانہ ماضی کے واضعین نصاب اور قائدین نصاب تعلیم، عربی زبان میں تقریر و تحریر کی لیاقت اور عربوں میں دینی و اسلامی فکر پیدا کرنے کی کوشش اور اسلام کے خلاف سازشوں کا مقابلہ کرنے کی جدوجہد کرنے اور احتساب کے ذمہ دار نہیں تھے۔

لیکن اب صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے اور امّت عربیہ کے احسانات و حقوق اور صورت حال کی سنگینی کا تقاضا ہے کہ ممالک عجمیہ بالخصوص برصغیر کے فضلائے مدارس اور عربی کے اہل قلم و خطیب اس طرف توجہ کریں اور اس کو بھی اپنا ایک دینی و دعوتی فرض سمجھیں، اس وقت عالم عربی کے مرکزوں میں خطاب کے مواقع بھی نہیں تھے اور نہ سفر کی سہولتیں تھیں، اب خود ممالک عربیہ میں بین الاقوامی اجتماعات ہوتے ہیں اور مجالس علمیہ، جامعات اور دینی اجتماعات کی طرف سے دعوتیں آتی رہتی ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہمیں ایمان جیسی لازوال دولت ملی، ندوہ کے مخلص بانیوں حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ اور مولانا حکیم سید عبدالحیؒ نے سب سے پہلے عربی زبان کو ندوہ میں ایک زندہ زبان کی حیثیت سے پڑھانے پر زور دیا اور اس کے لیے وسائل مہیا کئے، مولانا نے عربی زبان میں درسی وغیر درسی کتابوں کی ترتیب و تالیف میں دارالعلوم کے فرزندوں کی کوششوں کا تذکرہ فرمایا۔

ڈاکٹر قرضاوی نے کلیۃ اللغۃ العربیہ کی ایک مستقل عمارت کی تعمیر پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ انتہائی مسرت کی بات ہے کہ ایک عجمی ملک میں (وہ بھی ہندوستان کی سرزمین پر) عربی زبان وادب کی تعلیم کے لیے ایک پورا ادارہ موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے عربی زبان کی تاثیر وانقلاب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابۂ کرامؓ جب کسی ملک کو فتح کرتے تھے تو اسلام، عربی زبان اور اسلامی تہذیب کو پھیلاتے تھے، چنانچہ اسلام کی بدولت تمام ملکوں کی زبان عربی ہوگئی، مصری اپنی قبطی زبان بھول گئے، وہاں کی عیسائی آبادی بھی عربی بولتی ہے، عربی زبان کی خدمت کرنے والے بھی زیادہ تر عجمی تھے، اب تو البتہ یہ پیش آرہا ہے کہ بہت سے عرب ممالک بھی عربی زبان سے بے اعتنائی برتنے لگے ہیں اور احساس کمتری میں مبتلا ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے عربی زبان میں مہارت و تفوق حاصل کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو عربی زبان میں مہارت وقدرت حاصل کئے بغیر کما حقہٗ سمجھ نہیں سکتے، ڈاکٹر قرضاوی نے ندوۃ العلماء کے بڑے مقاصد اور اس کے روشن ضمیر بانیوں کی دوراندیشی کو خراج تحسین پیش

www.abulhasanalinadwi.org

کرتے ہوئے ندوی فرزندوں کی عربی زبان میں غیر معمولی مہارت کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ عربی فصاحت و بلاغت میں بہت سے عربوں سے بھی ان کی تحریریں بڑھی ہوئی ہیں۔

انھوں نے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء کے فرزندوں کو تین بڑی نعمتوں سے نوازا ہے، اسلام کی دولت، عربی زبان کی دولت اور دعوتی روح اور جذبۂ اخلاص کی نعمت، ہم آپ سب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ اور اس کے کارکنوں کی حفاظت فرمائے (آمین)

ڈاکٹر قرضاوی نے اختتامی نشست میں جو تقریر فرمائی اس کا موضوع تھا "موجودہ دور میں ندوۃ العلماء کا کردار" دو گھنٹے کی اس نشست میں بڑی تفصیل سے ندوۃ العلماء کے تخیل، اس کے بانیوں اور فرزندوں سے اپنے تأثر کا ذکر کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے گلوگیر آواز میں فرمایا کہ آج اختتامی نشست ہے نہ معلوم آج کے بعد آپ سے ملاقات ہوتی ہے یا نہیں، پتہ نہیں آئندہ کیا ہوتا ہے، اس مبارک ادارہ میں پھر حاضری نصیب ہوتی ہے یا نہیں، دوبارہ ملنا ہوگا تو رضائے الٰہی کے لئے ہوگا، آپ کے سامنے جو باتیں رکھی گئی ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں قبولیت سے نوازے، ریا سے خالی ہوں، ان میں اخلاص ہو اور رضائے الٰہی کا جذبہ کارفرما ہو۔

ڈاکٹر قرضاوی صاحب نے ندوہ سے اُنس و محبت اور غیر معمولی قلبی

www.abulhasanalinadwi.org

ربط وہم آہنگی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا، کہ ندوہ سے مجھے تعلق و محبت اس وقت سے ہے جب میں نے اس کو دیکھا بھی نہیں تھا، ڈاکٹر صاحب نے جو خود ازہر یونیورسٹی جیسی عالمی شہرت کے ادارہ کے تعلیم یافتہ، ممتاز عالم و محقق اور داعی ہیں فرمایا کہ ہر ادارہ کا ایک رمز، اس کا خاص شعار اور امتیازی حیثیت ہوتی ہے، اس کی فضا میں ایک مخصوص قسم کی نکہت اور خوشبو ہوتی ہے، ندوہ کی بھی ایک خاص نکہت اور اس کی مخصوص لذت ہے جو دوسری جگہ نہیں پائی جاتی، یہ مخصوص نور و نکہت اسرار الٰہی میں سے ہے، شاید اس ادارہ کے ان مخلص ربانی علماء کے اخلاص و تقویٰ کا اثر اور برکت ہے جنھوں نے اس کی بنیاد رکھی تھی، ایثار و قربانی، احتساب کی روح زاہدانہ زندگی، اور آخرت کو ترجیح دینے کا ان کا وہ جذبہ تھا جس کی بدولت یہ نور و نکہت ہے۔

حیدرآباد میں رابطۂ ادب اسلامی کا ایک تاریخی سیمینار اور دوسرے پروگرام

رابطۂ ادب اسلامی کا تیرہواں علمی مذاکرہ یکم تا ۳، نومبر حیدرآباد میں منعقد ہوا جس کا موضوع تھا "ملفوظات و مواعظ ادب کے آئینہ میں" وہاں کے قیام اور مشغولیت کی تفصیل مولوی نذر الحفیظ صاحب ندوی کے قلم سے رسالہ "تعمیر حیات" کے شمارہ مورخہ ۱۰، دسمبر ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی اس کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

"رابطۂ ادب اسلامی کا تیرہواں علمی مذاکرہ یکم تا ۳، نومبر حیدرآباد میں منعقد ہوا، جس کا موضوع تھا، ملفوظات و مواعظ ادب کے آئینہ میں"

سہ روزہ سیمینار کے اختتام پر متعدد تجویزیں اور قراردادیں منظور کی گئیں، باصلاحیت ادیبوں، شاعروں اور ارباب علم پر زور دیا گیا کہ وہ مختلف اصنافِ ادب میں اسلامی افکار و نظریات سے ہم آہنگ تخلیقات اور نگارشات پیش کریں، ادبِ اسلامی کے کارواں کو آگے بڑھائیں، صالح فکر اور ادبی محاسن پر مشتمل ادب کی طرف توجہ دی جائے، اور اس کی افادیت و اہمیت کو خاص طور پر اجاگر کیا جائے، خصوصاً ملفوظات و مواعظ کے ذخیرہ کا از سرِ نو جائزہ لے کر ان میں موجود ادبی و فنی محاسن کو سامنے لایا جائے کہ اس کا بڑا حصہ ادبی خصوصیات سے مالا مال ہے۔

حیدرآباد میں یہ دوسرا سیمینار تھا، اس سے قبل ۷ تا ۹ راکتوبر ۱۹۸۹ء میں بھی ایک مذاکرۂ علمی ہوا تھا جس کا موضوع تھا "جنگ آزادی میں اسلامی ادب کا حصہ"۔

اس بار ادب نوازی کا ثبوت دینے کے لیے حیدرآباد کا دارالعلوم سبیل السلام پیش پیش تھا جس کے بانی مولانا محمد رضوان القاسمی اس سیمینار کے داعی تھے، ان کے رفیق کار اور دست و بازو مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، دارالعلوم کے اساتذہ اور اسٹاف کے ارکان طلبہ کے ساتھ شب و روز سرگرم عمل تھے دوسری طرف میڈیا میں تعارف کرانے کے لیے حیدرآباد کا ممتاز اخبار روزنامہ "سیاست" تھا، جس نے بھرپور تعاون خاص طور پر کیا، روزنامہ "رہنمائے دکن" اور روزنامہ "منصف" نے بھی جلسے سے متعلق تمام خبریں اور مضامین اور رپورٹیں تفصیل سے شائع کیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سیمینار کی صدارت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے فرمائی، بیرونی مندوبین کی تعداد سو کے قریب تھی، پچاس مقالے پیش کئے گئے، ایک انگریزی، نو عربی اور انتالیس مقالے اردو میں تھے جو سات نشستوں میں پڑھے گئے، بیرونی مہمانوں میں حجاز سے ڈاکٹر عدنان علی رضا نحوی، شیخ محمد بن حامد الجیلانی، ڈاکٹر بشیر عمر، شیخ یحییٰ بن عبداللہ المعلی، اور شیخ احمد محمد باجنید کے علاوہ ملیشا اور انڈونیشیا سے استاد احمد فہمی زمزم ندوی اور علی رجب ندوی شریک ہوئے۔

مولانا کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میزبانوں نے "پیام انسانیت" اور "اصلاح معاشرہ" کے عنوان سے دو ایسے جلسے بھی کیے،[1] جن میں پڑھے لکھے غیر مسلم دانشور، سیاسی وسماجی اور ثقافتی وتعلیمی اور صحافتی میدانوں میں کام کرنے والے حضرات تھے، اصلاح معاشرہ کے جلسہ میں مسلمانان حیدرآباد کی خاصی تعداد شریک ہوئی، دارالعلوم حیدرآباد[2] میں بھی مولانا کی ایک فکر انگیز اور بصیرت افروز تقریر ہوئی، جس میں بتایا گیا کہ مدارس عربیہ دینیہ کا قیام قرآن مجید کی آیت "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ" کے حکم کی تعمیل وتطبیق میں ہے ان کے

---

[1] پیام انسانیت کا جلسہ کرشن کانت جی گورنر صاحب آندھرا پردیش کی صدارت میں ہوا، جلسہ میں جناب یونس سلیم صاحب سابق گورنر بہار بھی تشریف رکھتے تھے۔

[2] جس کے سرپرست اور ناظم مولانا حمید الدین عاقل صاحب ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

فضلائے اولین کا فرض تفقہ فی الدین اور دوسرا فرض انذار و تحذیر ہے۔
پھر طلبہ کو بتایا گیا کہ اب کس طبقہ اور دور سے ان کا سابقہ پڑے گا، اس کے لیے کن تیاریوں کی ضرورت ہے، اس کے کیا نئے تحدیات (چیلنج) اور خطرات ہیں؟ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے نئی نسل کو ان کے اثرات سے بچانے اور دین کی ضرورت، حقانیت اور ابدیت اور ہر زمانہ میں ان کے باقی رہنے اور رہنمائی کر سکنے کی صلاحیت کو ثابت کرنے کے لیے نئے اور وسیع مطالعہ اور تیاری کی ضرورت ہے۔

افتتاحی اجلاس

مولانا نے رابطہ ادب اسلامی کے مذاکرۂ علمی کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ علم کا رشتہ جب اسم رب سے کٹ جاتا ہے اور ادب کا دامن جب اعلیٰ اخلاقی قدروں سے خالی ہو جاتا ہے، تو انسانیت تباہی و بربادی سے دوچار ہوتی ہے۔ اسلام کی آمد سے پہلے پوری انسانی سوسائٹی پر عالمی جاہلیت کا شامیانہ تنا ہوا تھا اس دور میں بھی قلم تھا، لیکن چونکہ اس کا رشتہ اسم سے کٹا ہوا تھا، اس لیے پوری دنیا تباہی و بربادی کے راستہ پر تیزی سے گامزن تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی آئی اس میں علم کے رشتہ کو رب کے نام سے جوڑا گیا اور فرمایا گیا ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ جس کی وجہ سے پوری دنیا میں بہار آگئی اور انسانیت کا چمن سرسبز و شاداب ہو گیا اس سورہ میں پہلی تعلیم دی گئی کہ جب پڑھیں تو اللہ کے نام سے پڑھیں، اگر ایسا نہ ہوگا تو انسانیت اور انسان کی تمام صلاحیتوں کو خطرہ لاحق رہے گا، جب سے علم کو اسم سے الگ کیا گیا ہے

www.abulhasanalinadwi.org

مادّیت کا غلبہ ہوا، نفس پرستی، زر پرستی اور ضمیر فروشی کا آغاز ہو گیا، مولانا نے فرمایا کہ جہاں جہاں یہ سانحہ پیش آیا وہاں انسانیت کی تباہی و بربادی کا سلسلہ جاری ہے۔

مولانا نے تقریر کے آغاز میں علمی شہر حیدرآباد کے تاریخی پس منظر اور اس کے علمی و تہذیبی کارناموں پر روشنی ڈالی دائرۃ المعارف العثمانیہ کا ذکر کیا، جس نے پوری اسلامی دنیا میں عموماً اور عالم عربی میں خصوصاً ہندوستان کے لازوال علمی کارناموں کا تعارف کرانے میں بڑا بنیادی کردار ادا کیا، لیکن افسوس ہے کہ اب یہ ادارہ کس مپرسی کا شکار ہے، اور اس کی اہمیت و افادیت کو ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اختتامی نشست

اختتامی خطاب سے قبل سکریٹری جنرل نے سہ روزہ سیمینار کی کارکردگی پر روشنی ڈالی، میزبانوں کا شکریہ ادا کیا کہ ان کی مخلصانہ کوششوں سے یہ اجلاس کامیابی سے ہمکنار ہوا، پروفیسر انیس چشتی نے مندوبین کی طرف سے اور مولانا محمد رضوان القاسمی نے دارالعلوم سبیل السلام کی جانب سے رابطہ کے ذمہ داروں، شرکائے اجلاس کا عموماً اور غیر ملکی مہمانوں کا خصوصاً شکریہ ادا کیا، عرب وفد کی ترجمانی ڈاکٹر عدنان علی رضا نحوی نے کی تجاویز کمیٹی کی مرتب کردہ قرارداد اور تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں۔

مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندوی نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں ہندوستان کے شہر میں ہم سب اسلام کے نام کی برکت سے جمع ہیں، یہ اسلام کی لافانی دولت، ایمان کی نعمت اور قرآن کا معجزہ ہے جس نے ہندوستان جیسے دور دراز خطہ میں یہاں کے علماء اور محققین کو ایسی کتابیں تصنیف کرنے پر آمادہ کیا جو علمی دنیا میں شاہکار

www.abulhasanalinadwi.org

اور اپنے موضوع پر نادرہ روزگار بھی جاتی ہیں، اسلامی علوم وفنون کی تاریخ بلکہ اسلامی کتب خانہ کے وسیع ذخیرہ میں ان کتابوں کی نظیر نہیں ملتی، پوری علمی دنیا ان کتابوں کی محتاج ہے، مولانا نے قاضی عبد النبی احمد نگری کی دستور العلماء، قاضی محمد علی تھانوی کی کشاف اصطلاحات الفنون، علامہ محمد طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار، برہان پور کے فاضل جلیل علامہ علی متقی کی کنز العمال، اور بلگرام کے علامہ مرتضیٰ کی تاج العروس شرح القاموس کا تذکرہ کیا (جو دس ضخیم جلدوں میں ہے) کویت سے حال میں وہ تحقیق کے ساتھ بیس حصوں میں شائع ہوئی ہے، اور فرمایا کہ خالص علمی اور فنی موضوعات پر یہ کتابیں لکھی گئیں۔

مولانا نے مزید کہا کہ ہر دور میں یہاں عربی زبان سے دل چسپی رکھنے، اس کے لکھنے اور اس میں تحقیق تصنیف کرنے والے موجود رہے، یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ یہاں کے فضلاء اس ملک میں رہتے ہوئے عربی زبان پر عبور اور پوری طرح دسترس رکھتے ہیں، مولانا نے حاضرین پر زور دیا کہ وہ عربی زبان سیکھیں اور اس پر عبور حاصل کریں، یہ قرآن، نبی کریمؐ اور صحابہ کرام اور داعیان اسلام کی زبان ہے، جنہوں نے اس زبان کے ذریعہ پوری دنیا میں دین کو پھیلایا اور بے شمار زحمتیں اٹھائیں جس کے باعث دونوں جہاں میں سرخرو ہوئے، مولانا نے کہا کہ اردو، فارسی اور دیگر زبانیں حالات کے لحاظ سے عروج و زوال سے ہم کنار ہو سکتی ہیں، کوئی زبان رہے یا نہ رہے عربی زبان قیامت تک باقی رہے گی، تو اس ملک میں بھی جب تک مسلمان اور اسلام ہے عربی زبان زندہ رہے گی۔

مقالہ نگاروں نے مواعظ و ملفوظات کے اسالیب، ان کی تاریخی و ادبی اور فنی خصوصیات پر مضامین نیز اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں مواعظ کے اسلوب کو بھی موضوع بنایا، اسلامی تاریخ اور دعوت و عزیمت کی ممتاز شخصیتوں کے مواعظ و ملفوظات

کا تحلیلی تجزیہ اور جائزہ پیش کیا اور ان کی ادبی تاریخی قدر و قیمت پر روشنی ڈالی۔

علامہ سید سلیمان ندوی پر ایک مجلس مذاکرہ (سیمینار)

نادرۂ روزگار اور نابغۂ عصر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہر طرح اس کے مستحق تھے (جن کی ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ۔ ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء میں وفات ہوئی) کہ ان کی یاد میں اور اعتراف فضل و کمال کے لیے ملک گیر بلکہ بین الاقوامی سطح پر مجالس مذاکرہ (سیمینار) منعقد کیے جائیں جن میں ان کے علمی و تحقیقی کمالات، فاضلانہ و محققانہ تصنیفات پر روشنی ڈالی جائے، اور اس عہد کے نوخیز فضلاء اور تحقیقی کام کرنے والوں کو ان کی تصنیفات اور افادات و تحقیقات سے استفادہ کی دعوت دی جائے۔

لیکن جہاں تک خیال ہوتا ہے اس وقت تک کم سے کم دینی و تعلیمی اداروں میں ان مجالس مذاکرہ کے انعقاد کا رواج نہیں ہوا تھا جن کو آج کل "سیمینار" کہا جاتا ہے لیکن ندوۃ العلماء اور اس کے دار العلوم کو ان سے جو نسبت فخر و شرف حاصل تھی اور رہے گی، اس کا تقاضا تھا کہ سب سے پہلے وہاں ان کی یادگار میں اور ان کے علمی، ادبی و تحقیقی و دینی کاموں کے اظہار و تعارف کے لیے کوئی سنجیدہ و علمی اجتماع منعقد کیا جائے چنانچہ دسمبر ۱۹۵۴ء میں دار العلوم کے وسیع شبلی ہال میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔

اس اجلاس میں شرکت کے لیے سب سے زیادہ اہتمام کے ساتھ فاضل جلیل مولانا سید مناظر احسن گیلانی کو شرکت کی دعوت دی گئی، جن کو سید صاحب کی ذات سے ایسا تعلق و ارتباط تھا جو ہندوستان کے کم معاصر علماء کو رہا ہوگا۔[1] مولانا اپنی شدید علالت

---

[1] اس کا کچھ اندازہ مولانا کے اس مکتوب گرامی سے ہو سکتا ہے جو انھوں نے راقم کے دعوت نامہ (باقی ص ۳۲۹ پر)

ضعف کے باوجود اپنے برادر عزیز مولوی سید مکارم احسن صاحب کی معیت میں تشریف لائے اور نہایت ذوق و شوق اور محبت و خلوص کے ساتھ دو روزہ اجتماع میں شرکت کی اور ایک روز کے اجتماع کی صدارت بھی فرمائی، اور اپنا مقالہ (جو سیرۃ النبیؐ حصہ ششم پر ایک مفصل تبصرہ تھا) پڑھ کر سنایا۔

مولانا گیلانی کے علاوہ بعض دوسرے فضلاء بھی شریک ہوئے جن میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱/۲/۳ دسمبر ۱۹۵۴ء کو بہار اُردو اکیڈمی پٹنہ کے اہتمام میں صد سالہ تقریبات ولادت کے ذیل میں سید صاحب پر ایک بڑا سیمینار پٹنہ میں منعقد ہوا، جس میں راقم نے بھی شرکت کی۔

لیکن ان یادگار اور توصیفی و اعترافی جلسوں میں سب سے ممتاز و کامیاب وہ مجلس مذاکرہ ہے جو مولانا حافظ محمد عمران خاں صاحب مرحوم (سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء) کی دعوت پر اور ان کی سرپرستی و نگرانی میں دارالعلوم تاج المساجد بھوپال میں ۴ تا ۶ ستمبر ۱۹۸۵ء کو منعقد ہوا، اس سیمینار میں محترم عمرو موسیٰ سفیر عرب جمہوریہ مصر متعینہ ہند بھی شریک ہوئے انہوں نے از راہ محبت صدارت کے لیے راقم کا انتخاب کیا، جلسہ میں ممتاز اہل علم اور دانشور شریک ہوئے اور گراں قدر مقالات پڑھے گئے۔[۱]

(صفحہ ۳۳۸ کا بقیہ) کے جواب میں ۸ دسمبر ۱۹۵۲ء کو (گیلان، بہار سے) لکھا ہے اور جو راقم کی کتاب "پرانے چراغ" حصہ اول میں پورا درج ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۷۷ تا ۸۰)

[۱] سیمینار کی رپورٹ ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خاں ندوی اور مولوی محمد حسان خاں ندوی کے قلم سے "مطالعۂ سلیمانی" کے نام سے ۷۰ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔

عرصہ کے بعد جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں (جس کے ناظم مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی ہیں) ۲۸/ نومبر تا یکم دسمبر ۱۹۹۶ء کی تاریخوں میں سید صاحب پر سیمینار کے انعقاد کا اعلان ہوا اور ملک کے مختلف فضلاء اور اداروں کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی راقم نے یہ خیال کر کے کہ بعض عرب ممالک کے فضلاء بھی اس میں شامل ہوں گے عربی میں اپنا وہ مضمون پیش کیا جس میں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کا تعارف، علمی و دینی مقام اور ان کی عظیم محققانہ تصانیف کا تذکرہ اور تعارف تھا[1]، لیکن اتفاق سے اس میں صرف ایک مصری فاضل پروفیسر عبد الحلیم عویس ہی شریک ہوئے، جو دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ آئے ہوئے تھے اور دار العلوم سے جانے والے وفد میں شریک ہو گئے۔

سیمینار کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس کی صدارت سید صاحب کے لائق فرزند ڈاکٹر سید سلمان ندوی کر رہے تھے جو ڈربن یونیورسٹی (جنوبی افریقہ) کے ممتاز پروفیسر ہیں، اداروں اور مدارس کے نمائندوں میں سب سے بڑی تعداد اور نمایاں نمائندے ندوۃ دار العلوم ندوۃ العلماء کے تھے۔ جن میں مولوی محمد رابع ندوی مہتمم دار العلوم، مولوی عبد اللہ عباس ندوی معتمد تعلیم، مولوی سعید الرحمن اعظمی ندوی، مولوی واضح رشید ندوی، مولوی محمد عتیق صاحب استاذ دار العلوم قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ مدارس کے نمائندوں اور علمی و تحقیقی مدارس کے ارکان اور عام شرکاء کی (جس شخصیت کے نام و نسبت سے یہ مجلس مذاکرہ ہو رہی تھی اس کے لحاظ سے) کمی محسوس ہوتی تھی، خاص طور پر مشرقی یو۔پی کے نامور مدارس عربیہ کے نمائندے شریک بزم نہیں تھے، اور خود ضلع اعظم گڑھ اور مئو کے (جن میں متعدد مدارس عربیہ

---

[1] یہ مکمل مقالہ رسالہ "البعث الاسلامی" ندوۃ العلماء کے شمارہ شوال ۱۴۱۱ھ (فروری و مارچ ۱۹۹۱ء) میں دیکھا جا سکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

موجود ہیں، اور خود شہر کے فضلاء اور قدر دانوں کی وہ تعداد نظر نہیں آتی تھی جس کی توقع اور اس تاریخی سیمنار کو اس کا استحقاق تھا، بعد میں اس میں فرق محسوس ہوا اور قریبی اداروں اور علمی حلقہ کے اہل ذوق کچھ تعداد میں شریک بزم ہوئے۔

اجلاس عام کے پہلے دن ۲۸ر نومبر کو تلاوت قرآن کے بعد راقم سطور کو اجلاس کے افتتاح کی دعوت دی گئی، راقم نے کہا کہ میرے لیے یہ بڑے شرف اور اعزاز و سعادت کی بات ہے کہ میں اس عظیم شخصیت پر ہونے والے سیمنار کا افتتاح کروں، اپنے خصوصی تعلق کا ذکر کرتے ہوئے (کہ مجھے ان سے درس لینے اور علمی استفادہ کرنے کا بھی شرف حاصل ہوا) سید صاحب کی چار خصوصیات کی جانب اشارہ کیا۔

۱۔ صحتِ اعتقاد و فکر

۲۔ رسوخ فی العلم

۳۔ علم و تصنیف میں تنوع اور وسعت

۴۔ زمانہ کی نبض شناسی اور قدیم و جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی دینی و علمی رہنمائی اور اس کے لیے ضروری اور مفید علمی غذا کا مہیا کرنا۔

راقم نے اس سلسلہ میں سید صاحبؒ کی اس خصوصیت پر خاص طور پر زور دیا کہ وہ اپنے علمی و محققانہ بحثوں اور تصنیفات میں اوّل سے آخر تک اہلِ سنّت والجماعت کے متفق علیہ عقائد اور افکار و نظریات کے مؤیّد اور مثبت تھے اور انھوں نے کہیں سے زود فکری، اعتقادی تفرّد و شذوذ اور خرقِ اجماع سے کام نہیں لیا، اس سلسلہ میں راقم نے مصر کے بعض مصنفین و باحثین کا ذکر اور اپنا ذاتی تجربہ اور مطالعہ بتایا کہ ان کی تصنیفات میں (اپنی علمی خصوصیات و تحقیقات کے ساتھ) کہیں ایسا نظریہ اور تحقیق بھی آجاتی

ہے جو اہل سنت کے مسلک کے خلاف اور سلف کے بارہ میں برے اعتقادی پیدا کرنے والی ہوتی ہے، اس سلسلہ میں اپنے مطالعہ اور قاہرہ کے قیام (۱۹۵۱ء) میں بعض مصنفین سے اپنی ذاتی ملاقاتوں اور تبادلۂ خیال کا ذکر کیا، لیکن سید صاحب کی تحقیقات و تصنیفات اوّل سے آخر تک اس عیب سے پاک ہیں، اسی طرح ان کے رسوخ فی العلم کا بھی خصوصیت سے تذکرہ کیا اور اس سلسلہ میں اپنے ذاتی استفادہ کا بھی حوالہ دیا۔

عربی مقالہ میں سید صاحب کی علمی خدمات کا تعارف کراتے ہوئے کہا گیا کہ سید صاحب نے یوں تو مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں مگر ان کا اصل میدان قرآن اور علم کلام تھا، سید صاحب کی غیر تصنیفی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی گئی اور عظیم معاصر شخصیات سے ان کے تعلقات، مختلف ممالک کے اسفار اور علمی انجمنوں کی رکنیت کی تفصیلات بیان کیں۔

مجلس میں ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، مولوی حبیب ریحان خان ندوی ازہری، مولوی سید مشتاق علی ندوی (نائب قاضی دار القضا بھوپال) نے مقالات پڑھے اور خدا بخش اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ کے ڈائرکٹر حبیب الرحمٰن چغتائی صاحب نے زبانی اپنے تأثرات کا اظہار کیا، ان کے علاوہ بھی مقالہ نگاروں کی ایک طویل فہرست تھی جنھوں نے مقالات پڑھے[1]

خود ناظم جامعہ مولوی مجیب اللہ صاحب ندوی کا طویل مقالہ جو کلیدی خطبہ کی حیثیت رکھتا ہے مبصرانہ اور پُر از معلومات تھا جس میں سید صاحب کی اہم تصنیفات پر مختصر تبصرہ تھا۔

---

[1] جلسہ کی کارروائی اور تفصیل کے لیے "الرشاد" اعظم گڑھ کا شمارہ ماہ دسمبر ۱۹۹۶ء ملاحظہ ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ سیمینار باوجود حاضرین و شرکاء کی تعداد کے محدود ہونے کے مفید اور کامیاب رہا، وہ احسان مندی اور کمال شناسی کی ایک علامت اور ایک مفید علمی تقریب اور اہل علم و ذوق کا اجتماع تھا۔

سفرِ سعادت

اب اس جلد ششم (اور شاید کاروانِ زندگی کے سلسلہ کا اختتام) اس سفر شرف و سعادت پر کیا جاتا ہے جس کے لیے یکم شعبان ۱۴۱۷ھ (۱۲ دسمبر ۱۹۹۶ء) کو بمبئی سے جدہ روانگی ہوئی اور جو کئی حیثیتوں سے اس کاروانِ زندگی کی ایک مبارک، باسعادت اور باعث شرف منزل تھی، یہ سفر رابطہ عالم اسلامی کی (جس کا راقم شروع سے بنیادی رکن ہے) شاخ اور ذیلی کمیٹی "المجلس الأعلی العالمی للمساجد لرابطۃ العالم الاسلامی" کی دعوت پر ہوا جو حجازی تقویم کے مطابق ۲ شعبان اور ہندی جنتری کے مطابق ۵ شعبان ۱۴۱۷ھ (۱۶-۱۸ دسمبر ۱۹۹۶ء) کو حسب معمول مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی تھی اور جس کا دعوت نامہ آچکا تھا اور حکومت سعودیہ کی طرف سے راقم اور اس کے ایک رفیق سفر کے لیے ٹکٹ بھی آچکے تھے۔

اس موقع پر راقم نے اپنی رفاقت کے لیے (علاوہ مستقل رفیق سفر اور معاون حاجی عبدالرزاق کے) عزیز القدر مولوی سید بلال عبدالحی حسنی سلمہٗ (فرزند عزیز ممتاز داعی و عربی انشاء پرداز، و مدیر اوّل رسالہ "البعث الاسلامی" مولوی سید محمد الحسنی مرحوم (فرزند برادر محترم ڈاکٹر حکیم مولوی سید عبدالعلی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلماء) کو بھی اپنی رفاقت میں لینے کا فیصلہ کیا، جو ابھی تک حرمین شریفین کے کسی سفر میں ساتھ نہیں گئے تھے ان کے

www.abulhasanalinadwi.org

لیے بھی ویزا آ گیا اور ان کو پورے سفر و مجالس میں شرکت و رفاقت کا موقع ملا۔

یہ سفر لکھنؤ سے بمبئی کے لیے ۳۰؍ رجب ۱۴۱۷ھ (۱۱؍ دسمبر ۱۹۹۶ء) کو ہوا، بمبئی میں ہمارے کرم فرمائے مخلص و قدیم نے جو محض رفاقت اور اعانت کے لیے سالہا سال سے حجاز سے (جہاں وہ وزارت دفاع وطیران میں PROJECT MANAGER کی حیثیت سے متعین ہیں) ہندوستان کا سفر کیا کرتے ہیں، بمبئی پہنچ کر ہم تینوں اور اپنے لیے سعودی ایرلائن سے جہاز میں جمعرات یکم شعبان ۱۴۱۷ھ (۱۲؍ دسمبر ۱۹۹۶ء) کے لیے چاروں سیٹیں بک کرا لی تھیں، ہم لوگ اپنے معمول کے مطابق بمبئی میں اپنے کرم فرما و میزبان قدیم محمد بھائی کی کوٹھی "سہاگ پیلس" واقع مدن پورہ میں ٹھہرے۔

یکم شعبان ۱۴۱۷ھ (۱۲؍ دسمبر ۱۹۹۶ء) کو بمبئی سے عمرہ کا احرام باندھ کر جدہ کے لیے روانگی ہوئی، ظہر کے وقت ہم جدہ کے ایرپورٹ پر پہنچ گئے، جہاں احباب و واقفین کی ایک جماعت نے استقبال کیا، وہاں سے ہم اپنی جدہ کی مستقل اور قدیم قیام گاہ (دولت خانہ الحاج محمد نور نور ولی) آئے، محمد نور صاحب کچھ عرصہ سے علیل بھی چل رہے تھے، ان کی عیادت بھی مقصود تھی، وہیں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی اور کھانا کھایا، بعد نماز عصر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہو گئے، وہاں اپنی مستقل قیام گاہ محب عزیز ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی (معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء) کے مکان واقع شارع منصور پر

---

[1] اس سفر میں اور اس کی واپسی پر اپنے محب و مخلص قدیم اسماعیل منصوری صاحب کی جو ہارٹ اٹیک کے نتیجہ میں اسپتال میں داخل تھے، عیادت کی، واپسی میں بھی ان سے ملاقات ہوئی۔ افسوس ہے کہ ۲؍ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ کو ان کی رحلت کا واقعہ پیش آیا اور ایک عزیز و مخلص اور دیندار رفیق کی وفات کا صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجے بلند کرے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اترے اور قیام اختیار کیا[1] عشاء بعد عمرہ سے فراغت حاصل کی، عزیز القدر عبد اللطیف جون پوری گاڑی لے کر آ گئے تھے، حرم شریف کے اندر جانے اور طواف کرنے کے لیے انھوں نے وہیل چیئر کا بھی انتظام کیا تھا، جو وجع مفاصل اور ٹانگوں کی کمزوری کی وجہ سے عرصہ سے راقم کے لیے ضروری ہو گئی ہے، عمرہ سے فراغت کے بعد اپنی قیام گاہ پر آ گئے، اگلے دن جمعہ تھا، حرم شریف میں جمعہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ہفتے کے روز جن خصوصی احباب کو خبر ہوئی وہ قیام گاہ پر ملنے کے لیے آئے، ان میں رابطہ کے نائب سکریٹری جنرل محترم شیخ محمد ناصر العبودی نے سبقت کی، انھوں نے یہ بھی اطلاع دی کہ ارکان اور حاضرین جلسہ کی طرف سے آپ ہی خطاب کریں گے، اور کلمۃ الوفود آپ سے متعلق ہوگا۔

جلسہ سہ روزہ تھا، جو حجازی تقویم کے مطابق ۶، ۷، ۸ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ دسمبر ۱۹۹۶ء میں منعقد ہونے والا تھا، جلسہ سے پہلے تین دن (جمعہ، ہفتہ، اتوار) فراغت کے تھے، جن میں حرم شریف کی حاضری اور روزانہ طواف کی سعادت حاصل ہوتی رہی، ان دنوں میں احباب ملنے آتے رہے، ایک دن راقم کے عزیز دوست عباد الرحمٰن نشاط، (استاد انگریزی جامعۃ الملک عبد العزیز) کے دولت خانہ پر دوپہر کا کھانا کھایا اور کچھ وقت گزارا۔

---

[1] ناظرین کتاب جانتے ہیں کہ باوجود رابطۂ عالم اسلامی کے رکن ہونے کے راقم اور اس کے رفقاء کا قیام رابطہ کی میزبانی میں ہوٹل میں نہیں رہتا، وہ اپنے عزیز دوست اور صاحب تعلق کے یہاں قیام کرتا ہے، اسی طرح وہ وہاں کی سواری مستقل لینے سے بھی احتراز کرتا ہے اور اپنے اہل تعلق کے تعاون سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

رابطہ کا افتتاحی جلسہ بروز دوشنبہ ۱۴ شعبان ۱۴۱۷ھ مطابق (۱۶ دسمبر ۱۹۹۶ء) کو منعقد ہوا، رابطہ کا وسیع ہال ارکان مجلس اور باہر سے آنے والے وفود اور نمائندوں سے بھرا ہوا تھا، ڈائس پر صرف پانچ نشستیں تھیں جن میں مملکت سعودیہ کے مفتی اعظم اور دینی رہنما شیخ عبدالعزیز بن باز، صاحب السمو الملکی الأمیر ماجد بن عبدالعزیز آل سعود امیر منطقہ مکۃ المکرمۃ، معالی الدکتور عبداللہ بن صالح العبید امین عام (جنرل سکریٹری) رابطہ عالم اسلامی اور المجلس الأعلی العالمی للمساجد، راقم الحروف ابوالحسن علی ندوی اور آخر میں استاد کامل الشریف (سابق سفیر شرق اردن وحال الامین العام للمجلس الاسلامی العالمی للدعوۃ والإغاثۃ) شامل تھے۔

مجلس کا آغاز تلاوت قرآن شریف سے ہوا، پھر عالی مرتبت امیر ماجد بن عبدالعزیز نے خادم الحرمین الشریفین ملک فہد کا پیغام اور بیان پڑھ کر سنایا، پھر سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز نے خطاب کیا جس میں مساجد کے مرتبہ و مقام اور خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی اور حرمین شریفین کا ذکر کرتے ہوئے حکام وعلماء کے فرائض و ذمہ داریاں بیان کیں، پھر معالی الدکتور عبداللہ بن عبید نے خطاب کیا اس کے بعد راقم کو اس محترم مقام اور اس موقر مجلس کو خطاب کرنے کا شرف حاصل ہوا[1]، راقم نے آیت قرآنی:

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْ	(وہ) ایسے گھروں میں ہیں جن کے
فَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ	لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب
يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ	کیا جائے، اور ان میں اس کا نام
وَالْآصَالِ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ	لیا جائے، ان میں وہ لوگ صبح و شام

[1] راقم کے بعد کامل الشریف صاحب نے تقریر کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ	اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں ایسے لوگ
وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ	جنھیں نہ تجارت غفلت میں ڈال
يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ	دیتی ہے نہ خرید و فروخت اللہ کی
فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ	یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ
(سورۃ النور آیت ۳۶-۳۷)	دینے سے، وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے
	دن سے جس میں دل اور آنکھیں الٹ
	جائیں گی۔

پڑھ کر اپنی تقریر کا آغاز کیا اور مساجد کے مقام، مقصد و غایت اور دوسرے مذاہب کے معابد کے مقابلہ میں ان کے امتیاز توحید خالص، عبادت ربِّ واحد، دنیاوی اغراض و مقاصد سے بعد اور معابد اقوام و ملل کے مقابلہ میں ان کے امتیاز پر روشنی ڈالی، اور اس ذیل میں یہ بھی کہا کہ انھیں امتیاز و تفرُّدات میں نسلی قومی، وطنی، نسبی اور مادی و منصبی تفاوت و امتیاز سے صرفِ نظر بھی شامل ہے، وہاں عربی و عجمی میں کوئی فرق نہیں، کسی شہر و دیار اور نسل و نسب کا آدمی امامت بھی کر سکتا ہے اور خطاب بھی، اس کا نتیجہ تھا کہ مسجد نبویؐ میں اذان کے منصب رفیع پر بلال حبشیؓ فائز تھے (جن کی شہرت و عزّت آج تک اسی حیثیت سے ہے) اور اسی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ عالم عربی و عالم اسلامی کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے موٴقر وفود اور فاضل نمائندوں کے سامنے اور حرم شریف کے حدود میں ایک ہندی کو خطاب کرنے کا موقع اور عزّت دی جارہی ہے۔

اس خطاب کی برجستگی اور روانی میں صاف طریقہ پر تائید الٰہی کے ساتھ موضوع اور مقام کی عظمت و برکت کا احساس ہو رہا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مجلس کا یہ جلسہ سہ روزہ تھا جو ۶، ۷، ۸ رشعبان (حجازی تقویم کے مطابق) جاری رہا، آخری دن جو چہارشنبہ ۸ رشعبان حجازی ۸ ار دسمبر عیسوی کی تاریخ تھی ارکان اور شرکائے جلسہ کو دخول کعبہ مشرفہ کا پروانہ یا اجازت نامہ لکھ کر دیا گیا، راقم فضل خداوندی سے یہ شرف کئی بار حاصل کر چکا تھا (جس کا ذکر کاروان زندگی کے بعض حصوں میں آیا ہے) پھر اپنے ضعف اور نقل و حرکت کی دشواری کی بنا پر اور یہ خیال کر کے کہ اس تقریب کے مجمع بہت ہوگا اور وقت بھی صبح ۶ بجے کا تھا، جو دواؤں کے استعمال کا وقت ہے، راقم کو اس وقت حرم شریف کی حاضری اور اس شرف کو حاصل کرنے کے لیے جدّ و جہد میں تامل تھا، لیکن پھر اس کی ہمت کر لی گئی کہ یہ شرف روز روز نہیں ملتا اور زندگی اور صحت اور مصروفیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

راقم اپنے رفقاء بھائی عثمان صاحب، حاجی عبدالرزاق اور عزیزمی بلال کے ساتھ حرم شریف میں حاضر ہو گیا وہ پہلے بیت اللہ شریف سے کچھ دور کھڑا رہا، پھر داخلہ کے مشتاق و منتظر مجمع میں شامل ہو گیا، اس کو برابر خیال رہا کہ اس اژدحام اور ادب و احترام کے مقام میں وہ کیسے یہ سعادت حاصل کر سکے گا، اچانک کلید بردار کعبہ شیبی صاحب آئے اور انھوں نے راقم کو اشارہ کیا کہ وہ زینہ پر چڑھے، راقم اوپر پہنچا تو انھوں نے کلید کعبہ درِ کعبہ پر رکھ دی اور اشارہ کیا کہ میں دروازہ کھولوں، راقم نے یہ شرف حاصل کیا اور بیت اللہ میں پہلے داخل ہوا۔[1] وہاں شاہ سعود کے پوتے سمو الامیر مشعل بن محمد

---

[1] بیت اللہ شریف کی بہت دنوں سے صفائی اور کچھ تعمیری کام کا سلسلہ جاری تھا، ایک طویل عرصہ تک ایک جانب سمت میں باہر غلاف بھی لگا ہوا تھا، ایک ہی دن پہلے ملک فہد کے چھوٹے بھائی عبداللہ بن عبدالعزیز نے کعبہ میں داخل ہو کر اندر اس کی صفائی اور دھلائی کی تھی، اب اس ۸ رشعبان کو عمومی داخلہ کا انتظام کیا گیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا خود نے راقم سے کہا کہ دعا کیجئے، راقم نے اپنی بساط کے مطابق یہ شرف حاصل کیا جس میں داخل ہونے والوں کا مجمع شامل تھا، یہ شرف و سعادت جو اس ناچیز گنہ گار کو حاصل ہوئی اس کا مقابلہ دنیا کے بڑے بڑے اعزاز نہیں کر سکتے۔

وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔[1]

مدینہ طیبہ میں

۹ر شعبان ۱۴۱۷ھ (حجازی) ۱۹ر دسمبر ۱۹۹۶ء کو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ روانگی ہوئی وہاں محب و مخلص جناب عبد الرشید صاحب حیدر آبادی جو مسجد نبوی کی تعمیرات میں شریک کار اور ایک ذمہ دار ہیں گزشتہ معمول کے مطابق قصر الشریف ہوٹل میں قیام کا انتظام کر دیا تھا، وہ میزبان بھی تھے، رفیق و معاون اور ہر طرح کے ذمہ دار بھی، ہمارے سب رفقاء بھی ساتھ ہی ٹھہرے، چوتھی بالائی منزل پر قیام تھا، لفٹ سے نیچے اترنا ہوتا وہاں بھی وہیل چیر تیار کھڑی ہوتی، قصر الشریف جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے باب جبریل کے سامنے ہے وہاں سے پورا احاطہ طے کر کے باہر باہر سے باب السلام تک آتے اور مسجد شریف میں داخل

---

[1] یہاں اس کا بھی اظہار کر دینا ضروری اور مناسب ہے، کہ راقم کی بے خبری میں اس کے ایک کرم فرما نے اس کو ایک بڑا شرف سمجھتے ہوئے مکہ مکرمہ سے لکھنؤ کے ایک مشہور صحافی محترم حسین امین صاحب کو بذریعہ ٹیلیفون اس کی اطلاع کر دی اور یہ خبر "قومی آواز لکھنؤ" میں نمایاں طریقہ پر شائع ہو گئی، معلوم ہوا کہ مشہور انگریزی اخبار Hindustan Times میں بھی یہ خبر غالباً پہلے ہی صفحہ پر شائع ہوئی، اس کے نتیجہ میں راقم کو اس کی واپسی پر مختلف مقامات سے احباب و قدر دانوں کے مبارکباد کے خطوط ملے جن کو پڑھ کر وہ شرمندہ بھی ہوا اور اس عزت پر شکر گزار بھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہوتے، بالعموم مغرب و عشاء مسجد شریف میں پڑھتے اور مواجہہ شریف پر حاضر ہو کر صلاۃ وسلام پیش کرتے اور پھر ہوٹل میں آجاتے، عصر سے مغرب تک ہوٹل ہی میں قیام رہتا اور زیادہ تر متعارفین و احباب اسی وقت ملنے آتے، ان ملنے والوں میں شاہ سعود مرحوم کے پوتے سمو الامیر مشعل بن محمد بن سعود بھی اپنے رفقاء کے ساتھ شامل تھے، اسی مجلس میں انھوں نے بتایا کہ شیبی صاحب کو انھیں نے یہ اشارہ دیا تھا کہ یہ شرف و خدمت ہمارے سپرد کریں اور ہم سے دروازہ کھلوائیں، بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ انھوں نے ہماری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور ان کا خاصا ذخیرہ ان کے پاس موجود ہے۔

ان کے علاوہ مدینہ طیبہ کے (جہاں کئی بار مختصر اور طویل قیام رہے اور کئی سال جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی مجلس شوریٰ و منتظمہ کے رکن کی حیثیت سے کئی کئی روز قیام رہا، ایک مرتبہ محاضرات (تقریریں و مقالات) پیش کرنے کا بھی شرف حاصل ہوا تھا) اس قیام میں محب عزیز و قدیم طارق عسکری صاحب کی بھی (جو وہاں ٹیلی فون کے محکمہ میں متعین ہیں) رفاقت و اعانت رہی، عزیزی عبدالحمید نور ولی جن کی قیامگاہ کئی سال تک مدینہ منورہ میں ہماری جائے قیام رہی، انھوں نے نیز رابطہ ادب اسلامی کے معاون و رفیق پروفیسر عبدالباسط بدر (سابق استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) نیز تبلیغ کے رفیق قدیم و محترم مولانا سعید احمد صاحب نے جو عرصہ سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں اپنی اپنی قیام گاہوں پر لے جا کر ضیافت کا شرف بخشا۔

عزیزگرامی محمد محمود الحافظ نے جو ہمارے محترم دوست اور معاون حجاز شیخ محمود الحافظ کے صاحبزادہ ہیں اور انھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی استفادہ کیا ہے نیز عرصہ تک رابطہ میں مدیر المشاریع الاسلامیہ کے عہدہ پر فائز رہے ہیں اور اب ان ذمہ داریوں

www.abulhasanalinadwi.org

سے سبکدوش ہیں، اور ناچیز اور مولوی محمد رابع اور ندوہ سے تعلق رکھنے والوں سے ایک عزیزانہ اور خاندانی تعلق رکھتے ہیں، ایک اپنے شاندار مکان میں جو ان کے والدِ محترم نے مدینہ طیبہ میں تعمیر کیا تھا اور اس میں ایک مرتبہ محترمی سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب سابق ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ کی معیت میں (جب وہ راقم کی معیت میں پہلی مرتبہ حجاز آئے تھے) ایک ادبی محفل میں شرکت کا شرف حاصل ہوا تھا، عزیز گرامی محمد الحافظ نے وہاں ایک رات حفلۂ تکریم (استقبال و تعارف) کے جلسہ کا انتظام کیا، اس میں مدینہ طیبہ کے متعدد علماء، ادباء اور معززین شریک ہوئے اور تقریریں کیں، راقم نے بھی ایک مختصر تقریر کے ذریعہ تشکر و امتنان کا فرض انجام دیا، اور مدینہ طیبہ سے ایک مسلمان زائر کا کیا تعلق ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ کیا، اور اس استقبال و اکرام کا شکریہ ادا کیا، صاحبِ خانہ نے کھانے کا بہت اہتمام و تنوع کے ساتھ انتظام کیا تھا، اس میں شرکت کر کے راقم اپنے رفقاء کے ساتھ جلد اپنی قیام گاہ پر آگیا، مدینہ طیبہ میں پنجشنبہ (۹ر شعبان، ۹ر دسمبر) سے شنبہ (۱۴ر شعبان، ۱۴ر دسمبر ۱۹۹) تک تقریباً چھ دن قیام رہا، اس قیام میں عزیزی سید صباح النبی (جو قریبی رشتہ سے راقم کے بھتیجے اور بھانجے ہوتے ہیں اور جدہ میں عرصہ سے مقیم اور برسرِ کار ہیں) مدینہ طیبہ کے قیام میں ساتھ رہے۔

جدّہ کا مختصر قیام اور ہندوستان واپسی

جدّہ میں رابطہ ادبِ اسلامی کے ممالکِ عربیہ کے سکریٹری اور محرّک و روحِ رواں ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح مقیم ریاض نے جدّہ میں رابطہ کے سلسلہ میں ایک تعارفی و تائیدی جلسہ ضروری سمجھا تھا جس میں استنبول کے تاریخی جلسہ رابطہ ادبِ اسلامی

کا تذکرہ بھی ہوا اور اس تحریک و تنظیم کے لیے اہل ذوق، اصحاب ثروت سے تعاون کی اپیل بھی کی جائے، اس سلسلہ میں وہ عزیز القدر مولوی محمد رابع ندوی سے خط و کتابت کرتے رہے تھے کہ وہ ہمیں اس مجلس میں شرکت پر آمادہ کریں جو ان کی دعوت و تحریک پر جدہ کے ایک باذوق رئیس اور تاجر کبیر جناب عبد المقصود خوجہ اپنی جائے قیام پر کر رہے ہیں اور جس میں شرکت کے لیے جدہ کے چند ممتاز ادباء و علماء تشریف لائیں گے، یہ جلسہ دو روزہ تھا اور ۱۴، ۱۵ شعبان ۱۴۱۷ھ (۲۴، ۲۵ دسمبر ۱۹۹۶ء) کی تاریخیں اس کے لیے مقرر ہوئیں، راقم نے اس میں پڑھے جانے کے لیے اپنی کتاب "روائع اقبال" کا ایک مضمون نایاب کھوا لیا تھا، جس سے زیادہ مؤثر اور طاقتور مضمون ادب اسلامی کی ضرورت اور قدر و قیمت پر راقم کے دیکھنے میں نہیں آیا[1]

۱۴ شعبان (۲۴ دسمبر ۱۹۹۶ء) کو شیخ عبد المقصود خوجہ کی کوٹھی پر بعد مغرب اجتماع تھا جس میں جدہ کے چند ہی ادباء اور اہل فکر شامل ہوئے، شیخ عبد القدوس ابو صالح نے رابطہ ادب اسلامی پر ایک تعارفی و تحریکی مقالہ پڑھ کر سنایا، معزز حاضرین نے بھی کچھ اظہار خیال کیا پھر دوسرے دن کے لیے جلسہ ملتوی ہوا اور ۱۵ شعبان ۲۵ دسمبر کو ان کی کوٹھی پر جو ایک قصر شاہی معلوم ہوتی تھی پھر اجتماع ہوا، وہاں اچانک محب فاضل و ادیب و خطیب کبیر علامہ یوسف القرضاوی کو دیکھا جو اس جلسہ میں شرکت ہی کے لیے دوحہ (قطر) سے آئے تھے، اسی مجلس میں ہم نے اپنا مضمون پڑھا اور جلسہ برخاست ہوا۔

---

[1] یہ مضمون "نظرة محمد اقبال إلى العلوم والآداب" کے عنوان سے "روائع اقبال" کے مجموعہ میں ص ۹۵ سے ۱۰۷ تک شامل ہے "نقوش اقبال" میں عنوان "اقبال کا نظریہ علم وفن" کے تحت ص ۹۷ تا ۱۱۲ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

۱۶رشعبان (حجازی) (۱۵رشعبان ۱۴۱۷ھ ہندی) ۲۶ردسمبر ۱۹۹۶ء کو بروز جمعرات جدّہ سے بمبئی کے لیے روانگی ہوئی اور وہاں سے بروز ہفتہ ۱۷رشعبان (ہندی) ۲۸ردسمبر ۱۹۹۶ء کو لکھنؤ روانگی ہوگئی، اور یہ مبارک، محبوب، اور مفید سفر انجام کو پہنچا۔

www.abulhasanalinadwi.org

INDEX

اشاریہ
کاروانِ زندگی حصہ ششم

مرتبہ

محمد غفران ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

شخصیات

الف

(علامہ) اقبال ۲۰، ۳۶، ۳۷، ۶۳، ۷۱، ۱۴۲، ۱۵۰، ۱۵۴، ۲۰۹، ۲۴۸، ۲۹۰، ۲۹۲، ۳۰۶، ۳۰۸

(پرو وائس چانسلر) ابوالحسن صدیقی ۲۲،

(نواب زادہ) امجد علی ۲۶

(حضرت) اسمٰعیل ذبیح اللہ ۲۶، ۲۰۱،

(ڈاکٹر سید) احمد حسنی ۲۶،

(الحاج) احمد غریب ۲۹،

ایس۔ ایس۔ نیگی ۴۴،

احمد حسن انصاری (چیرمین اقلیتی کمیشن) ۵۰، ۲۴۴،

ابراہیم سلیمان سیٹھ (ایم۔ پی) ۵۵، ۲۵۹

(ڈاکٹر سید) احتشام احمد ندوی ۵۵، ۲۰۹

(سلطان) اورنگ زیب عالمگیر ۹۹، ۱۵۴، ۱۶۲

(مولانا) ابوالحسن علی ندوی ۴، ۷۷، ۱۰۸، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۱۵، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۸، ۲۸۷، ۲۹۹، ۳۱۸، ۳۲۴، ۳۲۹، ۳۳۶،

(حضرت) ابوبکر صدیقؓ ۷۶، ۱۳۳،

(مسز) اینی بسنٹ ANNIE BESANT ۱۶۹

(حضرت) ابراہیم (صاحبزادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۹۷

(مولانا) اسعد اللہ رامپوری ۱۹۹

(مولوی) انور ندوی ۲۰۰

(امام) احمد بن حنبلؒ ۲۰۶

(امام) ابوالحسن اشعریؒ ۲۰۶

ابن الجوزیؒ ۲۰۶

(شیخ الاسلام) ابن تیمیہؒ ۲۰۹

(خواجہ) احمد فاروقی ۲۱۲

(حضرت شاہ) ابوسعید ۲۲۳

(محترمہ سیدہ) امۃ العزیز ۲۲۵

(مولانا مفتی) ابوالسعود ۲۲۸، ۲۴۴

www.abulhasanalinadwi.org

امام بخاری (محمد بن اسماعیل) ۹۹
امیر شکیب ارسلان ۸۴
احمد حسن ابا قوری ۹۷
(ڈاکٹر) انور ابراہیم ۹۸
ابوہریرہ ۹۹
(مولوی) ابوالبرکات فاروقی ندوی ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۱۲
انیس چشتی ۱۰۵، ۱۰۹، ۲۰۹، ۲۴۳، ۲۸۳، ۳۲۹
اسماعیل منصوری ۱۰۶، ۲۱۴، ۳۳۴
(مولانا) انعام الحسن کاندھلوی ۱۱۰–۱۱۶،
۱۲۱، ۳۱۵
(مولانا) اظہار الحسن کاندھلوی ۱۲۲، ۲۹۸، ۲۶۸،
۳۱۵، ۳۳۹،
(مولانا سیّد) ابوالاعلیٰ مودودیؒ ۱۲۷،
(مولانا) ابوالکلام آزاد مرحوم ۱۳۸، ۲۵۶
(شیخ) احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ ۱۵۴،
۲۰۶، ۲۹۴،
(مولانا) اشرف علی تھانوی ۲۲۸، ۲۴۵،
۲۴۶، ۲۴۷،
(منشی) اطہر علی ۲۳۲
(مسٹر) اڈوانی ۲۳۷
(مسٹر) اٹل بہاری باجپئی ۲۳۷، ۲۴۱،
۲۴۲،
(قاضی) اطہر مبارکپوری ۲۶۷
انیس الرحمٰن خاں ۲۷۲
(مولانا) اجتباء ندوی ۲۸۳
(سیدنا) ابوایوب انصاری ۲۹۴
امین سراج ۲۹۵
(مولوی) اکرم ندوی ۳۰۱
(مولوی) اقبال اعظمی ۳۰۷
(سیّد) آدم بنوری ۳۱۰، ۳۱۱،
(مولانا سیّد) ابوبکر حسنی ایم۔ اے ۳۱۶
(ڈاکٹر) آصف ۳۱۷
(استاد) احمد فہمی زمزم ندوی ۳۲۴
(شیخ) احمد محمد باجنید ۳۲۴
اکبر (بادشاہ) ۱۵۴
(مولانا) اسماعیل شہیدؒ ۱۵۵، ۲۰۶
(ڈاکٹر) امبیڈکر ۱۵۹
(مفتی) احمد خانپوری ۱۶۲، ۱۷۴، ۲۱۹، ۲۶۹

(وزیر) آصف خاں ۱۷۱
(علامہ) ابن حجر مکیؒ ۱۷۱، ۱۷۳
(قاضی) ابو سعید ۱۷۲

ب پ ت

(خواجہ) بہاء الدین اکرمی ندوی ۲۹
بینی پرشاد ورما ۴۹
(مولانا) برہان الدین سنبھلی ۹۴، ۲۶۰، ۲۶۷،
(مولوی) بلال عبدالحی ۲۲۴، ۲۹۶، ۳۳۳،
۳۳۸،

ٹ

(الحاج) بہاء الدین ۱۰۳،
بال ٹھاکرے ۱۴۵، ۲۲۸،
بابو بھائی مہتا ۲۴۴
(پروفیسر) بی۔ شیخ ۲۴۶
بنات والا (ایم۔پی) ۲۵۹
(ڈاکٹر) بشیر عمر ۳۲۴
(حضرت) بلال حبشیؓ ۳۳۷
بی۔ ایم۔ سعید ۱۴۷
پیریار ۱۵۸، ۱۵۹

(مولانا) تقی الدین ندوی ۲۱۰
تانسو چلر (سابق وزیر اعظم ترکی) ۳۸۱

ج

(سید) جعفر مسعود حسنی ندوی ۶۷، ۲۲۴،
۲۲۵،
(شیخ الازہر) جاد الحق علی جاد الحق ۸۹، ۹۶،
۲۳۰، ۲۳۱،
(ایڈووکیٹ سید) جمیل الدین ۱۰۳
(پنڈت) جواہر لال نہرو ۱۱۵، ۲۵۶،
(مولوی) جمیل الیاسی ۱۲۵
جمال عبدالناصر ۱۳۶
جعفر شریف ۱۴۰
جہانگیر ۱۵۴
(مولانا سید) جعفر علی نقوی بستوی ۱۹۱، ۱۹۸
(مولانا) جلال الدین انصر عمری ۲۶۰،
(مولانا) جلال الدین رومیؒ ۲۹۴

www.abulhasanalinadwi.org

ح

(نواب صدر یار جنگ مولانا) حبیب الرحمن خاں شیروانی ۲۲
(مولانا) حبیب صاحب ۱۹۲
(سیدہ) حمیرا ۲۶
(سید) حسن عسکری طارق ۱۹۳، ۲۲۱، ۳۰۹، ۳۴۰
(سید) حسن حسنی ۲۶، (سید) حسین حسنی ۲۶
(امام) حسن بصریؒ ۲۰۶
(ڈاکٹر) حسن امرانی ۳۱، ۲۸۹
حسن بن یعقوب الکتبی الحسنی ۲۲۱،
(مولوی سید) حمزہ حسنی ۲۲۵
حسین امین ۴۲، ۱۲۷، ۳۳۹
(مولوی) حشیم ۳۱۳
(مولانا) حمید الدین عاقل حسامی ۴۸، ۳۲۴
(مولانا) حفظ الرحمن ۴۸
(مولانا) حبیب الرحمن ۴۸
(ڈاکٹر) حسن النزابی ۵۸
(مولانا) حبیب ریحان خاں ندوی ۳۳۲
حبیب الرحمن چغتائی ۳۳۲
حلمی الخولی ۹۷
حافظ (شیرازی) ۱۱۳
(مولانا) حسرت موہانی ۱۱۴
(مولانا سید) حسین احمد مدنیؒ ۱۱۳، ۲۱۲، ۲۶۹،
(مولانا) حفظ الرحمن سیوہاروی ۱۱۳، ۱۲۷
(الامام الشہید) حسن البنا ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵
(ڈاکٹر) حمید اللہ حیدرآبادی ۱۳۳

خ

خلیفہ بن جاسم الکواری ۸۶،
(مولوی) خالد ندوی غازی پوری ۱۰۳، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۲۰۱، ۲۳۴،
ڈاکٹر خلیل اللہ ۱۰۶
(پروفیسر) خلیق احمد نظامی ۲۱۲، ۲۷۰، ۳۰۲
(مولوی) خالد بیگ ندوی ۲۴۷
(مولانا) خالد سیف اللہ رحمانی ۲۶۰، ۳۲۳
خلیل بھٹکلی ۲۸۵

www.abulhasanalinadwi.org

(مولانا) خالد رومی ۲۹۳
(پروفیسر) خورشید احمد ۳۰۵
خرم مراد ۳۰۵
خالد ذکی صدیقی ۳۱۷

ر ز

راجیش پائلٹ ۴۰
(مولانا سید) رشید الدین ۴۸
(مولانا) ریاض الحسن ۴۸
(حضرت) ربعی بن عامرؓ ۷۹
رستم ۷۹
ریاض السید عاشور ۱۰۰، ۱۰۱
(مولانا) رضوان قاسمی ۱۰۳، ۲۲۳، ۲۲۶
رفیع احمد قدوائی ۱۱۳
راجیو گاندھی ۱۱۹
(مولوی) رضوان ندوی ۲۸۲
(مفتی) رکن الدین ناگوری ۱۷۱
(سیدہ) رقیہ ۲۲۴
(مسٹر) رام ولاس پاسوان ۲۵۱
رضاء الحق ۳۰۴، ۳۰۵
(مولوی) زبیر الحسن ۱۰۶، ۱۲۱، ۳۱۵،
(مفتی) زین العابدین ۱۲۱،

س

سید احمد شہیدؒ ۱۸، ۲۲، ۲۵، ۸۱، ۱۵۵
۱۶۲، ۱۸۹، ۱۹۸، ۲۰۹، ۲۲۳، ۲۳۴،
۲۴۹، ۲۸۴، ۳۱۲،
(سر) سید احمد خاں ۲۲،
(مولوی سید) سلمان حسینی ندوی ۴۸، ۵۸، ۵۹
۱۶۱، ۱۶۲، ۲۰۱، ۳۰۰
(علامہ سید) سلیمان ندوی ۲۳۲، ۳۲۸
سادات (انور السادات) ۹۲، ۹۴
سلیمان سکندر حیدرآبادی ۱۶۲
سلطان قاسمی (حاکم شارقہ) ۵۱
سید قطب شہیدؒ ۵۴، ۵۵، ۲۸۶
(مولوی) سکندر علی ندوی ۸۶
سعدی (شیرازی) ۱۱۳
(مولانا) سعید احمد خاں ۱۲۱، ۲۱۱، ۳۰۴

(مولوی) سعد ۱۲۱، ۳۱۶
(نواب زادہ) ساجد حسین سنبھلی ۲۷۰
(ڈاکٹر سید) سلمان ندوی ۳۳۰
(جسٹس) سہائے ۱۲۳
(ڈاکٹر) سعید رمضان ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۸
(شمس العلماء) سید علی بلگرامی ۱۷۹
(مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی ۲۰۹، ۲۸۴، ۳۱۸، ۳۳۰
(شیخ) سیف عزیز ۲۸۲، ۲۸۳
(ڈاکٹر) سعد عیبی ۲۸۷
سی۔ ایم۔ ابراہیم ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۵
(شیخ) سلطان بلیاوی ۳۱۱

ش

شیخ بہاؤ عرف شیخو میاں ۳۷
(مولوی) شمیم ۳۱۲
شارق علوی ۳۱۳
شاہد حسین ۵۳، ۳۱۵
(مفتی) شکیل احمد سیتاپوری ۶۴، ۶۵، ۱۶۲
(مولانا) شمس تبریز ۶۴
شاہجہان ۱۱۳، ۱۵۴
(مولانا) شوکت علی ۱۱۳
شکری القوتلی ۱۳۰
شاہو جی مہاراج ۱۵۹
(علامہ قاضی) شوکانی ۱۶۲
شاہ علم اللہ نقشبندی ۲۲۶، ۳۱۰، ۳۱۱
(مولانا) شمس الحق ندوی ۲۲۹
(مسٹر) شرد یادو ۲۵۱
(مولانا) شوکت علی (امام جامع مسجد بمبئی) ۲۱۵
(کلید بردار کعبہ) شیبی ۳۳۸، ۳۴۰

ص

(مولانا سید) صبغۃ اللہ بختیاری ۱۴
(السلطان المظفر) صلاح الدین ایوبی ۳۴، ۲۶۲
(شیخ) صالح الحصین ۳۱۰
(سید) صباح الدین عبدالرحمن (سابق ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ) ۳۴، ۱۴

www.abulhasanalinadwi.org

ض

(مولوی) ضیاء الرحیم ۱۷

(مولانا) ضیاء الدین اصلاحی ۲۱، ۲۰۹، ۲۱۰

(پروفیسر) ضیاء الحسن ندوی ۱۰۴، ۲۸۳،
۲۹۰، ۲۹۴

(جناب) ضیاء اللہ شریف ۲۴۴، ۲۴۶،
۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰

(پروفیسر) ضیاء الحسن فاروقی ۲۶۹، ۲۷۰

(جنرل) ضیاء الحق ۲۷۱

ظ

(مولانا) ظفر علی خاں ۲۳

(مولانا) ظہیر انوار ۶۵

(مولانا) ظفر احمد انصاری ۱۳۳، ۱۳۷

ظفر ۱۶۱، ۱۶۳

(مولانا) ظل الرحمٰن صدیقی ۱۹۴

ظفریاب جیلانی (ایڈوکیٹ) ۲۵۹

الظاہر بیبرس (مصری جنرل) ۲۶۴

ع

(مولانا) عبداللہ عباس ندوی ۱۲، ۷۵، ۱۲۱، ۲۱۳،
۲۲۳، ۲۲۴، ۳۱۱، ۳۳۰، ۳۳۲، ۳۳۴

(مولانا حکیم سیّد) عبدالحی حسنی ۱۳، ۲۲، ۲۶،
۳۷، ۶۹، ۷۰، ۱۲۳، ۲۱۰، ۲۲۴، ۲۲۵
۲۳۲، ۲۳۴، ۳۰۲، ۳۲۰

(مولانا شاہ) عبدالرحیم مجدّدی ۱۷

(مولانا) عبدالرحمٰن اعظمی ۱۸

(نواب مولوی) عبیدالرحمٰن خان شروانی ۲۱

(مولانا) عزیزالحسن قاسمی ۲۵، ۲۰۱

(ڈاکٹر سیّد) عبدالعلی ۲۶، ۵۸، ۶۱، ۷۲، ۸۶،
۲۲۴،

(رفیق مکرم) عثمان حیدرآبادی ۳۲، ۳۶،
۷۰، ۷۲، ۸۹، ۱۳۱، ۱۳۸، ۲۱۳، ۲۲۲،
۲۲۵، ۲۳۲، ۲۸۵، ۳۰۲، ۳۰۸، ۳۱۴
۳۱۵، ۳۳۳، ۳۳۸

(شیخ) عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ۳۳،
۳۳۶

www.abulhasanalinadwi.org

(شیخ) عبداللہ المحسن ترکی ۳۳، ۸۹، ۹۰
(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام ۳۳
(مولانا) عبدالکریم پاریکھ ۵۳، ۶۸، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۲۴۴، ۲۴۷، ۲۴۸، ۳۱۵، ۳۱۶،
(حاجی) عبدالرزاق ۵۳، ۵۵، ۷۰، ۷۲، ۸۶، ۱۰۴، ۱۲۱، ۱۶۳، ۲۱۳، ۲۴۳، ۲۵۰، ۲۸۲، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۳۳، ۳۳۸،
(ڈاکٹر) علی ملپا ۵۳
(مولوی) عبدالرزاق ندوی ۵۵، ۳۱۴،
عبدالرزاق نامی ۵۵
عبدالصمد صمدانی ایم۔پی۔ ۵۵
(مولانا) عبدالماجد دریاآبادی ۵۷، ۲۹۲
(شیخ) عثمان الفکی ۵۸
(شیخ) عبدالفتاح ابوغدہ ۵۹
(ڈاکٹر) عزیز احمد ۶۴
(شیخ) عبداللہ ابراہیم انصاری ۷۰، ۷۱، ۸۵
عجاج نویہض ۸۴
(سعادۃ الشیخ) عبداللہ بن خالد بن حمد آل ثانی ۸۵
(مولانا) عبدالسلام قدوائی ندوی ۸۶
(ڈاکٹر) عبدالکریم سلیمان ۹۸، ۱۰۰
عبدالکریم زیدان ۹۹
(مولوی) عبدالمنان ندوی ۱۰۳
(قاضی) عبدالحمید ندوی ۱۰۳، ۳۱۷
(حاجی) عبدالکریم ۱۰۴
عبدالمجید ۱۰۵
(ڈاکٹر) عبداللہ عمر نصیف ۱۳۱،
عمر خیام ۱۱۳
عبدالوہاب ۱۲۱
(حضرت) عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۱۵۱، ۱۸۷، ۲۴۸
(مولوی) عبدالقادر ندوی پٹنی ۱۶۱
(مولانا مفتی سید) عبدالرحیم لاجپوری ۱۶۱، ۱۹۴
(مفتی) عبدالسلام ۱۶۲
(علامہ) عزالدین عبدالعزیز مکی ۱۷۲
عزالدین عبدالعزیز زمزمی ۱۷۳
عبدالرحمٰن خاں ۱۹۲
(مولانا) عبداللہ ترکیسری ۱۹۳
(مولانا) عبدالرحمٰن کامل پوری ۱۹۹

www.abulhasanalinadwi.org

(سیدنا) عبدالقادر جیلانی ۲۰۶

(پروفیسر) عبدالودود اظہر ۲۰۹

(مولانا) عبدالسمیع ندوی ۲۱۱

(مولانا سید) عبدالحی (کوٹھ جہان آباد) ۲۱۱

عبداللطیف جونپوری ۲۱۳، ۳۱۲، ۳۳۵

(شیخ) عبداللہ بن صالح عُبید ۲۱۴

عبدالحمید نورولی ۲۲۱، ۳۰۹، ۳۴۰

عبدالرشید حیدرآبادی ۲۲۱، ۳۰۹، ۳۳۹

(ڈاکٹر) عبدالباسط بدر ۲۲۲، ۲۸۹، ۳۴۰

عبدالمتین کھٹکلی ۲۲۲

(مولوی سید) عبداللہ حسنی ۲۲۴، ۲۲۵

(مولوی) عمار عبدالعلی ۲۲۴

(حافظ) عبدالرشید رائے پوری، ۲۲

(حضرت مولانا) عبدالقادر رائے پوری ۲۲۷

، ۲۷۲

(مولانا) عبداللہ مغیثی ۲۳۴

(حاجی) عبدالکریم (بھلیم) ۲۴۴

عزیز سیٹھ ۲۴۶

عبدالرحیم قریشی ۲۵۹

(حکیم) عبدالرحیم اشرف (مدیر ہفت روزہ

الاعتصام لاہور) ۲۷۰

(راؤ) عطاء الرحمٰن خان رائے پوری ۲۷۲

(استاد) عبدالقدوس ابوصالح ۲۸۰، ۲۸۵،

۲۸۶، ۲۸۹، ۳۴۱، ۳۴۲

(شیخ) علی سالم ۲۸۲

(ڈاکٹر) عبدالمنعم احمد یونس ۲۸۵

(ڈاکٹر) عبدالحلیم عویس ۲۵۹، ۳۳۰

علی ناہد (ترکی ادیب) ۲۹۶

(مولانا) عیسیٰ منصوری ۳۰۰، ۳۰۱

عرفان لکھنوی ۳۰۱

عطاء اللہ پاکستانی ۳۰۲، ۳۰۷

عبدالرحیم قدوائی ۳۰۵

(سیدنا) عثمان بن عفان ۳۱۰

(مولانا) عاشق الٰہی بلند شہری ۳۱۰

(ڈاکٹر) عبدالرحمٰن نشاط ۳۱۱، ۳۳۵

عمار نگرامی ۳۱۳

(سید) علی حسن غفنفر عتیق ۳۱۳

(صوفی) عبدالرحمٰن ۳۱۵

www.abulhasanalinadwi.org

(مولوی) عبید اللہ، ۳۱۶
(مولوی) عبداللہ، ۳۱۷
(ڈاکٹر) محمد عدنان علی رضا نحوی، ۳۲۲، ۳۲۱
علی رجب ندوی، ۳۲۴
قاضی) عبد النبی احمد نگری، ۳۲۷
(علامہ) علی متقی، ۳۲۷
(مفتی) عتیق الرحمٰن عثمانی، ۳۲۹
عمرو موسیٰ (سفیر عرب جمہوریہ مصر) ۳۲۹
(معالی الدکتور) عبد اللہ بن عبید ۳۳۶
عبد اللہ بن عبد العزیز (برادر خورد ملک فہد)
۳۳۸
عبد المقصود خوجہ ۳۴۲

غ

(شاہ) غلام علی، ۲۲، ۲۹۳
(حاجی) غلام محمد (محمد بھائی) ۳۶، ۹۹،
۱۰۴، ۱۰۵، ۱۹۲، ۱۹۴، ۲۳۳، ۲۴۳، ۲۳۴
(الحاج) غلام محمد انجینیر ۱۳۳
(چودھری) غلام رسول مہر ۱۵۵

(مولانا) غلام محمد دستانوی ۱۹۷، ۱۹۹
(مولانا) غلام محمد نور گت ۱۹۳
(امام) غزالیؒ ۲۰۷
(سید) غلام محی الدین، ۲۷۴

ف ق

(مولوی) فضل الرحیم ۱۷
(نواب) فرزند علی ۲۵، ۲۰۱
(ڈاکٹر) فرحان نظامی ۱۳۱، ۳۰۱، ۳۰۲
، ۳۰۴
(سیدہ) فاطمۃ الزہراؓ ۳۱۰
(ڈاکٹر سید) قمر الدین ۱۷، ۳۰۲، ۳۰۱، ۳۴۴
(مفتی) قطب الدین ۲۶

ک گ

(مولانا) کلب صادق ۱۴۲
(جسٹس) کلونت سنگھ ۱۴۲
کلیان سنگھ (سابق وزیر اعلیٰ) ۱۱۳
کانشی رام ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۵۸

کریم بنت احمد بن محمد المروانیہ ۲۸

الحاج مسٹر ۲۵۳، ۲۵۴

کمال اتاترک ۲۷۸

کرشن کانت جی (گورنر آندھرا پردیش) ۳۴۴

کامل الشریف (سابق سفیر شرق اردن) ۳۳۹

گووند سہائے شرون ۹۸

گستاؤلیبان ۱۷۷

گروگول والکر ۲۳۷

(ل) (م)

لوتھراپ اسٹوڈارڈ (LOTHROP STODARD) ۳۴

(مولانا) محب اللہ لاری ندوی ایم اے علیگ ۱۲

(مولانا) معین اللہ ندوی ۱۲، ۲۵، ۳۷، ۴۰، ۱۰۴،

۱۰۵، ۱۱۲، ۲۱۱، ۲۲۳، ۳۱۶، ۳۱۷

(پروفیسر) محمد وصی صدیقی ۹۲

(مولانا سید) محمد رابع ندوی ۱۲، ۲۷، ۲۹،

۳۱، ۳۳، ۳۵، ۴۴، ۴۹، ۵۲، ۶۹، ۷۲،

۹۱، ۱۰۳، ۱۲۴، ۱۲۱، ۱۲۶، ۱۳۰، ۱۴۵، ۲۰۱

۲۰۹، ۲۱۳، ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۳۲،

۲۴۷، ۲۵۱، ۲۹۰، ۲۹۸، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۹

۳۱۴، ۳۱۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۴

(علامہ) محمد بن علی الشوکانی الیمانی ۱۳۴

(مولانا) مختار احمد ندوی ۴۱، ۵۲، ۵۵، ۶۴

(شیخ) متولی شعراوی ۳۱۴

(مولانا) محمد علی جوہر ۲۲، ۳۴، ۱۴۳

(شیخ) محمد مسلم ۲۹

(الحاج) محی الدین منیری ۲۸، ۵۳

(شیخ) محمد ناصر الدین العبودی ۳۲، ۲۱۲، ۳۱۲،

۳۳۵

(الحاج) محمد نور ولی ۳۷، ۴۵

(مولوی) مجیب اللہ نقوی ۸۳

موتی لال وورہ (سابق گورنر یوپی) ۴۴

(پروفیسر) محمد یونس نگرامی ۴۰، ۴۴، ۲۴۲، ۲۴۴،

۳۰۸، ۳۱۳،

ملائم سنگھ یادو (سابق وزیر اعلیٰ یوپی) ۴۷،

۴۹، ۵۰، ۱۴۳، ۱۴۴، ۲۳۰، ۲۳۲

(مولانا) محمد سالم قاسمی ۴۸، ۹۲، ۲۲۱، ۲۲۴

www.abulhasanalinadwi.org

(مولانا) مرغوب الرحمٰن ۴۸، ۲۶۱
(مولانا) محمد مستقیم سلفی ۴۸،
محمد اعظم خاں (سابق وزیر اوقاف یو۔پی) ۵۰
(استاد) محی الدین الوائی ۵۴، ۵۵، ۵۶،
محمد حسین مولوی ۵۵
(مولوی) محمد غیاث الدین ندوی ۵۶
(مولوی) محمد ایوب نیپالی ندوی ۵۷
(مولانا سید) محمد واضح رشید ندوی ۵۹، ۶۷،
۹۱، ۱۰۰، ۱۳۴، ۱۲۱، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۸۳
۲۹۱، ۳۰۸، ۳۴۰
محمد وسیم اختر پی۔ ایس۔ سی۔ ۶۰
(مولانا) محمد باقر حسین ۶۳، ۶۵
(مولانا) محمد مرتضیٰ نقوی ۶۴، ۶۵، ۱۶۰،
۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۱۱،
(مولانا قاری سید) محمد صدیق باندوی ۶۴،
۶۵، ۱۹۹
(ڈاکٹر) مسعود الحسن عثمانی ۶۷،
(مولوی) محمد ریاض الدین ندوی فاروقی ۶۷
ملک عنبر ۶۸
(ڈاکٹر) مصطفیٰ طٰہٰ ابو کریشہ ۹۱
محمد الحسنی مرحوم ۷۲، ۱۳۸، ۲۲۴، ۲۹۶
۳۳۲،
مظفر کولا ہنگلی ۸۴، ۸۵، ۲۸۲،
محفوظ ۹۳
مبارک ۹۲، ۹۴
محمد قطب ۹۹
محمد المبارک ۹۹
(مولانا) محمد یوسف (کاندھلوی) ۹۹، ۱۰۸،
۱۰۹، ۱۱۱، ۱۲۱، ۳۱۶
محمد اسد ۱۰۰
(ڈاکٹر) محمد آصف (اندوری) ۱۰۳
(شیخ الحدیث مولانا) محمد زکریا ۱۰۴، ۱۹۴،
۱۹۹، ۲۲۶، ۳۰۹،
(حضرت مولانا) محمد الیاس (کاندھلوی) ۱۰۸
۱۰۹، ۱۱۰، ۱۵۵، ۳۱۱
(ڈاکٹر) مختار احمد انصاری ۱۱۳
(شیخ الہند مولانا) محمود حسن ۱۱۳، ۲۱۱
میر غلام بھیک نیرنگ ۲۱۱

www.abulhasanalinadwi.org

م - افضل (سابق ایم پی) ۲۵۹
(مسز) مایاوتی ۱۱۵، ۱۵۸، ۱۵۹
(مفتی) محمد شفیع عثمانی ۱۳۷
(ڈاکٹر) محمد معروف دوالیبی ۱۴۷
(مولانا) محمد سلیم کیرانوی ۳۱۳
(مولانا قاضی) مجاہد الاسلام ۱۴۲، ۱۶۲
۱۶۴، ۲۶۰
محمد ناصر ۱۳۷
(مولانا) محمد عرفان خاں ندوی (سابق مہتمم دار العلوم
ندوۃ العلماء) ۱۳۸، ۳۴۹
مہاتما گاندھی ۱۴۸، ۱۵۸، ۲۵۹، ۲۵۶
مہاتما پھلے ۱۵۹
(حاجی) محمد یونس سرسین والے ۱۶۱
(حافظ) محمد منیر راجس والے ۱۶۱
(مولانا) محمد ادریس ۱۶۲
(حضرت مولانا قاری) محمد طیب ۱۶۴
مظفر شاہ حلیم گجراتی ۱۷۳
محمود شاہ دوم ۱۷۳، ۱۷۴
(قاری) محمد قاسم انصاری بھوپالی ۲۰۳
(شیخ) محمد بن حامد الجیلانی ۳۲۴
(قاضی) محمد علی تھانوی ۳۲۷
(علامہ) محمد طاہر پٹنی ۳۲۷
(علامہ) مرتضی بلگرامی ۳۲۷
(مولانا) محمد علی منیار ۱۹۴
(مولانا) محمد ثانی حسنی ۱۹۹، ۲۲۵، ۲۲۹
(پروفیسر) محمد راشد ندوی ۲۰۹
(مولانا) مجیب اللہ ندوی ۲۱۰، ۳۳۰، ۳۳۲
(مولوی) محمد شعیب نگرامی ۲۲۲
(مولانا) محمد اویس ندوی مرحوم ۲۲۲
(شیخ) محمد الغزالی ۲۲۹
(سید) محمد حسن مرحوم ۲۲۵
(خادم حرمین شریفین) ملک فہد ۲۲۹، ۳۳۶
۳۳۸
(مولانا) محمد علی مونگیری ۲۳۲، ۳۲۰
(مولانا) محبوب الرحمٰن ازہری ۲۳۳
(مولانا) محمد حسین آزاد ۲۳۶
مقصود علی خاں ۲۴۶
(مولوی) مصطفی رفاعی ندوی ۲۴۸

www.abulhasanalinadwi.org

موسیٰ سیٹھ مرحوم ۲۴۹
محمد شفیع قریشی (سابق گورنر یوپی) ۲۵۱
(مولانا) محمد ولی رحمانی ۲۵۹، ۲۶۰
(مولانا) محمد سعید مجددی ۲۶۱
(شاہ) محمد یعقوب مجددی ۲۶۱
(مولانا مفتی) محمود الحسن گنگوہی ۲۶۷
(قاضی) محمد جلیل عباسی ۲۷۳
(ڈاکٹر) محمد آصف قدوائی ۲۷۵
محمد اسماعیل ۲۸۲
(ڈاکٹر) محمد اجتبائی ندوی ۲۸۳، ۳۱۲
(سلطان) محمد فاتح قسطنطنیہ ۲۸۳
محمد قطب ۲۸۶، ۲۸۷
(شیخ) محمد علی صابونی ۲۸۹
(ڈاکٹر) محمود جوشان ۲۹۳
(ڈاکٹر) محمود اسعد ۲۹۴
مسرور لکھنوی ۳۰۲، ۳۰۷، ۳۰۸
مناظر احسن ۳۰۵
(سید) محمد فضیل ۳۱۰
(سید) محمد حبان ۳۱۰
(شیخ) محسن بلحم ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۱
محمد نور ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۲۳
ملک شاہ نواز ۳۲۷
(مولانا) مناظر احسن گیلانی ۳۲۸
(مولوی سید) مکارم حسن ۳۲۹
(ڈاکٹر) مسعود الرحمن خان ندوی ۳۲۹
(مولوی) حسان خاں ندوی ۳۲۹
(مولوی) محمد عتیق احمد استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء ۳۳۰
(مولوی سید) مشتاق علی ندوی ۳۳۲
(صاحب السمو الملکی الامیر) ماجد بن عبد العزیز آل سعود ۳۳۶
(سمو الامیر) مشعل بن محمد بن سعود ۳۳۸، ۳۴۰
محمد محمود الحافظ ۳۴۳، ۳۴۴
(شیخ) محمود الحافظ ۳۴۴
(سید) مصباح الحق ۳۴۷
(و)
(واکس چانسلر) نسیم فاروقی ۳۴۸

نرسمہا راؤ ۳۹
نرائن دت تیواری ۳۹
(مولانا) نثار احمد ۷۵
(مولوی) نجم الدین شکیب ندوی ۲۸۱
(مولوی) نذر الحفیظ ندوی
۳۲۲، ۳۱۸
نجیب ۹۳
نصر ابو زید ۹۳
(مولانا) نور الحسن راشد کاندھلوی ۱۱۰، ۲۴۴
(مولوی) نثار الحق ندوی
(ملا) نظام الدین انصاری فرنگی محلی ۱۱۲
نرسمہا راؤ (سابق وزیر اعظم) ۱۴۰، ۲۴۰
(مولانا سید) نظام الدین ۱۲۰، ۱۶۱، ۱۶۴
(ڈاکٹر) ناظم القدسی ۱۳۷
نہرو لال ۱۴۲
(حاجی) نور محمد ۱۶۳
Mr. N. Coulson ۱۸۰
(ڈاکٹر) نثار احمد فاروقی ۲۰۹
(حکیم) نصرت حسین ۲۱۱
نیاز احمد رائے بریلوی ۲۵۰
نجم الدین اربکان (وزیر اعظم ترکی)

و

(حضرت شاہ) ولی اللہ دہلوی ۱۵۴
ولی آدم افریقی ۳۰۷
والٹیر (VOLTAIRE) ۱۷۹
(خلیفہ) وارث حسن ۲۱۱
وی۔ پی۔ سنگھ ۲۳۹
وسیم احمد ۲۵۲
(مولانا قاری) ودود الحق ندوی ۲۹۸
(مولانا) وحید احمد (اسیر الثا) ۳۲۹

ہ

(مولانا شاہ) ہدایت علی ۱۷
(مولوی) ہارون (کاندھلوی) ۱۲۷، ۲۱۶
ہمیویل زویمر (امریکی فاضل) ۱۲۹
ہٹلر ۱۴۴
ہارون زری والے ۱۶۱

(مولوی) ہارون (بمبئی) ۱۹۴
ہاشم موسیٰ سیٹھ ۲۴۹

(ی)

(علامہ ڈاکٹر) یوسف القرضاوی ۳، ۴، ۵، ۷،
۷۹، ۸۰، ۸۴، ۹۱، ۹۹، ۲۳۰، ۲۸۹، ۲۸۷،
۲۸۹، ۲۹۲، ۲۹۵، ۳۱۷، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۴۲
(شیخ) یحییٰ ابن عبداللہ المعلی ۳۴۴
یوسف حاتم پچھالا ایڈوکیٹ ۲۵۹
یوسف قراجا ۲۹۵
(مولانا) یعقوب کاوی ۳۰۵

کتابیات

(الف)

الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام
(نزہۃ الخواطر) ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۲۰،
۲۱، ۲۳۵، ۳۰۲، ۳۰۳
اظہار الحق ۱۷
الاہرام ۹۳
اذا ہبت ریح الایمان ۹۹
ادب الصحوۃ الاسلامیۃ ۱۰۰
الاسلام والمستشرقون ۱۰۰
الاسلام علی مفترق الطرق ۱۰۰
احادیث صریحۃ فی امریکہ ۱۰۰
احوال وآثار ۱۱۰، ۱۱۱
(INTRODUCTION TO ISLAM) ۱۳۳
الارکان الاربعہ ۱۳۴
اضواء ۱۵۶
ISLAMIC SURVEYS : A HISTORY
OF ISLAMIC LAW ۱۸۱
انقلاب (روزنامہ بمبئی) ۱۹۵
ارتباط مسیر الانسانیۃ ومصیرھا بقیام المسلمین بواجبہم
ودورھم فی تکوین وحدۃ المسلمین ودعوتہم ۲۱۵

www.abulhasanalinadwi.org

اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۲۷۸

آب حیات ۲۳۹

(ب) (پ)

البدر الطالع لمحاسن من بعد القرن السابع

۱۴، ۱۶۱

البعث الاسلامی ۱۳، ۲۲۴، ۲۸۳

۲۹۹، ۳۳۰، ۳۳۳

البلاغ (ماہنامہ) ۳۱۴

بروتوکولات حکماء صیہون ۳۳

بخاری شریف ۹۹، ۱۵۱،

بال جبریل ۱۵۰

بصائر ۱۵۶

BUNCH OF THOUGHT ۲۳۷

پرانے چراغ ۳۲۹

(ت) (ٹ) (ث)

ترتیب المدارک وتقریب المسالک لمعرفة

اعیان مذہب مالک ۱۴

تحفۃ الاحوذی ۱۸

تعمیر حیات ۱۹، ۲۴، ۲۸، ۴۰، ۴۶، ۴۸،

۴۹، ۱۲۷، ۲۰۲، ۲۱۰، ۲۲۲، ۲۲۶، ۲۲۹،

۲۶۱، ۲۹۰، ۲۹۴، ۳۱۸، ۳۲۲

تلمود ۳۳

تاریخ دعوت وعزیمت ۱۲۵، ۱۵۶، ۲۰۴،

۲۰۵، ۲۰۶، ۲۴۳، ۲۷۵، ۲۹۴،

ٹائمز آف انڈیا ۱۴۱

تقویۃ الایمان ۱۵۵

الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند ۱۷، ۲۳۵،

تمدن عرب ۱۷۷، ۱۷۹

تہذیب الاخلاق ۲۴۴

تاج العروس شرح القاموس ۳۲۷

(ج)

الجواہر المضیئة فی طبقات الحنفیة ۱۵

جهود الشيخ ابی الحسن علی الحسنی الندوی

فی الدعوة الاسلامیة ۱۴

www.abulhasanalinadwi.org

ح خ

حیات عبدالحی ۱۵، ۳۰۳

حقیقۃ السورت ۱۲۷

حاضر العالم الاسلامی ۸۴

حیاۃ الصحابہ ۹۹

حیاۃ الائمۃ الاربعۃ ۹۹

حدیث مع الغرب ۱۶۱

خلاصۃ الاثر فی رجال القرن الحادی عشر للمحبی ۱۴۲

د ڈ

الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ لابن حجر ۱۴۲

دہلی اور اس کے اطراف ۱۷

دستور العلماء ۳۲۷

دلائل النبوۃ للبیہقی ۷۷

دور الجامعات الاسلامیۃ المطلوب فی تربیۃ العلماء

واعداد الدعاۃ ۲۰۶

الدعوۃ الاسلامیۃ فی الہند وتطوراتہا ۱۴۵

ڈکشنری آف فلاسفی ۱۷۹

ڈیفنس آف اسلام ۲۰۸

دکن (روزنامہ حیدرآباد) ۳۲۳

ر ز

الرائد (اخبار) ۱۳، ۹۷، ۲۲۴، ۲۸۳، ۳۰۱

الرشاد (ماہنامہ) ۳۸، ۳۹، ۳۳۲

ربانیۃ لا رہبانیۃ ۹۶، ۹۹

روائع اقبال ۳۴۲

روائع من ادب الدعوۃ ۹۹

رجال الفکر والدعوۃ ۹۹، ۲۹۲

ردۃ ولا ابا بکر لہا ۱۳۳

زاد سفر ۲۲۴

ریاض الصالحین ۲۲۴

رجال السند والہند ۲۶۲

س

سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر للمرادی ۱۴۲

السیرۃ النبویۃ ۷۸، ۹۹، ۲۳۹، ۲۴۴، ۲۶۷، ۳۱۲

سیرۃ ابن ہشام ۷۴

www.abulhasanalinadwi.org

180 STORIES OF THE PROPHETS

سیرت سید احمد شہیدؒ ۲۰۶، ۲۷۵

سالار (اخبار) ۲۴۷

SPIRIT OF CIVILIZATION ۳۰۷

سیاست (روزنامہ حیدرآباد) ۳۲۳

سیرۃ النبیؐ از علامہ سید سلیمان ندوی ۳۲۹

ش

شہر قاہرہ و سطیٰ کی ڈائری ۱۳۴، ۱۹۳، ۲۲۹

الشجرۃ المبارکۃ فی انساب الاشراف ۲۲۱

ص ض ط

الضوء اللامع فی رجال القرن التاسع للسخاوی ۱۴

صحیح مسلم ۷۵

الصراع بین الفکرۃ الاسلامیۃ والفکرۃ الغربیۃ

ضحایا الاقطار الاسلامیۃ ۹۹

صحیح بخاری ۱۷۸

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱۵

طبقات الحنابلۃ ۱۹

ع

۶۰، ۶۶

عرب و دیار ہند ۲۹

العالم الاسلامی علی مفترق الطرق ۸۴

العقیدۃ والعبادۃ والسلوک ۹۶، ۳۱۰

العرب والاسلام ۱۰۰

ف

(FIASCO IN NADWA) ۵۷

By Shariq Alwi

فی ظلال القرآن ۵۴

فتاویٰ عالمگیر ۱۶۸، ۱۷۱

فقہ الزکوٰۃ ۳۱۷

الفوز الکبیر ۹۹

فتاویٰ حمادیہ ۱۷۱

ق

قومی آواز (روزنامہ) ۳۲، ۲۷، ۱۴۰، ۱۵۹،

۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۳۳۹،

www.abulhasanalinadwi.org

قصص النبیین للاطفال ۵۴، ۹۶، ۱۰۰،
۲۹۰، ۳۰۷،
قیمۃ الامۃ الاسلامیۃ بین الامم و دورها
فی العالم ۷۵، ۸۰، ۲۱۴
قصص من التاریخ الاسلامی ۹۷
القراءۃ الراشدۃ ۱۰۰
القادیانی والقادیانیہ ۹۹

(ک) (گ)

کاروانِ زندگی ۱۰۸، ۱۱، ۱۹، ۱۰۹، ۲۲۵
۲۳۸، ۲۴۳، ۲۷۲، ۳۱۴، ۳۱۸، ۳۲۲
کنز العمال ۷۷، ۳۲۶
گلدستہ صلحائے سورت ۲۷
کل مسلمان اور مکمل اسلام ۱۶۹
گلِ رعنا ۱۷۰، ۲۳۶
کشاف اصطلاحات الفنون ۳۲۷

(ل)

"THE LIFE AND TEACHINGS OF MUHAMMAD" ۱۷۷

(م)

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ۱۸
ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین ۳۱، ۵۴،
۹۶، ۱۰۰، ۲۳۰
المرتضیٰ ۹۴، ۲۳۱، ۲۷۵، ۲۹۵
مختارات من الشعر العربی ۹۹
المسلمون (ہفت روزہ مصر) ۱۰۱
المسلمون (مجلّہ) ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۷، ۱۳۸
مذکرات الدعوۃ والداعیۃ ۱۳۴
مذکرات سائح فی الشرق العربی ۱۳۴، ۱۹۳،
۲۲۹
مشکوۃ المصابیح ۱۵۱
المدخل الی دراسات الحدیث النبوی الشریف ۱۵۲
المنبر (رسالہ پاکستان) ۲۷۱
مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش
۲۷۷
منصف (روزنامہ حیدرآباد) ۳۲۳
مجمع بحار الانوار ۳۲۷

www.abulhasanalinadwi.org

مطالعہ سلیمانی ۳۲۹

(ن)

نیل الاوطار ۱۷۱

النور السافر فی رجال القرن العاشر للجعفری ۱۴۲

NEW WORLD OF ISLAM ۸۴

نحو التربیۃ الاسلامیۃ الحرۃ ۱۰۰

نسب الاشراف الکتبیۃ الحسینیۃ ۲۲۱

نبی رحمت ۲۴۳

نظرۃ محمد اقبال الی العلوم والآداب ۲۴۲

نقوش اقبال ۲۴۲

(و)

واقع العالم الاسلامی وما ھو الطریق السدید لمواجہتہ واصلاحہ ۸۳، ۱۵۸، ۲۱۴

وہابی ادب ۱۲، ۲۱

"WE—OUR NATION DEFINED" ۲۴۷

(ہ) (ی)

ہندستانی مسلمان ایک تاریخی جائزہ ۶۰، ۱۵

الہند فی العہد الاسلامی ۱۷۰، ۲۳۹

ہندوستان کے عظیم مذاہب ۱۷۷

ہندوستان ٹائمس (انگریزی روزنامہ) ۳۳۹

یاد ایام ۳۷، ۱۷۰، ۱۷۴، ۲۳۶

مقامات

(الف)

اندلس ۸، ۶۹

انگلستان ۱۳، ۳۰، ۱۳۰، ۱۷۸، ۲۶۳، ۲۶۴، ۳۰۴

استنبول ۱۳، ۲۷۷، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۵، ۲۹۰، ۲۹۵، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۴۱

انڈونیشیا ۱۴، ۵۶، ۸۹، ۱۳۳، ۲۳۴، ۲۸۹، ۲۹۲، ۳۰۳، ۳۲۴

www.abulhasanalinadwi.org

ایشیا ۱۴، ۷۸، ۲۸۱، ۲۹۲، ۳۰۵
احمد آباد ۸۷، ۹۵، ۱۰۶، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۴۳، ۱۴۴
۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۹۸، ۲۰۱
اترپردیش ۱۹، ۴۹، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۲۶
۱۵۹،
اورنگ آباد ۲۱، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹،
۷۰، ۱۰۳
آکسفورڈ ۲۹، ۳۰، ۳۳۴
امریکہ ۳۱، ۵۷، ۹۳، ۱۸۲، ۱۹۳، ۲۰۷، ۱۹۴
۲۱۷، ۲۱۸، ۲۴۴، ۲۸۵، ۲۹۷، ۳۱۱
اسرائیل ۳۱، ۹۳، ۹۴، ۲۱۷، ۲۲۸، ۲۹۴
آندھرا پردیش ۹۴، ۱۴۷
ارناکولم ۵۵
الوا ۵۶
ایران ۷۹، ۲۶۳، ۲۹۶
آسٹریلیا ۱۹۲
اسپین ۹۹، ۱۳۰، ۱۶۳، ۱۷۸، ۲۳۷
افریقہ ۸۱، ۸۷، ۸۱، ۱۰۷، ۱۹۴، ۲۲۳، ۲۸۲
اسلام آباد ۸۹
اردن ۸۹
اسکندریہ ۱۰۰
اجودھیا ۲۳۹
الہ آباد ۲۵۳
آبنائے باسفورس ۲۹۰
اندور ۳۲۹، ۳۳۷
اعظم گڑھ ۳۰، ۳۴

ب

بنارس ۲۰، ۲۱، ۲۵
بنگلور ۲۲۸، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸
بھوپال ۲۱،
بھتری ۲۵
بھٹکل ۲۸، ۵۲، ۵۳، ۱۰۴
بمبئی ۳۷، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۶، ۶۹، ۷۲
۸۶، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۲۱
۱۶۳، ۱۶۹، ۱۹۴، ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۴۳
۲۴۴، ۲۶۸، ۲۸۳، ۳۱۰، ۳۱۵، ۳۲۲
۳۳۴، ۳۴۳

www.abulhasanalinadwi.org

بہار ۹، ۴۷، ۱۴۷، ۱۹۹
بحر عرب ۵۶، ۲۴۴
بارا عیدگاہ (پورنیہ) ۵۶
بستی ۹۳
بحرین ۷۳، ۱۳۰
بنگال ۱۱۳
برطانیہ ۱۲۸، ۱۹۶، ۳۰۵
برلن ۱۳۲
بیروت ۱۳۴
بستی نظام الدین دہلی ۱۵۵
بالاکوٹ ۱۹۸
بھڑوچ ۱۹۲
بحر اسود ۲۹۰، ۲۹۲
بنہا (مصر) ۲۳۰
بغداد ۲۶۳
بخارا ۲۸۱
بلخ (خراسان) ۲۹۲
بوسنیا ۲۹۳
بازار جہاؤ لال ۳۰۳
برہان پور ۳۲۷

(پ)

پیرس ۵۸، ۱۳۲،
پٹنہ ۱۶۰، ۱۹۰
پاکستان ۱۰۱، ۱۰۷، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۴۷،
۲۷۰، ۲۷۱
پوری (اڑیسہ) ۱۳۹
پونا ۱۰۵
پٹن ۱۹۲
پالن پور ۱۹۶

(ت) (ٹ)

ترکی ۵۷، ۸۹، ۱۰۷، ۲۳۴، ۲۶۳، ۲۶۹،
۲۷۷، ۲۸۰، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴
تھولینڈی ۸۷
تونس ۸۹
ترکیسر ۱۹۲
تلنگل ۲۴۷

www.abulhasanalinadwi.org

تاشقند ۲۸۱

ٹونک ۱۸۹

ٹمکور ۲۴۷

ٹوپ کاپی ۲۹۴

(ج) (چ)

جے پور ۱۷

جدّہ ۳۵، ۳۷، ۱۳۸، ۱۷۴، ۲۱۳، ۲۲۱
۲۸۵، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۳۲
۳۳۴، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳

جزیرۃ العرب ۱۶، ۷۸، ۸۱، ۱۲۹، ۲۸۴

الجزائر ۷۸، ۸۹

جبل کریم ۱۰۴

جنیوا ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹

جرمن ۱۴۵

جوگیشوری ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۴۴

جنۃ البقیع (بقیع شریف) ۲۲۲، ۲۲۹،
۲۳۲، ۲۳۳، ۳۰۹

جوہانسبرگ (افریقہ) ۲۶۷

Jay B [illegible] Guest House ۳۱۵

چاٹگام ۱۳، ۲۱

چھاپی ۱۶۲

(ح)

حجاز مقدس ۸، ۱۰۱، ۱۲۹، ۱۳۸، ۲۱۱، ۲۱۴
۲۲۳، ۲۹۹، ۲۷۷، ۳۰۷، ۳۰۸

حیدرآباد ۲۱، ۱۰۳، ۱۹۴، ۲۷۳، ۲۲۲، ۳
۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۶

حسن گنج تھانہ ۴۴

حضرموت ۵۶

حضرت محل پارک ۱۵۸

حوض خاص ۲۱۵

(خ)

الخرطوم ۵۹

خلدآباد ۶۹

خلیج عربی ۱۵۶

الخبر ۲۲۲

www.abulhasanalinadwi.org

خلیج مرمرہ ۲۸۰

(د) (ڈ)

دائرہ شاہ علم اللہ (رائے بریلی) ۱۱، ۲۶، ۴۴، ۸۴،
۲۲۳، ۲۲۵، ۲۳۹، ۳۱۰

دہلی ۳۳، ۴۴، ۴۴، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۱۵، ۱۲۰،
۱۲۳، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۲۱۲، ۲۵۰، ۲۵۸،
۲۸۲، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۴، ۳۱۵

دوحہ ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۸۵، ۸۶،
۱۵۸، ۳۱۸، ۳۴۲

دقہلیہ ۱۰۰

دمشق ۱۳۳، ۱۳۶، ۲۳۵

دیوبند ۱۶۱

دبئی ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۵

ڈابھیل ۱۶۲

ڈالی گنج قبرستان ۱۹۸

ڈیوزبری ۳۰۵

(ر)

رائے بریلی ۱۶، ۲۱، ۲۵، ۴۶، ۵۵، ۷۲،
۸۶، ۱۸۹، ۲۰۱، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۶،
۲۳۹، ۲۷۰

ریاض ۳۶، ۵۷، ۲۸۵، ۳۱۳، ۳۴۱

رباط ۸۷، ۹۰

روس ۹۰، ۱۰۷

راجستھان ۱۴

رانچی ۱۶۴

رائے پور ۲۷۲، ۲۷۳

رواق عبدالحی ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۳۵

رواق اطہر ۲۳۲، ۲۳۳

رواق علامہ شبلی نعمانی ۲۳۱

رواق رحمانی ۲۳۲

رواق سلیمانی ۲۳۲

(س)

سعودی عرب ۱۲، ۴۰، ۵۱، ۵۷، ۸۹، ۹۴،
۱۰۷، ۱۳۰، ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۵۶، ۲۲۳،
۳۱۳

سرسید ہاؤس ۲۲

www.abulhasanalinadwi.org

سید پور ۲۵

سہارنپور ۱۶۱

سلطان پور ۲۲۱

سورت ۳۷، ۳۸، ۱۶۹، ۱۹۲، ۱۹۴

سمرقند ۲۸۱

سہکارتا بھون ۳۹

سوڈان ۵۸، ۵۹، ۸۹

SARIAYAR ۲۹۲

SUBA PALACE ۲۴۴

(ش)

شیرٹن ہوٹل SHERATON ۴۴

شیراز ۱۱۳، ۱۷۱

شکاگو ۱۳۸، ۱۹۶

شارع منصور ۲۱۳، ۳۱۱، ۳۳۴

(ص)

صادق پور (پٹنہ) ۱۸

صوبۂ سرحد ۱۸۹

(ط) (ظ)

طلحا ۱۰۰

طنطا ۱۳۲

ظہران ۲۲۲

طائف ۳۱۲

(ع)

علی گڑھ ۲۱، ۲۳، ۲۴

عراق ۷۹، ۲۶۳

عرب ۷۹، ۸۱، ۸۳، ۲۱۴، ۲۳۷، ۲۸۳

عرفات ۱۳۴، ۲۲۷

عزیزیہ (مصر) ۲۳۰

(غ)

غازی پور ۲۳، ۲۵، ۲۰۱

غار حرا ۶۰

غرناطہ ۶۹

www.abulhasanalinadwi.org

ف

فلسطین ۸۹

فیروزآباد ۱۳۹، ۱۴۱

فرانس ۱۷۸

فراش خانہ (دہلی) ۳۱۶

ق

قاہرہ ۳۱، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۵۶، ۲۳۰، ۲۹۵، ۳۳۲

قطر ۷۰، ۳۷، ۸۶، ۹۰، ۳۱۷، ۳۴۲

قنوقیہ ۱۰۰

قویسنا (مصر) ۲۳۰

قونیہ (ترکی) ۲۹۲

قسطنطنیہ ۲۹۳، ۲۹۴

ک گ

کویت ۸۹، ۹۴، ۹۶، ۱۳۰، ۲۸۳

کیمبرج ۳۰، ۳۰۶

کشمیر ۱۰۵

کلکتہ ۱۱۰، ۲۸۴

کاسابلانکا ۳۵، ۳۶

کوچین ۵۳، ۵۵، ۵۶

گجرات ۴۹، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۸

گورکھپور ۶۴

گیلان (بہار) ۳۲۹

کالاتور ۳۸

کرناٹک ۴۹

کنتھاریا ۱۶۲

کوڑہ جہان آباد ۲۱۱

کردستان ۲۹۳

کوالالمپور ۸۹

ل

لکھنؤ ۲۱، ۲۷، ۲۹، ۳۹، ۴۲، ۴۶، ۵۴، ۵۶، ۶۰، ۶۴، ۸۶، ۱۰۲، ۱۰۶، ۱۱۰، [illegible]

www.abulhasanalinadwi.org

١٣٦،١٣٨،١٥٦،١٥٨،١٦٣،١٨٩،١٩٠،
١٩٨،٢٠١،٢١٣،٢٢٢،٢٤٣،٢٥٠،٢٥٣،
٢٥٤،٢٦٨،٣٠٣،٣٠٧،٣١٣،٣١٦،
٣١٧،٣٣٤،٣٣٩،٣٤٣
لندن ٢٩،٣٠،١٣١،١٣٧،١٤٠،٢٧٧،
٢٩٩،٣٠٠،٣٠١،٣٠٢،٣٠٥،٣٠٧،
٣٠٨،٣١٥
لبنان ٨٩
لیبیا ٩٤
لوناولہ ١٠٤،١٠٥،١٩٢،٢٤٤
لیسٹر ٣٠٨،
لکھنیاں (بہار) ٣١١

(م)

مصر ٨،١٦،٨٨،٩٢،٩٣،٩٤،١٠٧،
١٣٢،١٣٣،١٣٤،١٥٦،٢٢٩،٢٣٠
٢٨٩،٣١٧،٣٣١
مکہ مکرمہ ٣١،٣٢،٣٥،٣٧،٩١،١٢٥،
١٣٦،١٧١،١٧٢،١٧٣،٢١٢،٢١٣،

٢٢١،٣١١،٣١٢،٣١٣،٣٣٣،٣٣٩،
مدینہ طیبہ ٣٢،٣٥،٣٦،٣٧،١٦٣،
١٨٨،٢٢١،٢٣٢،٣٠٨،٣٠٩،٣١٠،
٣١١،٣١٢،٣٣٩،٣٤٠،٣٤١
مراکش ٣١،٣٥،٦٩،٨٧،٨٩،٩٠،
١٠٧،٢٣٥،٢٨١،٣٠٣،
مغرب اقصیٰ ٣٥،٦٩
مشرق وسطیٰ ٨
میرٹھ ٤١،٤٢،١٩٠
مدھیہ پردیش ٤٩،١٤٧،
مہاراشٹر ٤٩،١٤٥،١٤٧
منگلور ٥٣
ملیشیا ٨٩،٩٧،٢٨٩،٣٢٤،
موریطانیہ ٨٩، منصورہ ٩٨،١٠٠
مدراس ١٠٣
مالیگاؤں ١٠٣
منیٰ ١٣٤،٢٢٧،
مائل والا ١٦٢
ملک شعبان اسٹیڈیم ١٦٥،١٦٩

www.abulhasanalinadwi.org

ملاڈ کالونی (بمبئی) ۱۹۴، ۱۹۵

مجھوا میر (بستی) ۱۹۹

مجھراؤں (ضلع مرادآباد) ۲۱۲

مانڈو ۳۱۷

(ن و)

نجیب آباد ۱۹

نظام الدین ۲۹، ۲۶۸، ۲۶۹، ۳۱۵، ۳۱۶

ناگپور ۸۶، ۱۰۲، ۱۰۳،

نائیجیریا ۸۹

نیویارک ۱۳۸، ۱۹۶، ۲۸۵

نہروالہ ۱۷۱

نیپال ۱۹۹

نوٹنگھم NOTTINGHAM ۳۰۰، ۳۰۴، ۳۰۷

وجدہ ۳۱، ۳۲، ۳۵، ۳۶، ۲۸۱

(ہ)

ہندوستان ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۲۰، ۲۲،
۴۲، ۴۷، ۴۸، ۵۶، ۶۹، ۷۰، ۸۹،
۱۰۱، ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۸،
۱۲۲، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱،
۱۳۶، ۱۴۰، ۱۵۲، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۴،
۱۷۹، ۲۰۶، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۳۲، ۲۳۶،
۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۹، ۲۵۳،
۲۵۵، ۲۶۷، ۲۷۰، ۲۸۴، ۳۰۰، ۳۱۴،
۳۱۷، ۳۲۰، ۳۴۱

ہاسن ۲۴۶، ۲۴۷

HOTEL BERR • ۲۹، ۲۸۳

(ی)

یورپ ۱۸، ۳۰، ۵۷، ۵۸، ۶۳، ۸۱،
۱۰۷، ۱۳۳، ۲۳۸، ۲۶۴، ۲۸۱، ۲۹۲،
۲۹۷

یمن ۲۳۵، ۳۰۳،

یونان ۲۹۲

www.abulhasanalinadwi.org

متفرقات

ادارے ۔ تنظیمات ۔ جامعات

الف

اسلامک اسٹڈیز سنٹر آکسفورڈ یونیورسٹی
۱۳، ۲۹، ۳۱، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۷، ۳۰۰،
۳۰۲،

انجمن خدام النبی بمبئی ۲۹

ادارۂ تعلیمات اسلام ۲۹

آل انڈیا ریڈیو دہلی ۵۴

انسٹی ٹیوٹ آف انٹگرل ٹکنالوجی ۶۰
(INSTITUTE OF INTEGRAL TECHNOLOGY)

ادارۃ الشؤون الاسلامیۃ (دوحہ) ۷۰، ۸۰

اذاعۃ القرآن الکریم ۹۶

امارت شرعیہ بہار ۱۲۰، ۱۶۱

اصح المطابع دہلی ۱۵۱

اترپردیش اردو اکیڈمی ۱۸۰، ۲۲۲

امارت شرعیہ کرناٹک ۲۲۸

انجمن تبلیغ الاسلام ۲۱۱

الٰہ آباد یونیورسٹی ۲۸۳

ام القریٰ یونیورسٹی (مکہ معظمہ) ۲۸۹

امام محمد بن سعود اسلامی یونیورسٹی ۲۸۹

اسلامک فاؤنڈیشن لیسٹر ۳۰۵

ب پ ت

بروکس یونیورسٹی ۲۹

پیام انسانیت ۳۹، ۵۲، ۶۷، ۱۴۹، ۲۲۴

پیس ایسوسی ایشن ۶۷
(Peace Association)

تبلیغی جماعت ۱۱۵

تھیاسوفیکل سوسائٹی ۱۴۷

تحریک اخوان المسلمون ۱۳۲، ۱۳۵، ۲۲۹

پونہ یونیورسٹی ۲۰۹

www.abulhasanalinadwi.org

بہار اردو اکیڈمی پٹنہ ۳۲۹
برن یونیورسٹی (جنوبی افریقہ) ۳۳۰

(ج)

جامعہ ہدایت ۱۷
جامعہ سلفیہ بنارس ۲۰، ۲۱، ۴۹
جامعہ اسلامیہ بھٹکل ۲۹، ۵۳، ۱۰۴
جامعۃ الصالحات ۲۹
جامعہ حسینیہ راندیر (سورت) ۳۸
جامعہ اسلامیہ عربیہ گلزار حسینیہ اجراڑہ ۴۱
جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض
۵۹-۸۹
جامعہ ازہر ۷۳، ۸۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۲۲۹،
۲۳۰، ۳۱۷
جامعہ دوحہ ۷۳
جمیعۃ العلماء (ہند) ۱۳۷
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ۸۹، ۲۸۹
جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ ۸۹، ۳۱۱
جامعۃ الامارات ۸۹
جامعہ قطر ۸۹، ۱۵۸
الجامعہ الاسلامیہ العالمیہ اسلام آباد ۸۹
جامعہ زیتونہ ۸۹
الجامعہ الاسلامیہ دار الارقم ۲۴۷
جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی) ۲۶۹، ۲۹۰
جامعۃ الہدیٰ ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۷
جامعہ فیضان القرآن ۱۶۸
جامع علوم القرآن جمبوسر ۱۹۳
جامعہ فلاح دارین ترکیسر ۱۹۳، ۱۹۴
جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ ۲۱۰، ۳۳۰
جامعہ اسلامیہ مظفر پور (اعظم گڑھ) ۲۱۰
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ۲۱۴، ۲۲۲، ۲۴۴

(خ)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ ۳۳۲
خبر رساں ایجنسی یو۔ این۔ آئی۔ ۲۵۲

(د) (ڈ)

دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۵، ۲۳۶، ۳۲۶

www.abulhasanalinadwi.org

دائرہ عرفات رائے بریلی ۱۹، ۲۰۲
دار العلوم ندوۃ العلماء ۱۲، ۱۷، ۲۸، ۲۹، ۴۲،
۴۳، ۴۴، ۴۶، ۴۷، ۵۲، ۵۶، ۵۹، ۶۳،
۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۱۰۲،
۱۰۴، ۱۱۰، ۱۲۷، ۱۳۸، ۱۵۵، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۹۵،
۲۰۰، ۲۰۱، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۳۱، ۲۴۳، ۲۴۴،
۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۳، ۲۶۱، ۲۶۷،
۲۶۸، ۲۹۰، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۴، ۳۱۷،
۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۴، ۳۴۰
دینی تعلیمی کونسل ۱۹، ۱۵۲، ۲۷۴
دار العلوم دیوبند (وقف) ۴۸، ۵۲، ۱۵۵،
۲۱۱، ۲۲۸، ۲۵۳، ۲۶۱
دار العلوم حیدرآباد ۴۸، ۳۲۴
دار العلوم سبیل الرشاد ۲۲۸، ۲۴۴، ۲۴۶
۲۴۷
دار العلوم سبیل السلام ۳۲۳، ۳۲۶
الدار السلفیہ ۵۵، ۳۱۴
دار العلوم الاسلامیہ بستی ۶۳، ۶۵
دار العلوم تاج المساجد بھوپال ۳۲۹

دار المصنفین اعظم گڑھ ۸۷، ۲۰۸، ۲۰۹،
۲۱۰، ۲۹۹، ۳۰۲
دار الکتاب اللبنانی ۹۶
دار الکتاب المصری ۹۶
دمشق یونیورسٹی ۱۳۶،
دہلی یونیورسٹی ۲۰۹
دار العلوم کنتھاریا ۱۹۳
دار العلوم ماٹلی والا ۱۹۳
دار الشروق جدہ ۲۴۳، ۳۱۲
دانش گاہ پنجاب لاہور ۲۷۸
ذاکر حسین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فار اسلامک
اسٹڈیز ۲۶۹

(ر)

رابطۃ الجامعات الاسلامیہ ۸۷، ۸۸، ۹۰
رابطہ ادب اسلامی ۲۰، ۲۹، ۳۰، ۶۵، ۶۷،
۷۰، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۲۲، ۲۷۳، ۲۸۰، ۲۸۲،
۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۴،
۳۲۲، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳

www.abulhasanalinadwi.org

رابطہ عالم اسلامی ۳۱، ۳۲، ۵۰، ۱۳۱،
۱۳۶، ۲۱۲، ۲۳۱، ۳۱۲، ۳۳۳

(ع) (ف)

عالمی رابطہ ادب اسلامی ۱۲
العین یونیورسٹی (ابوظہبی) ۲۱۰
فارن لنگویج انسٹی ٹیوٹ حیدرآباد ۲۰۹

(ق) (ک) (گ)

قصر الشریف (ہوٹل) ۳۰۹، ۳۳۹
کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی ۴۸، ۶۵،
۱۹۰، ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۱۱، ۳۱۸
کالی کٹ یونیورسٹی ۵۵، ۲۰۹
کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۵۱
کارپوریشن استنبول ۲۹۰
کلیۃ اللغۃ العربیۃ ۳۱۸، ۳۲۰
گوا یونیورسٹی ۲۴۶

(م)

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ۱۶، ۵۶،
۵۷، ۷۵، ۱۰۳، ۱۵۷، ۱۱۶، ۲۱۵، ۲۶۹
۲۷۴، ۲۷۷، ۳۰۲
مکتبہ ندوۃ العلماء ۱۶
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۱، ۱۱۳، ۲۰۹
مسلم پرسنل لا بورڈ ۲۷، ۱۰۸، ۱۱۵، ۱۱۶،
۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۵۱، ۱۵۹، ۱۸۲، ۱۹۰
۲۱۲، ۲۲۲، ۲۲۸، ۲۵۲، ۲۵۸، ۲۹۰
مرکز تبلیغ ۲۹
متحدہ اقوام ۳۵،
مدرسہ شاہی مرادآباد ۴۸،
مدرسہ مظاہر علوم (وقف) ۴۸
مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۴۸، ۱۵۵، ۱۶۱
۱۹۹،
مدرسہ صولتیہ ۳۱۳
مدرسہ نور الاسلام جلپاپور (نیپال) ۵۶،
مدرسہ کاشف العلوم ۶۶، ۶۸
المجمع الاسلامی العلمی (مجمع اللغۃ العربیہ)
۸۰، ۲۳۵،
مرکز صالح کامل للاقتصاد الاسلامی ۸۹

www.abulhasanalinadwi.org

مکتبہ مؤسسۃ الرسالۃ ۹۶

مکتبۃ السنۃ ۹۶،

المرکز العلمی للدراسات الاسلامیۃ والعربیۃ ۹۸

المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی ۹۸

مدرسہ دارالعلوم تعلیم المسلمین ۱۹۲

مدرسہ تجوید القرآن نور نگر ۱۹۴

المنظمۃ الاسلامیۃ للتربیۃ والعلوم آسکو ۲۳۰

مولانا آزاد میموریل اکیڈمی لکھنؤ ۲۷۶،

میڈیکل کالج لکھنؤ ۳۰۴،

مدرسہ ریاض العلوم ۳۱۷

مدرسہ اسلامیہ عربیہ "الفضل" ۱۹۸

مدرسہ انجمن بزم الفلاح ۱۹۵،

مدرسہ تحفیظ القرآن سید احمد بن عرفان الشہیدؒ

۲۲۳،

مولانا محمد ثانی میموریل ایجوکیشنل سوسائٹی ۲۲۳

مدرسہ ضیاء العلوم ۲۲۴،

مدرسہ باقیات الصالحات ۲۲۸

مدرسہ فلاح ۳۱۷

مدرسہ اصلاح البنات ۲۴۸،

مدرسہ صحوۃ اسلامیۃ مصر ۲۸۹

ن و ہ

ندوۃ العلماء ۱۳، ۱۵، ۲۲، ۲۷، ۴۷، ۵۰،
۵۳، ۵۹، ۶۶، ۶۹، ۷۳، ۸۰، ۸۴،
۸۶، ۸۷، ۹۰، ۹۷، ۱۰۸، ۱۲۶، ۱۲۷،
۱۲۸، ۱۲۹، ۲۱۱، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۲،
۲۳۳، ۲۳۴، ۲۵۲، ۲۶۱، ۲۶۵، ۲۶۶
۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۱، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۲۰،
۳۲۱، ۳۲۸،

نہرو یونیورسٹی ۲۰۹، ۲۸۳

وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ (دوحہ)
۷۰، ۸۰

وجدہ کالج مراکش ۲۸۹

یونیسکو ۵۰

مساجد

بیت اللہ شریف ۳۳۸

بابری مسجد ۳۸، ۱۱۳، ۲۳۹، ۲۵۲، ۲۵۷

www.abulhasanalinadwi.org

۲۶۰،۲۵۹

جامع مسجد سات رستہ بمبئی ۱۹۴

ٹیلہ والی مسجد لکھنؤ ۲۱۱

مسجد نبوی ۲۲۱، ۳۰۹، ۳۳۷، ۳۳۹

مسجد دائرہ شاہ علم اللہ ۲۲۴

مسجد لوہانی پور ۲۲۴

مسجد حاجی سر اسمٰعیل سیٹھ ۲۴۸

مسجد سلطان احمد ۲۹۰، ۲۹۵

جامع مسجد نوٹنگھم ۳۰۵

حکومتیں

ساسانی شہنشاہی ۷۸، ۸۲

بازنطینی مملکت ۷۸، ۸۲

رومن امپائر ۸۲

ایوارڈ

شاہ فیصل عالمی ایوارڈ ۲۳۰

سلطان حسن عالمی ایوارڈ ۲۳۰

عدالتیں

سپریم کورٹ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۸۲، ۲۵۲، ۲۵۹، ۲۶۰،

ہائی کورٹ ۲۵۹

سیاسی پارٹیاں

بی۔جے۔پی ۔ ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۴، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۵۲، ۲۵۳

شیوسینا ۱۱۱، ۱۴۵، ۲۳۸

آر۔ایس۔ایس۔ ۱۱۱

شدھی سنگھٹن ۲۱۱

کانگریس ۱۱۱، ۱۱۴، ۱۱۹، ۱۵۹، ۲۳۸

بہوجن سماج پارٹی ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۵۸

سماج وادی پارٹی ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵

وشو ہندو پریشد ۲۳۸

جنتا پارٹی ۲۳۹، ۲۴۰

رفاہ پارٹی (ترکی) ۲۸۱

www.abulhasanalinadwi.org